من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ، انا مدینۃ العلم و علی بابھا ۔ حدیث

نادِ علی

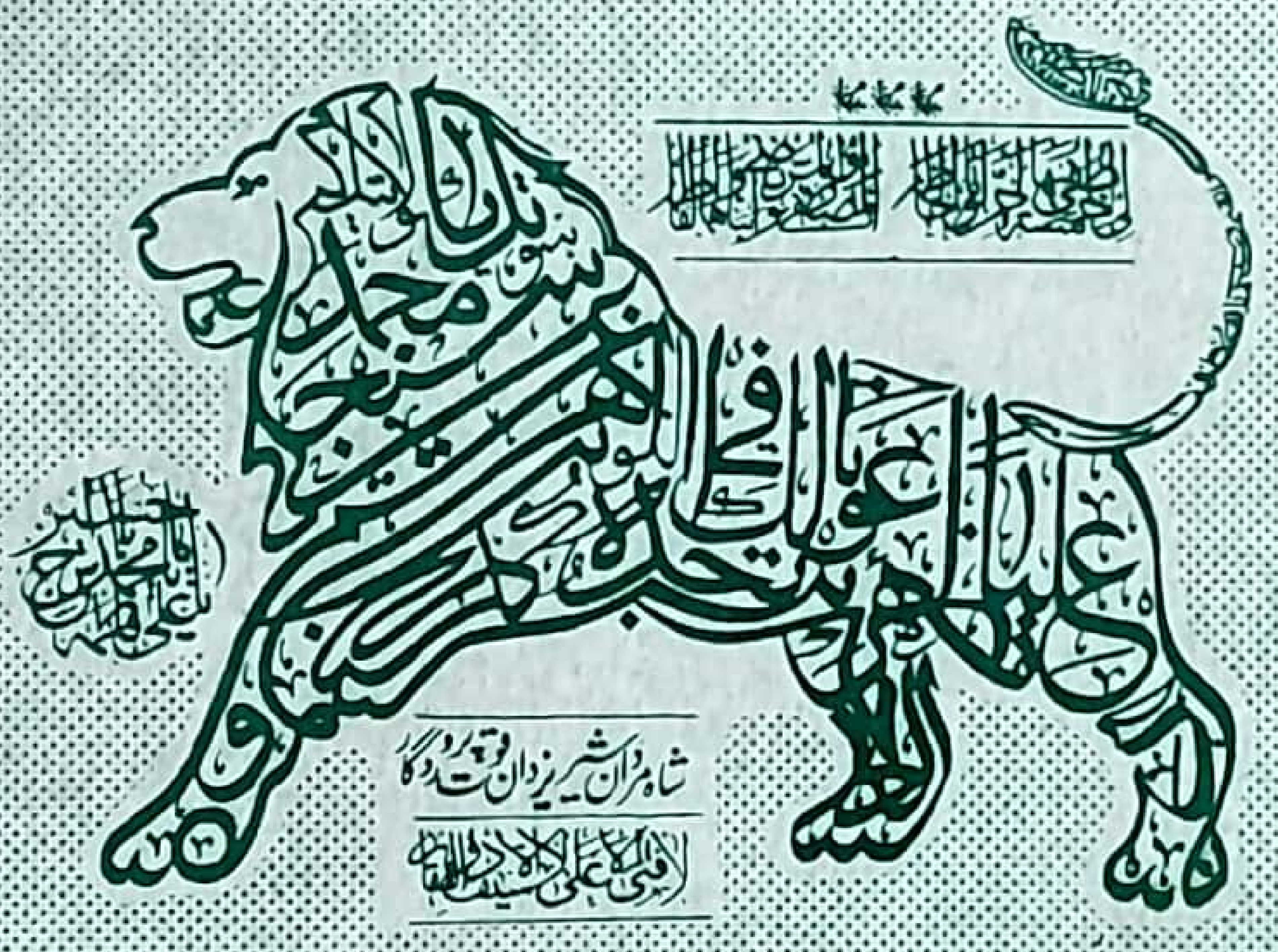

مکتبہ روحانی آئینۂ قسمت

کاشانۂ زنجانی 125 ڈی۔ گلبرگ 2

نزد مین مارکیٹ۔ لاہور۔ کوڈ 54660

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوۡلَاہُ ، اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا ، الحدیث

نادِ علی ۴

مؤلف و مُصنف

ریاض جعفری ایڈووکیٹ

مکتبہ آئینہ قسمت

کاشانہ زنجانی

۱۲۵۔ڈی گلبرگ ۲ لاہور

فون: ۵۴۲۶۶۰

جملہ حقوق بحقِ ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب ________ نادعلیؑ
صفحات ________ ۲۱۲
قیمت ________ [redacted] روپے
مصنف ________ ریاض جعفری ایڈووکیٹ
پبلشر ________ شہزادہ سید انتظار حسین قیصر شاہ زنجانی
کتابت ________ سرفراز ظہیر
پرنٹر ________ شاف پرنٹرز۔ R-1 گرین پارک
ملتان روڈ۔ لاہور

آئینہ قسمت 125-D گلبرگ 2 لاہور

ناشر

ہیڈ آفس:
مکتبہ آئینہ قسمت کاشانۂ زنجانی ۔ ۱۲۵۔ڈی۔ نزد مین مارکیٹ گلبرگ II لاہور
فون: ۵۷۵۲۲۷۷ پوسٹ کوڈ: ۵۴۶۶۰

برانچ آفس:
ادارہ آئینہ قسمت، کاشانہ زنجانی
آرام باغ روڈ، کراچی ۱۷۔ فون: ۲۱۷۵۴۴
پوسٹ کوڈ: ۷۴۲۰۰

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
قرآن اور علیؑ	۶	توریت موسیٰؑ کے دو ممسوح	۹۹
قرآن فہمی اہل الذکر عترت اہلبیت	۱۱	مہاتما بدھ اور ایلی	۱۰۳
قرآن، عترت، اہلبیت	۱۶	استمداد	۱۱۳
محمدؐ و آل محمدؐ کی طینت	۲۰	لوح سلیمانی	۱۴۲
آل، عترت، اہلبیت	۲۹	آیت الکرسی با مؤکل	۱۶۵
البیت العتیق ابوتراب	۴۱	نادعلیؑ صغیر، نادعلیؑ کبیر	۱۶۶
علیؑ ناصر اسلام و ایمان	۵۰	نادعلیؑ با مؤکل	۱۶۸
وارثانِ کتاب	۶۲	پنجل کاف با مؤکل	۱۷۰
آئمہ امت محمدی پہ گواہ	۷۱	نقش پنجتن پاک با مؤکل	۱۷۲
مظہر العجائب	۷۵	مہر نبوت کی مختلف اشکال	۱۷۷
سائنسدانوں کے لئے مظہر العجائب	۸۰	ادعیہ دوازدہ ساعات دوازدہ امامؑ	۱۹۳
معلم موسیٰ تذکرہ ملک صدق	۸۸	نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ	۲۰۷

پیش لفظ

مولائے کائنات باب شہر علوم لدنی پارہ نور اولین و منبع انوار عالمین الکرڑ دن نور ختم المرسلین، امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں بصد ادب و احترام دست بستہ ہدیہ کتاب **ناد علیؑ** کی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

زبان وحی سے نکلے ہوئے فصاحت و بلاغت کے دو جملے آج بھی مسلم اُمہ کو دعوت فکر دیئے ہوئے ہیں۔

"اے علیؑ نہ پہچانا کسی نے تم کو سوائے میرے (حضورؐ) اور خدا کے، نہ پہچانا کسی نے مجھے سوائے تمہارے اور خدا کے اور نہ پہچان سکا کوئی خدا کو سوائے میرے اور تمہارے۔"

اللہُ اکبر

پھر ہماری کیا مجال کہ ہم علیؑ کی عظمت کو مکمل پالیں۔ مگر جو کچھ ہم نے سمندر سے چند قطرے پایا۔ ہدیہ قارئین پیش کر رہے ہیں۔ مولائے کائنات میری اور میرے محسن مؤلف و مصنف جناب ریاض جعفری ایڈووکیٹ کی یہ سعی قبول فرمائیں۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الدُّعَا

حقیر فقیر بندہ پُر تقصیر
شہزادہ سید انتظار حسین شاہ زنجانی

نامِ علیؑ لکھ کر

اگر لکھے تو کیا لکھے یہ حرف آخری لکھ کر — مؤرخ کا قلم سجدے میں ہے نام علیؑ لکھ کر
علیؑ مرتضیٰ ہیں میرے آقا پھر مجھے ڈر کیا — میں طوفاں سے گزر جاتا ہوں سینے پر وصیؑ لکھ کر
تجلی تم پہ بھی قربان ہو گی دونوں عالم کی — جبیں پہ دیکھ لو نام علیؑ تم بھی کبھی لکھ کر
نہ ہے قسمت تشفی کو مری مولا علیؑ آئے — فرشتے لے گئے تھے میرا حال بے لبی لکھ کر
اب اس سے بڑھ کے میری شاعری کی قدر کیا ہو گی — بہت خوش ہوں میں شرحِ خاندان ہاشمی لکھ کر
کبھی تیغ ید اللّٰہی بھی بن جاتا ہے زنجانی — علیؑ کا نام سینے پر بعنوان جلی لکھ کر

شفا اس کے لئے ناظرؔ مقدر ہو ہی جاتی ہے
مریضِ دل کو دیتا ہوں میں جب نادِ علیؑ لکھ کر

سید ناظر حسین ناظرؔ شاہ زنجانی مرحوم
بانی ادارہ آئینہ قسمت لاہور

قرآن اور علیؑ

مشہور حدیث ہے:

علیؑ مع القرآن والقرآن مع علی

مقدم مؤخر کرنے سے تکرار نے ایک عجیب مفہوم پیدا کر دیا ہے۔ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ علیؑ کی بغل میں ہر وقت قرآن دبا رہتا ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ ان کا کوئی کام احکام قرآنی کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا نہیں ہو سکتا جب تک کل قرآن کا پورا علم نہ ہو۔ اور اس کی صحت کا دار و مدار ہے ایک ایک لفظ اور ایک ایک آیت کی صحیح تفسیر اور تاویل جاننے پر۔ اور ایسے صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو راسخون فی العلم ہیں اور یہی درحقیقت حافظِ قرآن ہیں۔ کیونکہ اصلی غرض اس کے احکام کا تحفظ ہے اور یہ تحفظ بغیر احکام پر صحیح عمل کئے ممکن نہیں۔

مثلاً ایک چھوٹی سی آیت ہے:

اعدلوا هو اقرب للتقوی

"عدل کرو، یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔"

عدل اور تقویٰ دو لفظ ہیں پہلے ان کا صحیح مفہوم سمجھنا ہوگا یعنی عدل کے معنی کیا ہیں اور اس کے حدود کیا ہیں؟ کہاں تک کسی عمل میں عدل ثابت ہوگا؟ اور کہاں سے وہ عمل حدود عدل سے باہر ہو جائے گا؟

اسی طرح پہلے تقویٰ کا مفہوم معلوم ہو پھر اس کے حدود معلوم ہوں۔ پھر یہ پتہ چلے کہ عدل و تقویٰ کی قربت کے کیا معنی ہیں؟ جب تک اس لطیف و نازک فرق کا کسی کو علم نہ ہوگا اس آیت پر صحیح طور سے عمل نہ ہوگا اور جس قدر علم میں کمی ہوگی عمل میں نقصان ہوگا۔ اتنا ہی اجر و ثواب کم ہوتا جائے گا۔

پس علیؑ کا قرآن کے ساتھ ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ ہر لفظ و ہر آیت کے صحیح معنی کے وہ عالم ہیں۔ اور اس علم کے مطابق ان کا ہر عمل ہوتا ہے اور یہ وہ کٹھن منزل ہے جس پر سوائے رسولؐ اور اہلبیت رسولؐ کے کسی اور کا نقش قدم نہیں پایا جاتا۔

دنیا میں بے شمار مسلمان ایسے پائے گئے ہیں جن کو صاحبان عدل و تقویٰ کہا جاتا ہے لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو عدالت کے صحیح خط پر از اوّل تا آخر اس احتیاط کے ساتھ قائم رہا ہو کہ اس کے عمل میں نہ تو کبھی افراط کو دخل ہوا نہ تفریط کو۔ افراط کی صورت میں ظلم کی حد آ جائے گی اور تفریط کی صورت میں تظلم کی۔ لہٰذا صاحب تقویٰ کے لئے یہ بھی ضروری ہوگا کہ پہلے وہ ظلم اور تظلم کی حدود سے آشنا ہو ورنہ اسے صراط مستقیم کا پتہ ہی نہ چلے گا اس پر قیام کا تو ذکر ہی کیا۔ یہ صراطِ مستقیم بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ ہمارا اور آپ کا تو ذکر ہی کیا۔ صاحب خلق عظیم محبوب رب کریم حضرت رسولؐ خدا نے اس راہ پر قائم رہنے کی دشواری کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا: شیبتنی سورة هود

"سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔" لوگوں نے پوچھا یہ کیسے؟ فرمایا۔ اس میں حکم ہے: فاستقم کما امرت

"جس طرح تم کو حکم دیا گیا ہے اس پر قائم رہو نہ بال برابر نیچے کو آؤ نہ اوپر کو جاؤ۔"

Scanned with CamScanner

غور کیجئے جب ایک چھوٹی سی آیت کا مفہوم اتنا وسیع ہے اور جب ایک آیت پر عمل کرنا اتنا دشوار ہے تو پورے قرآن پر عمل کرنا کتنا دشوار ہوگا اور اس کے لئے کتنے علم اور صفائی نفس کی ضرورت ہوگی۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہمارا رحیم وکریم خالق کمزوریوں پر نظر کرتے ہوئے ہمارے ہر درجہ کے عمل کو قبول کرکے اسی کے لحاظ سے ہم کو اجر دے دے۔ ورنہ پوری پوری جزا کے مستحق تو وہی لوگ ہوسکتے ہیں جو پورے آداب و شرائط کے ساتھ احکام الٰہی پر عمل پیرا ہوں۔

غالباً اب تو یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ علی مع القرآن سے رسولؐ کا کیا مطلب ہے۔ بلا خوف و تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ منزلت حضرت علیؑ اور دیگر ائمہ طاہرین کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور اسی پر ان کے روحانی اقتدار کی عمارت بلند ہوئی ہے۔

اسی حدیث کے دوسرے فقرے کو لیجئے والقرآن مع علی یہ پہلا جملہ تھا علیؑ کے علم بالقرآن ہونے سے متعلق۔ اب دوسرا جملہ ہے عمل سے متعلق۔ یعنی قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ جب علیؑ کوئی عمل کرتے ہیں تو قرآن اس کی تصدیق کرتا ہوا آتا ہے۔ آگے آگے علیؑ کا عمل ہوتا ہے اور پیچھے قرآن کی تصدیق۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ کم از کم ایک چوتھائی حصہ ایسا ہے جس کے نزول کا سبب علیؑ کا عمل ہے۔

مثلاً فرش رسولؐ پر سوئے، آیت نے اس عمل کو سراہا۔

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ۔

علیؑ نے نماز میں انگوٹھی دی۔ قرآن ولایت سند لے کر نازل ہوگیا۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنو الذین
یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون

علیؑ نے میدان جنگ میں قدم جما کر جہاد کیا۔ قرآن مدح کرتا ہوا آگیا۔

صفاً کانھم بنیان مرصوص ہ یقاتلون فی سبیل اللہ
ولا یخافون لومۃ لائم۔

علیؑ نے سخاوت کی۔ قرآن نے اس کی یوں تصدیق کی۔

یوفون بالنذر ویخافون یوماً شرہٗ مستطیرا ویطعمون
الطعام علیٰ حبہ مسکیناً ویتیماً واسیرا ہ الخ۔

غور کرو کیسا اچھا تلا مرضی الٰہی کے مطابق علی کا علم تھا جس کی تعریف لسان قدرت پر آتی تھی اور بار بار آتی تھی اور ہر عمل کی صحت کی تصدیق کرتی تھی۔ کیا علیؑ کے سوا اور کوئی مسلمان ایسا ہے جس کے عمل کو علی الاطلاق بارگاہ ایزدی میں یہ مقبولیت حاصل ہوئی ہو۔ بندے اگر کسی کو آسمان پر چڑھا دیں، کسی کی تعریف کے پل باندھ دیں، ذرہ کو پہاڑ اور قطرہ کو سمندر کہہ دیں تو وہ جھوٹی تعریف ہوگی۔ خوشامد اور چاپلوسی یا اندھی عقیدت کہی جائے گی۔ کیونکہ وہ عمل کی حقیقت، نیت کے خلوص، اور صحت کی حدود سے ناواقف ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے جس کی تعریف عالم الغیب دل کی آواز سننے والا، خلوص کا علم رکھنے والا خدا جس کی تعریف کرے وہی سچی اور قابل صد فخر و مباہات تعریف سمجھی جائے گی۔

قرآن کو صحیح طور پر نہ سمجھنے سے عمل ناقص ہو جایا کرتا ہے۔ تفسیر اہلبیت میں یہ واقعہ درج ہے۔

صادق آل محمدؐ نے ایک جگہ لوگوں کا مجمع دیکھا ان کے درمیان واعظ بڑا اچھا وعظ کر رہا تھا آپ کھڑے سنتے رہے۔ جب وعظ ختم ہوا تو لوگ منتشر ہوئے اور واعظ وہاں سے چلا۔ آپ اس کے پیچھے پیچھے چلے کہ یہ اکیلا رہ جائے تو اس سے گفتگو کریں۔ وہ ایک بازار میں داخل ہوا اور ایک نانبائی کو دھوکا دے کر اس کی روٹیوں میں سے دو روٹیاں چرا لیں۔ امام کو اس حرکت پر سخت تعجب ہوا۔ واعظ نے آگے بڑھ کر ایک میوہ فروش کی دکان سے دو انار اور ایک خوشہ انگور چرایا۔ امام کو اور زیادہ تعجب ہوا۔ شہر سے باہر جا کر اس نے وہ چیزیں ایک اپاہج کو کھلا دیں۔ امام نے اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

"اے شخص مجھے تیرے عمل نے حیران کر دیا ہے۔ تیرا وعظ تو ایسا تھا اور عمل ایسا" اس نے کہا میں نے کیا گناہ کیا جو آپ کے لئے باعث تعجب ہے۔ آپ نے فرمایا: "تو نے چوری کی"

اس نے کہا سُنیے میں نے دو روٹیاں چوری کیں دو گناہ کئے، دو انار اور ایک خوشہ انگور چرایا۔ تین گناہ یہ ہوئے۔ سب مل کر پانچ ہوئے۔ ان کو اس محتاج کو لاکر کھلایا تو پانچ نیکیاں کیں۔ خدا فرماتا ہے: من جاء بالحسنة فلہٗ عشرۃ امثالھا۔ جس نے ایک نیکی کی اس کو دس گُناہ ثواب ملے گا۔ لہٰذا پانچ نیکیوں بدلہ ملا پچاس۔ ان میں سے پانچ گناہ نکال دیئے تو ۴۵ نیکیاں مجھے بچ رہیں۔

امام نے فرمایا "اے شخص تو گمراہ ہے تو نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں۔ یہ دس گنا ثواب تو اس وقت ملتا جب تو اُسے اپنے مال سے کھلاتا۔ تو نے مال غیر کو اس کی اجازت کے بغیر چوری کر کے کھلایا۔ اس میں نیکی کا کیا سوال"۔

یہ سُن کر وہ واعظ شرمندہ ہوا۔ قرآن نہ سمجھنے سے ایسے اعمال فاسدہ آئے دن دیکھے جاتے ہیں۔

حضرت علیؑ (مس روپ کماری کی نظر میں)

وہ دل ہی پاک ہے جس دل میں مامتا انکی
پسند کرتا ہے بھگوان بھی کتیا ان کی
یہ ہر جگہ کے لئے اور ہر جگہ اُن کی
مدینہ ان کا، نجف ان کا، کربلا ان کی
انہی کے نور کا جلوہ امام غائب ہیں
یہی تو نام خدا، مظہر العجائب ہیں

قرآن فہمی، اہل الذکر، عترت اہلبیت

سورہ بقرہ میں ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک مقتول کو اس کے قاتل کا پتہ چلانے کے لئے بنی اسرائیل کو یہ حکم ہوا کہ وہ ایک گائے جس کے اوصاف قرآن کریم میں مذکور ہیں ذبح کر کے اس کا ایک پارچہ مقتول کے بعض حصوں پر ماریں وہ زندہ ہوکر اپنے قاتل کو بتا دے گا۔ چنانچہ جب ایسا کیا گیا تو مقتول نے زندہ ہوکر اپنا قاتل بتا دیا۔ اس کے بعد وہ مرگیا۔ اس کو غلط تو کہہ نہیں سکتے۔ لیکن مسلمانوں میں کتنے لوگ ہیں جنہوں نے سمجھا ہو کہ اس احیا کا سبب کیا تھا۔ گائے کے پارچے بدن انسان پر مارنے سے حیات کیسے پلٹ آئی۔ قرآن مجید کی سینکڑوں تفسیریں لکھی گئیں۔ جن میں بڑے بڑے دقائق و حقائق بیان ہوئے، بڑی بڑی موشگافیاں کی گئی ہیں لیکن اس منزل پر کسی کا قدم آیا ہی نہیں۔ قرآن فہمی کے دعویدار اس کا جواب دیں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ قرآن میں کوئی غیر ضروری بات بیان کی گئی ہو اور مسلمانوں کی سوجھ بوجھ سے اس کا تعلق ہی نہ ہو۔ یہ تو کتاب کی شان کے خلاف ہے کہ ایسی بات کا ذکر ہی کیوں کیا گیا جو عقل سے کوسوں دور ہو۔

کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ معجزانہ شان ہے لہٰذا اس کو معلوم کرنا ہمارا فرض نہیں۔ یہ واقعہ معجزات موسوی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ گائے کے ذبح

کرنے والے بنی اسرائیل تھے۔ پارچہ گائے کو میت پہ مارنے والے یہودی تھے آیت یہ ہے۔ (فقلنا اضربوہ ببعضها) اضربو صیغہ جمع ہے۔ اگر حضرت موسیٰ مارتے تو (اضرب) بصیغہ واحد ہے۔ علم الحیوانات کے ماہر اور دیگر علما اس کو حل کریں۔ مفسرین بتائیں کہ اس مسئلہ پہ روشنی کیوں نہ ڈالی۔

لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ان حقائق کا علم رکھنے والا کوئی اور گروہ ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے۔ ترجمہ: " اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔" پس معلوم ہوا کہ قرآن میں بعض ایسی چیزیں ہیں کہ ان کا علم مخصوص لوگوں کو ہے لہٰذا قرآن کے ساتھ ایسے لوگوں کو کرنا چاہیئے تھا جو کل قرآن کا علم رکھتے ہوں۔

قرآن مجید میں خدا نے مچھر کی مثال دی ہے اس کی مخلوق بے شمار ہے۔ جن میں حشرات الارض بھی ہیں وہ ہزاروں قسم کے ہیں ان سب میں خدا نے مچھر کو کیوں انتخاب کیا۔ لیکن کتنے اولوالباب ہیں جنہوں نے خلقت مچھر پہ غور کیا۔ جو عجائبات قدرت نے اس کے اندر رکھے ہیں ان پر سے پردہ ہٹایا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ مچھر کی خلقت پہ ریسرچ کریں کفار و مشرقین اور وہ بے خبر رہیں جن کی ہدایت کے لئے کتاب خدا نازل ہوئی۔ تمام تفسیروں کو پڑھ ڈالیئے وجود مچھر پہ کہیں بحث نہ ملے گی۔ حالانکہ اس کا وجود عجائبات قدرت سے اتنا لبریز ہے کہ خدا نے اس کو مثال میں پیش کیا۔ اس بے بسی اور خاموشی سے پتہ چلا کہ قرآن کا سطحی اور جزوی علم لوگوں کے پاس ہے کل قرآن کا نہیں۔ یہ تو وہی سمجھ سکتے ہیں جن کے گھر میں قرآن نازل ہوا۔ اور جو مکتب من لدن کے تعلیم یافتہ تھے اور جن کو رسولؐ نے قرآن کے ساتھ کیا اور جو من عندہٗ علم الکتاب کے مصداق تھے۔ قرآن فہمی کا دعویٰ ان کے سوا دوسرا نہیں کر سکتا اور اگر کر سکتا ہے تو ان مسائل کو حل کرے۔

سورۂ نحل میں نحل کی طرف غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے اس کا چھتہ بنانے پہ توجہ دلائی گئی ہے اس کے شہد کو اشفائے امراض بتایا گیا ہے۔ کتنے مفسرین قرآن ہیں جنہوں نے ان سوالات کا حل تلاش کیا۔ مکھی جو چھتہ بناتی ہے اس مادہ کو موم کہا جاتا ہے۔ یہ مادہ پھولوں کے کس حصہ سے اس کو حاصل ہوتا ہے

اور آفتاب کی حدّت سے وہ پگھلتا کیوں نہیں؟ مکھی کے اندر کونسی مشین ایسی ہے جو شہد بناتی ہے۔ پھولوں کا رقیق رس اس کے اندر جاتے ہی گاڑھا کیسے ہو جاتا ہے؟ پھول کا رقیق رس پھول پر بیٹھ کر وہ کیسے چوس لیتی ہے؟ ایک مقام پر اگر بہت سے چھتے ہوں تو ہر چھتہ کی مکھی اپنے چھتہ کو بھول کیوں نہیں جاتی۔ ان کا بادشاہ غیر مکھی کو اپنے چھتے میں نہیں آنے دیتا۔ اس کی شناخت کا ذریعہ کیا ہے پھول سے تری نکلنے کے بعد پھول خشک کیوں نہیں ہو جاتا؟ شہد میں یہ تاثیر کیوں پیدا ہوئی۔ جبکہ مکھی نے صرف پھولوں کا رس چوسا ہے۔ اس کے اندر امراض کو شفا دینے والا مادہ کہاں سے پیدا ہو گیا۔ علم نباتات کے ماہرین اس کا جواب دینے کی کوشش کریں۔

قرآن میں نحل کا ذکر صرف اس لیے نہیں ہے کہ صاحبان فہم و فراست اس پر غور نہ کریں لہٰذا ماننا پڑے گا کہ کوئی طبقہ ضرور ایسا ہے جو ان مسائل کا حل جانتا ہے اور وہ مکھی کے عمل سے بہت سے علوم کا انکشاف کر سکتا ہے اور یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اس قرآن میں ہر شے کا بیان ہے ہر قسم کا علم ہے اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اس میں قرآن کی جامعیت میں فرق نہیں آتا۔ قرآن کے ساتھ رسولؐ نے ایسے لوگ کر دیئے ہیں جو ان تمام مسائل کو جاننے والے ہیں اور حقیقی مفسر قرآن ہیں۔

حضرت یونسؑ کے قصّہ میں ہے کہ جب بطن حوت سے نکلے تو خدا نے کدو کی بیل پیدا کر کے اس کو ان کی غذا قرار دیا۔ کسی نے اس پر غور کیا ہے کہ کئی روز کے بھوکے پیاسے نبی کے لیے کدو کی غذا اور وہ بھی کچا کدو کیوں تجویز کیا گیا کوئی ہے اس مسئلہ کا حل کرنے والا۔

انجیر اور زیتون کی قسم خدا نے کھائی ہے۔ اور بھی بہت سے درخت ایسے ہیں جن کے بے شمار فوائد ہیں جیسے ناریل اور کھجور وغیرہ لیکن ان کی قسم نہیں کھائی۔ اس میں کیا راز ہے؟

قرآن کے کچھ ظواہر ہیں اور کچھ بواطن ہیں اس کا کلی علم سوائے رسولؐ اور آئمہ اہل بیت، دوسروں کو حاصل نہیں۔ وہ قرآن کی ایک ایک آیت کے بواطن

سے باخبر ہیں۔ انہی بواطن سے ان تمام علوم کا اخراج ہوتا ہے جو آج تک دنیا میں رائج ہیں۔ اگر یہ اخراج کرنے والے نہ ہوں تو اس دعوے کا ثابت کرنا مشکل ہوگا کہ ہر رطب و یابس قرآن کے اندر ہے۔ اور یہ کہ ہر کرشمے کا بیان قرآن کے اندر ہے۔ قرآن سے تمام علوم کے اخراج کا پتہ اس سے چلائیے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا ہے کہ رسولؐ نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم کئے اور ہر باب سے اور ایک ہزار باب مجھ پر کھل گئے۔ یہ ہزار باب جو رسولؐ نے تعلیم دیئے ان کا ماخذ قرآن کے سوا اور کیا ہو سکتا۔ یہ باب جو رسولؐ نے تعلیم دیئے علمی اصول تھے۔ علیؑ نے جب قرآن میں تدبر کیا تو ہر علم کے تحت ایک ایک ہزار شاخ اور پیدا ہو گئے خلاصہ یہ ہے کہ کل قرآن کا علم سوائے محمدؐ و آل محمدؐ اور کسی کو نہیں دیا گیا۔ اس کی جہت ظرف کے لحاظ سے مظروف ہے۔

اگر ایک پیالہ میں ایک گھڑا پانی ڈال دیا جائے تو جتنا ظرف ہے اتنا ہی اس میں رہے گا باقی چھلک جائے گا اور لوگ اس کی تاب نہ لا سکتے تھے۔

قرآن میں ایک ایسی چیز ہے جس کا تعلق ایک خاص گروہ سے ہے اور وہ ہیں حروف مقطعات۔ سوال یہ ہے کہ اگر قرآن سب کی ہدایت کے لئے یکساں آیا ہے تو حروف مقطعات سے لوگوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ کیونکہ قرآن میں کوئی چیز عبث نہیں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ کوئی گروہ ضرور ایسا ہے جو ان کا مفہوم سمجھتا ہے اور ان سے ہدایت کے دروازے ان پر کھلتے ہیں اور وہ گروہ سوائے محمدؐ و آل محمدؐ کے دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی اس کو نہیں مانتا تو بتائے کہ حروف مقطعات ہی کے قرآن میں شامل کرنے سے کیا فائدہ ہوا۔

علم الحروف کے ماہرین جانتے ہیں کہ حروف اور ان کے اعداد میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوت بخشی ہے۔ حروف مقطعات ہی کے اندر اسم اعظم الٰہی ہے جس کا پورا پورا علم محمدؐ و آل محمدؐ کو خاص ہے۔

قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی عظمت کی بنا پر پہاڑ جگہ سے ہٹ سکتے ہیں، زمین سمٹ کر آ سکتی ہے۔ مردے بول سکتے ہیں۔ بتاؤ اس کا ثبوت قرآن خوانوں میں سے کس نے پیش کیا؟ یہ صرف آل محمدؐ ہی تھے کہ نصارائے نجران کے چیف پادری

نے ان کی صورتیں دیکھتے ہی کہہ دیا تھا۔ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے سوال کریں کہ پہاڑ جگہ سے ہٹ جائے تو خدا ضرور ہٹا دے گا۔ اگر کوئی ضرورت پیش آتی تو ضرور قرآن کی اس عظمت سے کام لیتے۔ جن کی دعا اور آہن سے ڈوبا سورج واپس پلٹا۔ سنگریزے موتی بن گئے۔ سوکھے درخت ہرے ہو گئے ان قرآنی آیات کی مدد سے پہاڑ کا ہٹا دینا بھی ممکن تھا۔

جب مدائین میں سلمان فارسی کا انتقال ہوا تو علیؑ چشم زدن میں مدینہ سے مدائین پہنچے۔ امام زین العابدینؑ نے ایک شیعہ زائرہ کی عورت کو جو اثنائے سفر میں مرگئی تھی زندہ کر کے بھی دکھا دیا۔ اگر ان واقعات کو نہیں مانا جاتا تو قرآن کے اس دعویٰ کو مسلمان ثابت نہیں کر سکتے۔ چودہ صدی کے اندر سوائے محمدؐ و آل محمدؐ کے اور کسی نے ایسا کر کے دکھایا؟

رسولؐ نے اہل بیت کو قرآن کے ساتھ اس لئے کیا تھا کہ:

١۔ اس کے الفاظ و آیات کی صحیح تاویل و تفسیر بتائیں۔
٢۔ ہر آیت یا پارہ کی شان نزول بیان کریں۔
٣۔ الفاظ کے تقدم و تاخر کو بتائیں۔
٤۔ اسرار و غوامض کو سمجھائیں۔
٥۔ اوامر و نواہی کی حقیقت بیان کریں۔
٦۔ اس کی عظمت کا نقش لوگوں کے دلوں پر بٹھائیں۔
٧۔ اس کے اندر جو علوم و فنون ہیں ان کو واضح کریں۔

وفقی زائچہ
مصنف: ڈاکٹر محمد ایوب تاجی
قلیل وقت میں اہم معلومات کا خزانہ حاصل کرنے کا فن پیش کرتے ہیں۔
قیمت: ۵۰ روپے

قرآن ۔ عترت ۔ اہلبیت

اگر محمدؐ و آل محمدؐ کا نور اوّل نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا۔ یہ کائنات سے جداگانہ نوع ہیں۔ ان کی تخلیق کا قیاس کائنات کی کسی شے سے نہیں ہو سکتا۔ یہ لا شئے سے بنے۔ کسی مخلوق کو یہ نصیب نہیں جو ان کو حاصل ہوا۔ کوئی نمونہ نہ تھا اس اوّل ہستی کا۔ یعنی سرکار دو جہاں کے نور کا جس کے اجزاء ہیں یہ چودہ۔

یہ بنا اوّل اور بنایا معرفت کرانے کے لئے۔ مسلمانان عالم کا یہ ایمان ہے کہ سب سے اوّل ہمارے حضورؐ کا نور بنا۔ تو اب اس ذات اوّل میں جس کو خدا نے اوّل بنایا اس نے معرفت خدا کس طرح حاصل کی۔ وہ کیوں کر حاصل کی۔ جبکہ کوئی شے نہ تھی۔ معرفت علم کو کہتے ہیں۔ علم کی قسمیں ہیں جس کا تعلق کائنات سے ہو اس کو علم بولا جاتا ہے اور شخصیات سے تعلق ہو تو اسے معرفت بولا جاتا ہے۔

اس مسئلے کو حکما، فلاسفر حل نہ کر سکے۔ اس کو اگر حل کیا تو آئمہ طاہرین نے۔ معلول سے علت کو پہچاننا، مصنوع سے صانع کو پہچاننا، مخلوق سے خالق کو پہچاننا، اثر سے مؤثر کو پہچاننا۔ یہ تو فطرت ہے کائنات کی۔ مگر اول کائنات کی نہیں۔ کیونکہ وہاں معلول اول ہے ہی نہیں۔ کوئی مخلوق، کوئی مصنوع ہے ہی

نہیں۔ تو یہ جو اوّل بنا اس نے کیا دیکھا جو خدا کو پہچانا۔ اس نے کیا دیکھا جب کچھ نہ تھا۔ جب لا شے وہ وجود میں آیا۔

دعائے صباح میں امیر المومنین علیؑ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا مَنْ دَلَّ عَلٰى ذَاتِهٖ بِذَاتِهٖ

"اے وہ ذات کہ جس نے اپنی ذات کی رہنمائی کی اپنی ہی ذات کے ذریعے (کوئی غیر نہیں درمیان میں)"

امام زین العابدینؑ نے بہت واضح کر دیا: اِلٰهِي بِكَ عَرَفْتُكَ۔ صحیفہ کاملہ میں ہے: "اے میرے مالک! میں نے تجھے تجھ ہی سے پہچانا۔"

وَاَنْتَ دَلَلْتَنِي عَلَيْكَ

"اور تو نے خود ہی میری رہنمائی کی اپنی ذات کے لئے۔"

معصوم فرماتے ہیں: ان اللّٰہ خلق ارواحنا

"خدا نے ہماری روحوں کو پہلے پیدا کیا" واسکنھا فی النور "اور نور کو ملایا پھر روح کو ساکن کیا یعنی روح کو سکونت دی نور میں اور جب وہ آگئی تو ادھر وہ آئی تو فانطقنا۔ اس کے آتے ہی ہم عالم بن گئے، ناطق بھی بن گئے، نطق بھی کرنے لگے۔

اب معلوم ہوا۔ صادق آل محمدؐ نے فرمایا: اودعنا معرفتہ خدا نے ودیعت کی معرفت ہمارے اندر۔ یعنی ہمارے اجزائے تخلیقیہ کو ایسا بنا دیا کہ علم ان کے اجزاء میں شامل تھا۔ اور معرفت ان کی روح اور نور کے مل جانے کا نتیجہ ہے۔ یہ پہلا نطق تھا لا الٰہ الا اللّٰہ جب اوّل نور بنا تو حروف تہجی پیدا ہوئے اور یہ مل کر مرکبات اور لفظ بن کر ظہور میں آئے اس ناطق اوّل میں۔

امام محمد تقیؑ فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ خلق الاسماء والصفات بالحروف والحروف بالاصوات

"اللہ نے پیدا کیا اسماء کو اور صفات کو حروف سے حروف بنایا۔ اور

حروف کو بنایا نطق سے اور نطق کو پیدا کیا نور اوّل سے۔ جب وہ بولا تو الفاظ بنے، جملے بنے، آئتیں بنیں، آئتیں بنیں تو رکوع بنے، رکوع بنے تو سورے بنے یہ پارے اور پارے بنے قرآن۔ اگر وہ ناطق اول نہ ہوتا تو قرآن نہ ہوتا تو قرآن ناطق وہ ہے جب وہ زمین پر آیا نطق کرتا گیا، بولتا گیا۔ یعنی نور اول جب بولا سُننے والوں نے سُنا اور لکھا۔ تو بولنے کے بعد سُننے اور لکھنے میں آیا۔ کیونکہ خدا نے ان کے اجزا میں دے دیا تھا۔ ان کے قرأت کرنے سے قرآن بنا۔ اور جو قرآن کی قرأت کی وہ کہاں سے کی؟ زبان پر تو ہے لیکن آیا کہاں سے۔ جب یہ بولے تو قرآن اور جو ان کے سینے کے اندر ہے اس کو قرآن بتاتا ہے انہ القرآن کریم "یقیناً یہ جو حضورؐ بول رہے تھے قرآن کریم ہے، حضورؐ جو بول رہے ہیں قرآن کریم ہے فی کتاب مکنون: "یہ قرآن کریم چھپی ہوئی پوشیدہ کتاب مکنون میں ہے جہاں سے پڑھ رہے ہیں۔

لا یمسہ الا المطھرون: "اس کتاب کو کوئی چھو نہیں سکتا وہ کسی سے مس ہو نہیں سکتی سوائے ان کے جن کو خدا نے مطہر کیا ہے، آیت تطہیر آئی ہے جن کے لئے، ان کے سوا اس کتاب مکنون کو کوئی چھو نہیں سکتا۔ کوئی وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ تو اب کتاب مکنون سینہ محمدؐ عربی ہے اور جو آپؐ نے ارشاد فرمایا یا تلاوت کیا وہ ہے قرآن۔

یہ ان کے اجزاء میں شامل ہے۔ نطق بھی، علم بھی، معرفت بھی، اور جب ان کے اجزاء تخلیق میں خالق نے ودیعت کر دیا تو جو ان کے اجزاء بدن ہیں بشری شکل میں۔ آپ چاہے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ ان کے جسم کو کاٹ ڈالیں۔ قرآن جُدا نہ ہوگا، نطق جُدا نہ ہوگا وہ ان کی روح و نور کو ملا ہے، یہ بطن مادر میں بھی کلام کرتے ہیں اور بشری شکل میں پیدا ہوتے ہی کلام کرتے ہیں ان سے قرآن جدا نہیں ہوگا۔ وہ تو ان کی تخلیق میں ہے۔ ان کے اجزائے تخلیقیہ میں ہے۔ اگر ٹکڑا ٹکڑا جدا ہوگا، سر جُدا ہوگا۔ قرآن پڑھے گا۔

سید الشہدا امام حسینؑ نے سر اقدس نے نوک نیزہ پر کلام مجید کی

تلاوت فرمائی۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ
كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا (پارہ: ۱۵ - ۱۳)

"یعنی کیا تم نے گمان کر لیا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے ایک عجب نشانی تھے"

اور یہ آیہ مجیدہ پڑھ کر ثابت کر دیا کہ ہم وارثان قرآن ہیں۔ ہم قرآن سے جدا نہیں ہو سکتے اور نہ قرآن مجید ہمارا ساتھ چھوڑ سکتا ہے۔

قرآن مجید کی آیت:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ

"یعنی وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے" ان وارثان کتاب کی شان میں ہی صادق آسکتی ہے۔ انہوں نے دُنیا کو حقیقت قرآن سے روشناس کیا۔ یہ معصوم ہستیاں ہی وارث کتاب (قرآن) ہیں۔ ان ہی کا اللہ نے اصطفیٰ کیا۔ انہی پر رسولؐ کی زبان سے سلام کہلوایا۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔

"کہہ دیجئے کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور سلام ہے اس کے ان بندوں پر جنہیں اللہ نے برگزیدہ کیا۔

محمدؐ وآلِ محمدؐ کی طینت

محمدؐ وآلِ محمدؐ کی طینت یعنی مادۂ وجود عام لوگوں کی طینت سے جُدا ہے، اصول کافی میں متعدد احادیث اس سلسلہ میں امامِ جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو طینت علیین سے پیدا کیا ہے۔

انبیاء اور آئمہ کی خلعت چونکہ عالم امری سے ہوتی ہے لہٰذا ان کا قیاس دوسروں پر نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی عقل وفہم کو تدریجی ترقی نہیں ہوتی بلکہ وہ پیدا ہی کامل العقل ہوتے ہیں۔

جناب ابراہیمؑ کے متعلق قرآن بتاتا ہے۔ "ہم نے پہلے ہی ان کو صاحبِ رشد بنا دیا تھا جبکہ بچپن ہی میں انہوں نے کوکب و قمر وشمس کے حادث ہونے کو جن کو لوگ معبود مان رہے تھے ناقابلِ انکار دلیل سے ثابت کر دیا۔"

جناب اسحٰق کے لئے فرمایا: "ہم نے ان کو علیم (بڑا علم رکھنے والا) فرزند کی بشارت دی۔ علیم اور عالم میں جو فرق ہے اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ پیدا ہی علم لے کر ہوئے تھے۔

جناب یحییٰ کے متعلق ہے کہ انہوں نے پیدا ہوتے ہی حضرت عیسٰی کی تصدیق

کر دی۔ جناب عیسٰی نے آغوش مادر میں ہی اپنی ماں کی عصمت کی گواہی دی اور اپنی نبوت کا اعلان کیا۔

خاتم الانبیاءؐ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اور اپنی والدہ سے کلام کیا۔

حضرت علیؑ نے پیدا ہوتے ہی کتب آسمانی کی تلاوت کی۔

حضرت امام حسنؑ بچپن میں ہی آوازِ وحی سن لیتے تھے اور اپنی والدہ سے بیان کر دیتے تھے۔

آئمہ حضرات نے دنیا کے کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی بلکہ ان کا علم سینہ بسینہ تھا جو رسولؐ سے علیؑ کو ملا۔ اس علم میں غلطی کا امکان نہیں۔ اس علم میں وہم و گمان وظن کو دخل نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس گروہ کی عقلی اور ذہنی صلاحیتیں تمام ابنائے روزگار سے بالکل جُدا ہوتی ہیں۔

تمام انسانوں کے حصول علم کے تین ذریعے ہیں۔

اول حواس، دوسرے عقل، تیسرے خبر۔ لیکن یہ تینوں ذریعے ناقص ہیں۔

حواس پانچ ہیں۔

قوت باصرہ، قوت سامعہ، قوت لامسہ، قوت شامہ اور قوت ذائقہ

قوتِ باصرہ

ہر صاحب بصارت انسان میں یہ قوت ناقص ہے اور اس کے درجات مختلف کوئی سامنے کی چیز مشکل سے دیکھتا ہے، کوئی سو گز دور کی، کوئی ایک فرلانگ کی اور کوئی ایک میل کی۔ ان درجات کے اختلاف سے بنی آدم کے درمیان بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس قوت کا ضعف صحیح علم تک رسائی نہیں ہونے دیتا۔ مثلاً رات کو تاریکی میں رسی سانپ نظر آتی ہے۔

قوتِ سامعہ

اس کا بھی وہ حال ہے جو قوت باصرہ کا۔ اکثر آوازیں مشتبہ ہو جاتی ہیں اور انسان دھوکا کھا جاتا ہے۔

قوتِ ذائقہ، لامسہ، شامہ

ان میں بھی قسم قسم کی غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔ آدمی ایک چیز کو چکھتا ہے چھوتا یا سونگھتا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہے یا کچھ یا کچھ سمجھ لیتا ہے۔ غرضیکہ حصولِ علم کے یہ تمام ذرائع چونکہ ناقص ہیں لہٰذا ان سے حاصل ہونے والا علم بھی ناقص ہوگا۔

ان حواس خمسہ میں قوت باصرہ اور سامعہ کو رشد و ہدایت سے زیادہ تعلق ہے۔ یعنی عمل رسول ؐ یا امام ؑ کو دیکھے اور اس کے قول کو سُنے اور یاد رکھے باقی تین کا تعلق اس کی ذات سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روز قیامت سامعہ، باصرہ اور قلب تین چیزوں سے سوال ہوگا۔ ذائقہ، لامسہ اور شامہ سے نہیں یعنی جو تم نے سنا تھا، دیکھا تھا اور سمجھا تھا اس پر عمل کیوں نہ کیا۔

دوسرا ذریعہ تحصیل علم کا عقل ہے یہ بھی ناقص ہے کیونکہ اول تو عقلوں میں تفاوت ہے دوسرے عقل میں پختگی آتی ہے علم سے۔ پس اگر علم ناقص ذرائع سے حاصل ہوا تو نتیجہ میں یہ نقصان عقل میں پایا جائے گا۔ تیسرے عقل جذبات سے مغلوب ہو کر اپنی نورانیت کھو بیٹھتی ہے۔ چوتھے ماحول کے اثر سے زنگ آلود ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ ایک وقت کے عقلی کارنامے دوسرے زمانہ میں کام نہیں آتے۔ عقلائے روزگار کے مسلمات پر اعتراض ہوتے ہیں۔ اصول و قواعد مجوزہ بدلے جاتے ہیں اور تجویزیں مسترد ہوتی ہیں۔

تیسرا ذریعہ حصولِ علم کا خبر ہے لیکن خبر متحمل صدق و کذب ہوتی ہے، لہٰذا جھوٹی خبروں سے جو علم حاصل ہوگا وہ یقیناً ناقص ہوگا۔

پس جب حصولِ علم کے یہ تینوں دروازے قابلِ اعتماد نہیں تو ان کی جگہ ایسے تین دروازے تلاش کئے جائیں جو ان نقصانات سے خالی ہوں تاکہ علم صحیح سرچشموں سے حاصل ہو۔ ایسے لوگ دنیا میں ضرور آنے چاہئیں جو بلحاظِ خلقت درجہ کمال پر فائز ہوں اور بطور نمونہ ہر زمانہ میں موجود بھی رہیں ورنہ

قدرت کاملہ الٰہیہ پر یہ الزام عائد ہوگا کہ اس کو کامل انسان پیدا کرنے پر قدرت نہیں جو پیدا کرتا ہے ناقص ہی پیدا کرتا ہے۔

انبیاء و مرسلین و آئمہ طاہرین کو جو حصول علم کے ذرائع دیئے گئے ہیں وہ کامل ہیں ناقص نہیں تاکہ صحیح معنی میں ہدایت ہو سکے اور وہ حصول علم میں غیر کے محتاج نہ ہوں۔ اب اس کی توضیع سُنیئے۔

قوتِ باصرہ و سامعہ

جناب ابراہیم ؑ کے متعلق ہے (الانعام) "ہم نے جناب ابراہیم کو آسمان اور زمین کا نظام دکھایا تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں"۔

یہ تھی ایک نبی کی قوت باصرہ جس نے زمین پر سے ارضی و سماوی نظام کو دیکھ لیا اور کوئی پردہ نگاہ کے درمیان حائل نہ ہوا اور کتنی قوت تھی اس نگاہ میں کہ چند منٹ میں اس نظام کو دیکھ کر پلٹ آئی اور کتنی قوت تھی اس قلب سلیم میں کہ جو کچھ دیکھا تھا اس کا علم اپنی رگوں میں لے لیا۔

اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ علم ناقص ہوگا اور اس عینی مشاہدہ سے حق الیقین حاصل نہ ہوا ہوگا؟

دنیا کے عقلمند، سائنس کے ناخدا سال ہا سال سے چاند پر کمند ڈالنے کی فکر میں ہیں۔ قسم قسم کے راکٹ بنا کر اڑائے جا رہے ہیں۔ تصویریں لی جا رہی ہیں۔ اس کے نظام پر غور کیا جا رہا ہے مگر ابھی تک کوئی تسلی بخش چیز حاصل نہیں ہوئی۔ یہ تو صرف ایک چاند کی کہانی ہے جو سماوائی نظام کا چھوٹا سا جزو ہے تمام ملکوت و سماوات کے دیکھنے کا ذکر ہی کیا۔ یہ طاقت تو نبی کی آنکھ کے سوا اور کسی آنکھ میں ہو ہی نہیں سکتی۔ چاہے طاقتور سے طاقتور دُوربینوں سے مدد بھی لی جائے۔

اب حضرت سلیمان ؑ کے قصہ پر غور فرمائیں۔ وادی نمل سے گزر رہے ہیں لشکر ساتھ ہے۔ ایک چیونٹی کی آواز سنائی دیتی ہے جو اپنی قوم کو للکار کر کہہ رہی تھی: "اے چیونٹیوں اپنے اپنے سوراخوں میں داخل ہو جاؤ،

تاکہ سلیمانؑ اور اس کا لشکر بے پرواہی سے تمہیں کچل نہ دے"۔

یہ آواز جناب سلیمانؑ کے کان میں آگئی۔ اندازہ فرمادیں ایک نبی کی قوت سامعہ کا۔ اول تو کھلی وادی پھر اس چیونٹی کی آواز۔ کس کی طاقت ہے کہ سن لے۔ طاقتور مائیک لگایا جائے تب بھی کھلے میدان میں چیونٹی کی آواز نہیں سنی جاسکتی۔ یہ نبی ہی کی قوت تھی کہ اس کو سن لیا۔

حضرت سلیمان اس وقت گھوڑے پر سوار تھے اترے اور چیونٹیوں کے لشکر میں سے اسی چیونٹی کو اٹھا لیا۔ یہ تھی ایک نبی کی قوت باصرہ۔ اول تو چیونٹیوں میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ پھر وہ چیونٹی لشکر کے اندر تھی۔ سوائے نبی کے کس کی قوت باصرہ اتنی قوی ہو سکتی ہے کہ اس پہ نگاہ جما کر اٹھا لے اور پوچھتے ہیں کہ تونے ایسا کیوں کہا۔ اس چیونٹی نے جواب دیا۔ یا نبی اللہ معصوم تو صرف آپ ہی ہیں سارا لشکر تو نہیں۔

قوت شامہ

ہر انسان ایک معین حد تک خوشبو یا بدبو سونگھ سکتا ہے مگر انبیاء کوسوں دور کی چیز سونگھ لیتے ہیں۔

جب حضرت یوسفؑ کا کرتا بشیر مصر سے لے کر چلا تو حضرت یعقوبؑ نے جو کنعان میں تھے بوئے پیرہن یوسف سونگھ لی اور فرمایا: "اگر تم مجھے سٹھیا ہوا نہ سمجھو تو میں بتادوں کہ میں یوسفؑ کی خوشبو سونگھ رہا ہوں"۔
یہ ہے قوت شامہ نبی کی۔

قوت ذائقہ

جب حضرت خضر سکندر کو لے کر چشمہ آب حیات پر پہنچے تو اس کا پانی ذرا سا چکھ کر پتہ چلا لیا کہ یہ آب حیات ہے لہٰذا سکندر کو وہاں سے ہٹا لائے۔

قوت لامسہ

محفل فرعون میں جب حضرت موسیٰؑ کو دودھ پلانے کے لئے کسی دائی کی گود میں دیا جاتا تھا تو اس کے جسم سے متصل ہوتے یہ محسوس کر لیتے تھے کہ یہ ان کی ماں نہیں ہے۔

یہ تو بیان تھا انبیاء کے حواس خمسہ کا۔ اب ان کے اجسام طاہرہ کے متعلق سنیئے جن کی طینت عام طینتوں سے جدا ہے۔ بغیر ان کے قصد و ارادہ کے کوئی چیز ان کے اجسام کو نقصان نہیں پہنچا سکتی بلکہ ان سے منسوب چیزوں کو بھی۔

جناب ابراہیمؑ کو آتش نمرود نہ جلا سکی، تابوت موسیٰؑ کو دریائے نیل نہ ڈبو سکا۔ جناب عزیرؑ سو برس تک مردہ پڑے رہے مگر کیا طاقت تھی مخلوق کی کہ ان کے جسم پر کوئی تصرف کر سکتی۔ بدستور ان کا جسم ویسا ہی رہا نہ گلا نہ سڑا، نہ سوکھا بلکہ جو کھانا ساتھ تھا وہ بھی سو برس تک نہ بسا اور نہ ہی سوکھا۔ اور نہ ہی خراب ہوا۔

یہ تو تھا انبیاء کا حال۔ اب حال سنیئے محمدؐ و آل محمدؐ کا۔ جن کا علم تمام انبیاء سے زیادہ تھا۔

جناب موسیٰؑ کلیم اللہ تھے بلحاظ علم ان کو حضرت خضر کا تلمذ حاصل کرنا پڑا۔
جناب داؤدؑ کے پاس جب یہ مقدمہ آیا کہ میرے پاس ایک بکری ہے اور دوسرے کے پاس ۹۹ ہیں وہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی میں اسی کو دے دوں۔ فیصلہ میں جناب داؤدؑ سے چوک ہوگئی اور وہ سمجھ گئے کہ میں امتحان میں تھا۔

جناب سلیمانؑ کو منطق الطیر کا علم دیا گیا تھا مگر ہدہد نے ان کی کمی علم کا تذکرہ کر ہی دیا۔ سورہ نمل میں ہدہد کا یہ قول مذکور ہے (اس نے کہا مجھے وہ بات معلوم ہوئی ہے جو اب تک حضور کو معلوم نہیں ہے۔ میں آپ کے پاس ایک تحقیقی خبر شہر سبا سے لے کر آیا ہوں)
انبیاءؑ کے مدارج بہت بلند ہیں۔ ہم ان کی حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتے

Scanned with CamScanner

لیکن ان کے درمیان بھی فضیلت کے درجات ہیں۔

تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض

"یہ انبیاء ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے"۔

ہر نبی کو حسبِ ضرورت خدا کی طرف سے علم دیا گیا مگر ہمارے نبیؐ کو ہر شے کا علم دیا گیا۔

(علمک ما لم تکن تعلم) جو بھی تم نہ جانتے تھے وہ سب بتا دیا گیا ہے اور یہ تمام تعلیم قرآن کے ذریعے سے ہوئی جس میں ہر شے کا بیان ہے۔

بتیاناً لکل شیٔ ۔ اسی قرآن کا پورا علم بمصداق من عندہٗ علم الکتاب حضرت علیؑ کو تھا اور ان کے بعد تمام آئمہ کو۔

محمدؐ و آلِ محمدؐ کے حواس کی تکمیل

جناب ابراہیمؑ کو ملکوت سماوات و ارض تو دکھایا گیا مگر زمین ہی پر سے دکھایا گیا اور خاتم الانبیاءؐ کو قاب و قوسین اور ادنیٰ تک پہنچا کر آیت کبریٰ کو دکھایا۔ جس کا مرتبہ ملکوت سماوات سے زیادہ تھا۔ دور سے دکھانے اور پاس سے دکھانے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

جناب موسیٰؑ کی بصارت ایک صاعقہ کی تاب نہ لائی اور حضورؐ سرورِ انبیاء نے پاس سے دیکھا اور پلک نہ جھپکی۔

کتاب بصائر الدرجات میں جابرؓ ابن عبداللہ سے منقول ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ انبیاء اور اولیا میں پانچ روحیں ہیں۔ ان میں سے ایک روح القدس ہے اس کے ذریعے سے ہر امام ہر اس چیز کو دیکھ لیتا ہے جو زیرِ عرش یا زیرِ زمین ہے۔

اسی کتاب میں امام رضاؑ نے فرمایا ہے "امام زمین میں ایسا ہے جیسے چاند آسمان میں کہ وہ اپنی جگہ پر رہ کر تمام چیزوں کو دیکھتا ہے۔ یہ ہے امام کی قوت بصارت۔

سورہ توبہ میں ہے (تم جو عمل کرو تو یہ سمجھتے ہوئے کرو کہ اللہ اس کو دیکھتا ہے اور اس کے رسولؐ اور کچھ ایمان والے) علمائے اسلام بتاتے ہیں کہ یہ کون مومنین ہیں جو اللہ و رسولؐ کی طرح لوگوں کے خفیہ اعمال کو دیکھنے والے ہیں۔ عام لوگوں کی بصارت کہاں کہ پسِ پردہ اعمال کو بھی دیکھ لیں۔ لوگوں کو اپنے گھر والوں کے اعمال کا تو پتہ نہیں چلتا وہ بے چارے دوسروں کے اعمال کا کیا پتہ چلائیں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ اہلِ ایمان کا کوئی خاص گروہ ہے جس کی نظر رسولؐ کی سی نظر ہے اور رسولؐ کی نظر کے سامنے کوئی پردہ حائل نہیں ہوسکتا۔

اسلامی تاریخوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ جناب عباس بن عبدالمطلب جنگ بدر کے بعد قید ہوئے تو ان سے فدیہ مانگا گیا۔ انہوں نے کہا کہ "میرے پاس کیا ہے جو فدیہ ادا کر دوں"۔

فرمایا: "مکہ سے چلتے وقت جو سو دینار اپنی بی بی اُم الفضل کو دے آئے ہو اس میں سے دو"

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز خفیہ طور سے دی گئی تھی رسولؐ کی آنکھ اُسے دیکھ رہی تھی۔ پس جن مومنین کو اللہ اور رسولؐ کے ساتھ وائی اعمال خلق بتایا گیا ہے ان کی نظر کے سامنے بھی کوئی پردہ حائل نہ ہونا چاہیئے۔ اسی لئے تو ان حضرات کو عین اللہ الناظر و اذن الواعیہ کہا جاتا ہے۔ امیر المومنین علیؑ کا خاص لقب عین اللہ۔ اگر عام لوگوں کی طرح ان کی آنکھ بھی پسِ پردہ نہ دیکھ سکے تو پھر ان کو عین اللہ کہا ہی کیوں جائے۔

کتاب تحفۃ الزائرین میں ہے۔

السلام علی شجرۃ التقوی و سامع السر والنجویٰ

(میرا اسلام ہو تقویٰ کے درخت پر اور خفیہ باتوں پر اور رازوں کے سننے پر) یہ کمال ہے قوت باصرہ کا۔ عام لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکتی۔ کیونکہ اس قوت کے پرکھنے کا کوئی معیار ان کے پاس موجود نہیں۔

مدینۃ المعاجز میں امام محمد باقرؑ سے منقول ہے۔

"اگر تمہاری طرح ہماری بینائی کو بھی دیواریں روکتیں تو تم اور ہم برابر ہو جاتے"

رہی قوت شامہ، تو اگر یوسفؑ کے کرتے کی بو جناب یعقوبؑ کی قوت شامہ نے محسوس کرلی تو امام حسینؑ نے خاک کربلا سے اپنے خون کی خوشبو سونگھ لی۔

قوت لامسہ کا یہ حال کہ جب معتمد عباسی کے زمانہ میں قحط پڑا تو ایک عیسائی پادری نے دعا کرکے پانی برسادیا اور اس سے عیسائیت کی حقانیت ثابت کی۔ مسلمانوں کے عقائد میں خلل آیا۔ مجبوراً امام حسن عسکریؑ کو قید خانہ سے بلا کر یہ واقعہ بیان کیا۔

آپ نے فرمایا "میرے سامنے دعا کرے تو جانوں"۔

چنانچہ اسے دعا کے لئے پھر بلایا گیا۔ جب وہ دعا کرنے لگا تو آپ نے ایک شخص سے کہا! "اس کے ہاتھ میں جو چیز ہے وہ چھین لا"۔ آپ نے دیکھا وہ ہڈی ہے۔ ہاتھ سے مس کرکے بتادیا کہ یہ کسی نبی کی ہڈی ہے پانی اس کی برکت سے برسا ہے نہ کہ عیسائی کی دعا سے۔ چنانچہ اس کے بعد اس کی دعا سے پانی نہ برسا۔ اسے کہتے ہیں معصوم کی قوت لامسہ۔

بعض حالات وکیفیات میں ان حضرات کی روش جولاعلموں کی سی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات ہر مقام پہ موافق اپنے علم کے عمل پہ مامور نہ تھے تاکہ ان کی بشریت کا اظہار ہوتا رہے۔ ان کا کسی امر کے متعلق دوسروں سے سوال کرنا کسی مصلحت کے تحت ہوتا ہے نہ کہ جہالت کے تحت۔ خدا کا یہ فرمانا مَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ معاذاللہ اس لئے نہ تھا کہ خدا اس لاٹھی کو جانتا نہ تھا بلکہ ایک مصلحت کے تحت تھا۔ اس کے ساتھ اتنا اور سمجھ لیجئے کہ ان حضرات کا علم ذاتی نہ تھا۔ جیسے علم خدا ہے بلکہ وہی تھا اور اس کا اظہار تحت امر الٰہی تھا۔ بے اذن الٰہی یہ ہر امر کا اظہار نہیں کر سکتے تھے ہر امر میں اس کی مرضی کے تابع تھے۔

آل - عترت - اہلبیت

امام راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے لفظ آل اہل سے تو بنا ہے لیکن دونوں کے استعمال میں فرق ہے۔ لفظ آل عَلَم یعنی نام کے ساتھ بولا جاتا ہے جیسے آلِ زید، آلِ عمرو، اسم نکرہ، قریہ اور زمان کے ساتھ نہیں بولا جاتا۔ یعنی آلِ رجل، آل قریہ یا آل زمان نہیں کہتے بلکہ اہل کے ساتھ بولتے ہیں۔ علمائے اسلام کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آل رسول کون ذوات قدسیہ ہیں، اور اہل بیت کون۔

بخاری میں کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا، آپؐ پر درود کیسے بھیجنا چاہیئے۔

فرمایا: کہو!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ
إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ......

یہ حکم تمام امت کے لئے ہے لہٰذا آل کو امت سے الگ

ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ درود بھیجنے والے جن پر درود بھیجیں وہ گروہ الگ ہونا چاہیئے ۔ لہٰذا لفظ آل سے اُمت تو خارج ہوئی ۔

مطالب السؤل میں ابو طلحہ شافعی نے لکھا ہے ۔

" آنحضرت کے آل آپؐ کے اہلِ بیت ہیں اور اہلِ بیت آپؐ کی آل ہیں اور دونوں متحد المعنی ہیں کیونکہ آل کی اصل اہل ہے اور آل سے کون کون مراد ہیں ان کی تخصیص اس حدیث سے ہوتی ہے ۔

سنن بیہقی میں شہر بن جوشب سے روایت ہے ۔ اُم سلمہؓ فرماتی ہیں ۔ رسولؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو بلاؤ جب وہ آئے تو آپؐ نے ان سب کو اپنی چادر میں لے کر فرمایا :

" اے میرے پروردگار یہ آلِ محمدؐ ہیں ان پر اپنی رحمت و برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر نازل فرمائی تھی ۔"

عبداللہ بن ربیعہ بن الحارث سے مروی ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ کو فرماتے سُنا کہ صدقات لوگوں کا میل ہیں ۔ آلِ محمدؐ پر حلال نہیں
(مسلم ، نسائی ، ابو داؤد)

جن لوگوں نے آل کے معنی تابعین لئے ہیں وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں : ترجمہ :

" ہم تمام تابعین لوطؑ کو بچالیں گے ۔"

صاحب مطالب السؤل کہتے ہیں اگر لفظ آل عام ہوتا اور اس سے تابعین مراد ہوتے تو آنحضرتؐ ان سے سورہ برأت واپس لے کر حضرت علیؑ کو نہ دیتے اور یہ نہ فرماتے کہ اس کو میرے اہل میں سے

ایک آدمی لے جائے گا ۔

سب سے بڑا ثبوت اس کا کہ لفظ آل سے مراد پیرو نہیں ، بلکہ خاص قرابتدار ہیں ۔ یہ آیت ہے :

" فَقَالَ رَجُلٌ مومن من آل فِرعون "

آلِ فرعون کے ایک مردِ مومن نے کہا ۔

آلِ فرعون ۔ کے معنی اگر تابع فرعون لئے جائیں تو پھر اسے مومن نہیں کہا جاسکتا ۔ مومن آلِ فرعون ، فرعون کے چچازاد بھائی تھے جو موسیٰؑ پر ایمان لاچکا ہو وہ فرعون کی خدائی ماننے والا کیسے ہوسکتا ہے ۔

محاضرات راغب اصفہانی میں ہے کہ منصور عباسی نے ایک روز جعفر صادقؑ سے کہا ۔ " ہم اور تم بلحاظ قرابت رسولؐ برابر ہیں ۔ پھر تمہیں ہم پر کیا فضیلت ؟" امامؑ نے فرمایا کہ " اگر آنحضرت تم سے نکاح کی خواستگاری کرتے تو جائز ہوتا لیکن ہم سے نکاح کی خواستگاری نہیں کرسکتے تھے ۔"

حدیث ثقلین میں رسول اللہؐ نے فرمایا :

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ
وعترتی اھلبیتی

لہٰذا معلوم ہوا کہ عترت اور اہلِ بیت ایک ہی ہیں ۔ کیونکہ عترت اور اہل بیت میں واؤ کا بھی فاصلہ نہیں ۔ اہلِ بیت کے جو فضائل احادیث میں ہیں ان سے معصوم ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ لہٰذا عصمت عمومیت کے ساتھ نہیں ہوسکتی ۔

ابو سعید خدری ، انس بن مالک اور حضرت عائشہؓ کے نزدیک آل عبا مراد ہیں جن کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی ۔ نیز احمد بن

Scanned with CamScanner

حنبل، ابو حاتم طبرانی، حاکم دیلمی اور ثعلبی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آیہ مودت نازل ہوئی تو لوگوں نے آنحضرتؐ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جن کی مودت واجب کی گئی ہے فرمایا: "وہ علیؑ، فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔

اہلبیت سے مراد

وَجَعَلْنَا اَلْبَیْتَ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا

ایک بہت بڑے بزرگ عالم مشہور حضرت کشاف الحقائق امام جعفر صادقؑ سے دریافت کرتے ہیں۔ خدا قرآن میں کہتا ہے کہ "ہم نے بیت بنایا۔ جو اس بیت میں داخل ہو گیا وہ امن میں آگیا" تو آپ نے فرمایا کہ کیا معنی سمجھے۔ "اس بیت میں داخل ہو گیا" تو وہ بزرگ تھے بہت بڑے امام۔ انہوں نے کہا کہ یہی کعبہ۔ یہی کعبہ ہے وہ بیت کہ جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں داخل ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ عبداللہ بن زبیر کہاں قتل ہوئے؟ کہا کہ جی کعبہ میں، کہا کہ ان کے ساتھی، کہا جی کعبہ میں۔ کہا کہ یہ لوٹ مار جو ہوتی ہے، چاروں طرف اس گھر کے قزاق چوریاں کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں یہ کہاں؟ کہا جی اس بیت کے ارد گرد۔ تو کہا پھر یہ تم نے کیا کہہ دیا کہ جو اس گھر میں آگیا امن میں آگیا۔ اس گھر میں اگر امن ہوتا تو حسینؑ کیوں چھوڑ کر جاتے۔ تو تم غلط سمجھے ہو بیت۔

بیت کے معنی جو تم سمجھے ہو کہ یہ کعبہ ہے تو اس میں بیٹھ کر شراب پی گئی، قرآن پر تیر مارے گئے، اس کو ڈھایا گیا، اس کے پردوں کو آگ لگائی گئی اور عبداللہ بن زبیر کو اس کے اندر قتل کیا گیا۔

خدا کہتا ہے کہ جو اس بیت کے اندر آگیا امن میں رہے گا۔ تو بیت سے مراد تم اینٹ گارے کا بیت سمجھے، بیت کیا امن دے گا یہ کیا بچائے گا! وہ آپ محتاج، گر گیا تو گر گیا۔ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے بنایا تو بن گیا۔ وہ تو خود محتاج ہے وہ کیا امن دے گا! انہوں نے کہا کہ پھر کیا مراد۔ تو آپ نے فرمایا:

بیت سے مراد بیت (کعبہ) نہیں، جیسے قریہ سے مراد فقط قریہ نہیں۔ پوچھ لو قریہ والوں سے تو اس سے مراد گاؤں نہیں، بلکہ گاؤں والے ہے۔ اسی طرح بیت سے مراد گھر نہیں ہے بلکہ گھر والے ہے یعنی اہلبیت۔

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جو میرے اہلبیت کے پاس آ جائے گا وہ امن میں رہے گا۔ قیامت میں اس کو کوئی خوف نہیں ہوگا امن و امان کے ساتھ خدا کے دربار میں پیش ہوگا۔

امام حسینؑ کو بیعت کے لئے ولید بن عقبہ گورنر مدینہ نے بلایا اور کہا کہ آؤ یزید کا خط آیا ہے آکر سنو۔ حسینؑ نے جوانان بنی ہاشم کو باہر دارالامارہ پر چھوڑا۔ آپ نے دق الباب کیا۔ وہاں سے دروازہ کھولنے والا دربان پہنچا، زنجیر کھولی، در کھولا، آپ اندر داخل ہوئے۔ اندر داخل ہوتے ہی دربان نے دروازہ بند کیا، زنجیر لگائی اور قفل لگا دیا۔ آپ آگے بڑھے جہاں درباری بیٹھے تھے۔ وہ کھڑے ہو گئے تعظیم بجا لائے، آپ کو کرسی پر بٹھایا اور ایک خط دیا۔ وہ خط جیب سے نکال کر گورنر نے پیش کیا۔ جب وہ خط پڑھا (کیونکہ سب پڑھ چکے تھے ایک ایک سطر پر ان کی نظر تھی) حسینؑ جب آخری سطروں پر پہنچے تو مسکرانے لگے۔ لوگ حیران ہو گئے کہ آخری سطروں کو پڑھ کر مسکرا رہے ہیں

آخری سطروں میں لکھا تھا:

"اگر یہ بیعت کر لیں حسینؑ۔ تو فبہا اور اگر نہ کریں تو اس خط کے جواب میں حسینؑ کا سر بھیجو۔"

جب وہ سر کا لفظ آیا کہ "بیعت نہ کریں تو قتل کر دو۔" حسین پڑھ کر خوش ہونے لگے کہ میں تو اس باپ کا بیٹا ہوں جو موت سے کھیلا کرتا تھا، البتہ مسکرا کر جواب دیا۔

اَیُّهَا الاَمِیر نَحنُ اَهلُ بَیتِ النُّبُوَّةِ

"اے گورنر ہم کیا ہیں۔ ہم اہلبیت نبوتؐ ہیں۔ ہم نبوت کے گھر کے اہل ہیں۔ بیت النبوت کے، بیت النبی کے نہیں۔ بیت النبی تو دیواروں سے بنا، کھجور کی لکڑیوں کی چھت بنی۔ دروازے اینٹیں وغیرہ مٹی سے۔ ہم اس مکان کے نہیں جن میں ازواج النبی رہتی تھیں۔ ہم تو اہل بیت النبوت کے اور بیت النبوت لکڑی اور مٹی کا گھر نہیں۔ نبوت کا گھر تمہیں نہیں معلوم کیسے بنا۔ لفظ خاتم النبیین کی تفسیر پڑھو آیت قرآن کی۔

اَلنَّبِیُّ لِبنَةُ النُّبُوَّةِ

ہر نبی کی نبوت اینٹ ہے اور اس سے خدا نے بیت النبوت بنایا جس میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اینٹیں لگیں۔ یہ نو انچ کی اینٹ نہیں۔ کیسی ہے اینٹ نبوت کی۔ کوئی صفی اللہ کوئی خلیل اللہ، کوئی کلیم اللہ اور کوئی حبیب اللہ۔ کیسی اینٹیں ہیں۔ جب یہ اینٹیں لگیں تو ان سے مل کر بیتِ نبوت بنا، نبوت کا گھر بنا۔ اس کے ہم اہل ہیں اور یہ کیسے بنا؟

پہلی پہلی اینٹ آدم صفی اللہ۔ یہ زمین پہ رکھی گئی اور مکان شروع ہو گیا۔

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الاَرضِ خَلِیفَه

"میں اپنی زمین پہ خلیفہ بنا رہا ہوں۔"

یہ اینٹیں رکھی جا رہی ہیں بیت بلند ہو رہا ہے۔ بلند ہوتے ہوتے جب حضرت موسیٰؑ کا زمانہ آیا۔ تو یہ گھر طور پہ پہنچا۔ اب زمین پہ باتیں نہیں

ہوتیں۔ اب طور پہ باتیں ہوتی ہیں اور جب حضرت سلیمانؑ کی اینٹ رکھی گئی تو اب یہ گھر ہوا میں اڑنے لگا۔ ہوا میں فیصلے، عدالت لگتی ہوا میں، تخت بچھایا جاتا ہے ہوا میں۔ جب حضرت عیسیٰؑ کی اینٹ آئی تو چوتھے آسمان پہ پہنچا۔

اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اینٹ آئی، خاتم النبیینؐ کی اینٹ آئی تو قاب و قوسین اور ادنیٰ تک پہنچا۔ اب جب یہ اینٹ رکھی گئی گھر میں تو اب یہ مکان بیت النبوت تحت الثریٰ سے چلا قاب و قوسین اور ادنیٰ تک پہنچا اور جب حضورؐ کی اینٹ وہاں پہنچ گئی تو اب اگر کوئی نئی اینٹ آئے تو رکھو گے کہاں۔

یہ مکان یہ بیت النبوۃ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتایا۔ اب دیکھنا ہے کہ اللہ نے بیت تو بنا لیا کوئی اس کا دروازہ بھی بنایا یا نہیں اور دروازہ ایسا ہو کہ گھر سے جدا نہ ہو۔ اگر ایسا ہو کہ گھر ہوا میں ہو تو دروازہ بھی ہوا پہ اور اگر قاب و قوسین پہ ہو تو وہاں بھی چاہیئے دروازہ حدیث رسولؐ۔

اَنا مدینة العلم وَ علی بابها

تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیت النبوۃ بنایا اس کے وارث ہم ہیں۔

دوسرا فقرا وَمَعدِنُ الرِسالَة

رسالت کی کان ہم ہیں۔ جتنے نبی، رسول بنے ہمارے نور سے نکل کر بنے، فضائے نور ہم سے ہے۔ اس کے بعد تیسرا جملہ۔

وَمُختَلَفُ المَلائِکَة

ہم ہیں مختلف ملائکہ کے۔ یعنی اختلاف کی جگہ، آمد و رفت کی جگہ ہم ہیں ہمارے پاس ملائکہ اترتے ہیں۔ تمہارے پاس کیوں نہیں آتے، تم گورنر ہو۔ ہمارے ہاں کوئی چکی پیسنے آتے ہیں، کوئی درزی بن کر آ رہا ہے، کوئی بہلا رہا ہے۔ یہ تو ہمارے گھر آتے جاتے ہیں۔ چوتھا جملہ

بِنَا فَتَحَ اللهُ

ہم سے اللہ نے دنیا کو شروع کیا۔ ہم سے شروع ہوئی کائنات۔

وَبِنَا خَتَمَ اللّٰهُ

اور ہم پر ختم ہو گی۔ اوّل بھی ہم اور آخر بھی ہم۔

مَثَلُ اَهْلِبَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَىٰ وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوَىٰ

حضورؐ فرماتے ہیں میرے اہلبیت کی مثل ایسی ہے جیسے نوحؑ کی کشتی جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے چھوڑ دیا غرق ہو گیا۔

حضورؐ نے فرمایا میرے اہلبیت کی مثل کیا ہے؟ کشتی نوحؑ۔ عام کشتی کی طرف اشارہ نہیں کیا، بلکہ قرآن کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نوحؑ کی کشتی کی طرف مثال کیوں دی؟

یہ ایک رمز ہے، ایک راز ہے جو کھلے گا۔ چند آیتیں قرآن کی پیش کرتا ہوں۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا

پارہ : ۱۲ سورۃ : ھود آیت : ۳۷

اے نوحؑ کشتی ہمارے سامنے ہماری وحی سے بناؤ۔

یعنی ہماری وحی سے، اپنی رائے سے نہیں، اگرچہ تم نبی ہو لیکن تم اپنی رائے سے نہیں بنا سکتے۔ ہماری وحی ہوتی جائے تم تختے جوڑتے جاؤ۔ نجات کی کشتی بنتی جائے گی۔

قرآن کی آیت نے ہمیں بتا دیا کہ کشتی نجات وحی سے بنتی ہے۔

دوسری شرط یہ تھی ہمارے سامنے بناؤ، کھلے میدان میں بناؤ تاکہ ساری خدائی دیکھ لے کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم نے نہیں دیکھی۔ کوٹھریوں میں نہیں، میدان میں بلکہ غدیر خم میں بناؤ۔

جب نوحؑ کی کشتی بن چکی تو آپ کو حکم ہوا کہ اس میں جوڑا جوڑا بٹھاؤ، اب نبی بٹھانے لگے۔ جن کو نبی نے حکم دیا شامل ہوتے گئے، جن کو نفرت تھی وہ نزدیک نہیں آئے انہوں نے اور پناہیں ڈھونڈھیں۔

رَبِّ اِنَّ ابْنِي مِنْ اَهْلِي (قرآن)

حضرت نوحؑ نے عرض کی، اے پالنے والے میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔ ایک لفظ کہہ دوں۔ یہ نوحؑ کا بیٹا جس کے لئے کہا گیا ہے کہ میرا بیٹا ہے، میرے اہل سے ہے۔ تو کیا وہ واقعی بیٹا تھا؟ ان کی پُشت سے یعنی ان کا فرزند تھا؟ تحقیق کر لیجئے۔ تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کی زوجہ کے ساتھ پہلے شوہر سے آیا تھا۔ جو زوجہ انہوں نے کی تھی۔ یعنی پچھلگ، مادر جلو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن میں لفظ ابن مادر جلو پچھلگ کے لئے بھی ہے۔ بیٹا ہو یا بیٹی دونوں کے لئے ہے۔ خدا نے جواب دیا:

لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ

ترجمہ: تمہارے اہل سے نہیں ہے۔

تو خدا نے اہل بیت کی نفی کی ہے۔ ابن کی نفی نہیں کی۔ یعنی تمہارے اہل سے نہیں ہے۔ اہل اور ابن میں فرق ہے۔ غرضیکہ وہ چلا گیا۔ آپ نے پھر اس بیٹے کو کہا:

يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا (قرآن)

اے بیٹا آ سوار ہو جا، کشتی میں ہمارے ساتھ آ جاؤ۔ بیٹے نے جواب دیا۔

سَآوِي اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِي مِنَ الْمَآءِ

اے بابا تیری کشتی میں نہیں بیٹھتا۔ میں پناہ لوں گا پہاڑ سے۔ جب پناہ لوں گا تو وہ مجھے طوفان کے، عذاب سے بچائے گا۔

چلا گیا پہاڑ پر اور چھوڑ گیا کشتی نجات کو۔ قرآن کہتا ہے۔

فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ

غرق ہو گیا۔ جب اس نے کہا کہ میں پناہ لوں گا اس پہاڑ سے، تو قدرت نے اس کا کیا جواب دیا۔

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

آج کوئی چیز بچانے والی نہیں ہو سکتی، اس کشتی نجات کے سوا۔ نہ جن، نہ فضا، نہ پہاڑ۔ ایک اعلان عام تھا قدرت کا۔

پھر معنی کیا نکلے۔ خاتم النبیینؐ کے اہل بیت بھی عالمین کے لئے باعثِ

Scanned with CamScanner

نجات ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ کشتی اکیلی نہیں بچا سکتی۔ کشتی کے ساتھ ایک اور بھی ضرورت ہے ستاروں کی۔ اہلبیت کشتی نوحؑ کی مثل ہیں۔ ہماری آپ کی بنائی ہوئی کشتیاں بے شک ستاروں کی محتاج ہیں۔ مگر نوح کی کشتی تو ستاروں کی محتاج نہیں۔ پورا واقعہ پڑھ جائیے اور ایک لفظ دکھا دیجئے کہ یہ راستہ ستاروں سے لیتی تھی۔ یہ کشتی تو خدا کی وحی سے بنی تھی۔ آیا وہ ستاروں کی محتاج تھی؟ چلتی کس طرح تھی اور رکتی کس طرح تھی؟

قرآن مجید کی پانچ آیتیں اسرار خداوندی میں ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو ان میں اتنے غیوب ہیں جو انسان برداشت نہیں کر سکتا۔ ان میں ایک آیت ہے کہ وہ کشتی کس طرح چلتی تھی۔

حضرت نوحؑ کو حکم تھا۔ اے نوحؑ یہ چلے گی اور رکے گی کس طرح۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا

یہ اللہ کے نام سے چلے گی اور اللہ کے نام سے رکے گی۔

معلوم ہوا نوح کی کشتی ستاروں کی محتاج نہیں۔ جس طرح نوح کی کشتی ستاروں کی محتاج نہیں تھی۔ اسی طرح کشتی اہلبیت بھی کسی غیر کی محتاج نہیں اللہ ہی اس کا معین و مددگار، محافظ و رہبر ہے۔

اللہ جانتا تھا کہ اس کو محتاج بنا دیا جائے گا ستاروں کا، تو قدرت نے بتایا کہ یہ کشتی اہلبیت ستاروں سے راستہ نہیں لیتی، ستارے خود اس سے راستہ لیتے ہیں اور ان کے گھر آتے ہیں اور قسم کھائی ہے اس ستارے کی جو ان کے گھر اترا۔ اس کو معزز اور محترم بنا دیا قسم کھا کر۔

ایک اور نکتہ بلیغ عرض کر دوں۔ عام کشتیاں بھی ستاروں سے راستہ نہیں لیتیں بلکہ صرف ایک ستارہ قطب سے راستہ لیتی ہیں جو ایک جگہ جما رہتا ہے ہرگز حرکت نہیں کرتا۔

حضورؐ نے اہل بیت کو کشتی کہا، یقین ہو گیا، تسلی ہو گئی، اگر اہلِ بیت کا دامن ہاتھ میں ہے تو کبھی جہنم میں جا سکتے ہی نہیں۔ کشتی آگ پہ چلا کرتی نہیں

پانی پر چلتی ہے۔ دوزخ پر نہیں کوثر پر جائے گی۔ حضورؐ نے فرمایا دونوں چیزیں قرآن اہلبیت ہرگز جُدا نہ ہوں گے۔ حتیٰ کہ یہ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گے، قرآن بھی آئے گا۔ کشتی بھی ہوگی، ہم بھی ہوں گے، اہلِ بیت بھی ہوں گے۔ یہ سب کو کیوں بلایا۔ جس وقت کوثر پلایا جائے گا تو ضرورت ہوگی کوئی قصیدہ بھی پڑھے۔ قرآن کہے گا۔

سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ

حدیث کساء، واقعہ بہت مشہور ہے۔ حضورؐ نے اللہ کے دربار میں عرض کیا۔ "اے اللہ تو گواہ رہنا تو جانتا ہے یہی ہیں میرے اہل بیت جو چادر میں ہیں جو باہر والے ہیں وہ نہیں"

سرکارِ دوجہاںؐ نے یہ کیوں کہا؟ خدا کو گواہ بنا کر اس کے سامنے کہ تو شاہد ہے اے میرے مالک یہ ہیں میرے اہلِ بیت۔ یہ اس لئے کہ سابقہ پیغمبروں کی آواز عالم میں گونج رہی تھی اور قرآن میں بھی وہ آواز آ رہی تھی چونکہ نوحؑ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔ تو حضورؐ نے اللہ کے دربار میں کہا کہ اگر تیری نظر میں نہیں تو جیسے نوحؑ کے بیٹے کو نکال دیا انہیں بھی نکال دے۔ اس لئے کہا تا کہ دنیا کو یاد رہے کہ اگر ایسا ہوتا تو پروردگار اصحاب کساء کو نکال دیتا۔ یہ ہیں وہ بزرگوار، یہ ہیں اہلِ بیت ان کے سوا اور کوئی نہیں اہل بیت۔ اُس وقت ایک بی بی آئیں اُم المومنین، حضرت اُم سلمیٰ عنہا نزدیک آئیں اور کہا میں بھی اس چادر میں داخل ہو سکتی۔ تو آپ نے فرمایا

اَنْتِ عَلٰى خَيْرٍ۔

تم اسی جگہ رہو، اندر نہ آؤ، بے شک تم نیکی پر ہو، لیکن اس چادر میں نہیں آسکتیں، روک دیا۔ نیکی کی تصدیق کر دی۔

یہ دونوں جُدا نہ ہوں گے

کیا معنی، مقصد کیا ہے کہ جو قرآن کہے گا، وہی یہی کہیں گے۔ جو قرآن میں

حکم ہوگا۔ اس پر عمل کریں گے۔ تو اب اہل بیت کون ہوتے۔ جو قرآن کے خلاف نہ کریں جو قرآن کہے وہی وہ کریں گے۔ اور جب یہ اصول طے ہوگیا کہ اہل بیت صرف ہو سکتے ہیں کہ جو قرآن کے ساتھ ہوں اور قرآن ان کے ساتھ ہو، جُدا نہ ہو، اور اگر قرآن کہے، گھر سے باہر نہ نکلنا گھروں کے اندر بیٹھنا اور کوئی اس کی مخالفت کرے تو قرآن الگ ہوگیا وہ الگ ہوگئے، اور جب الگ ہوگئے تو اہلبیت کیسے رہے۔

نوروز عالم افروز

ہر ذرّے کی زبان پہ جو نامِ علیؑ ہے آج
ظلمت بھی کہہ اُٹھی کہ بڑی روشنی ہے آج

یہ کائنات جس کے لئے گن رہی تھی دن
مانیں نہ مانیں آپ مگر دن وہی ہے آج

ہر پھول زربکف نظر آتا ہے باغ میں
فیضانِ بوترابؑ سے مٹی غنی ہے آج

ہر نخل مطمئن ہے ریاضِ رسولؐ کا
مدّت سے جو چلی تھی وہ آندھی تھمی ہے آج

سُنتا نہیں کوئی دمِ عیسےٰؑ کے تذکرے
انسانیت کے درد میں اتنی کمی ہے آج

دیکھا جو ذوالفقار کو باہر نیام کے
خود کُفر کے لبوں پہ بھی نادِ علیؑ ہے آج

قاصرؔ گدا ہوا ہوں جو میں بابِ علم کا
دامانِ عرش، فکر مری چھو رہی ہے آج

(غلام محمد قاصرؔ)

البیت العتیق۔ ابوتراب

کعبہ کا لقب ہے البیت العتیق۔ عتیق کے معنی ہیں آزاد۔ بیت کے معنی گھر۔ یعنی آزاد گھر۔ یہ کیوں کہا گیا۔ کب؟ جب طوفان نوح آیا اور وہ عذاب تھا پانی کا تو قدرت نے اس پانی کو کعبہ سے مس نہیں ہونے دیا۔ وہ پانی چکر مارتا رہا۔ طواف کرتا رہا مگر چھو نہ سکا کعبے کو۔ اس دن سے یہ کعبہ بیت العتیق کہا جانے لگا۔ کون کہتا ہے مٹ گیا یہ نام۔ یہ مٹے گا کیسے؟ یہ مٹ نہیں سکتا۔ اس میں تو ایک مولود آنے والا ہے۔ یہ مٹ کیسے سکتا ہے؟ یہ تو انتظار میں ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ سے بھی خدا نے کہا اس کو بلند کرو۔ بناتے نہیں آئے تھے بنایا نہیں ہے حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے۔ جب حضرت ابراہیمؑ اپنی زوجہ ہاجرہ اور اسمٰعیلؑ کو لے کر چلے تو قرآن کہتا ہے:

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔

"اے میرے رب میں اپنی کچھ ذریت کو چھوڑ رہا ہوں۔ کہاں؟ بوادِ کیسی وادی جہاں زراعت بھی نہیں، تیرے گھر کے سائے میں"۔

ابھی تو اسمٰعیلؑ بچہ ہے بنانے کے قابل ہی نہیں تو بیت تو موجود ہے۔ جناب

یہ ایک خیمہ تھا جو جنت سے فرشتے لائے اور انہوں نے اس جگہ خیمہ لگایا، جو اب بیت اللہ ہے۔ یہاں پہلے پہلے ایک خیمہ لگایا گیا۔ فرشتے لائے تھے اور وہ جگہ وسط میں رکھی گئی۔

قرآن میں ہے: وَالْاَرْضَ دَحٰہَا : خدا نے جب زمین کو بچھایا اور اور پہلا پہلا مٹی کا ذرّہ پیدا کیا اور زمین بنی۔ جب یہ بنی تو اس کا کعبہ کا درمیان کا حصّہ بنا۔ پہلے پہلے مٹی کا ذرّہ اس جگہ بنا جو اب کعبہ کا ٹھیک بیچ ہے اور جب وہ ذرّہ بنا تو اس سے باقی ذرّے بنے۔ خدا نے اس کا نام رکھ دیا: "اُمُّ القریٰ": آبادیوں کی ماں۔ کیوں؟ قرآن پڑھیئے۔ ساری آبادیاں جتنی کہ نمودار ہوئیں دنیا میں ان کی ماں یہی ہے۔ یہیں سے شروع ہوئی ہے زمین۔ اسی وجہ سے رسول کو اُمّی کہتے ہیں۔ خدا نے فرمایا ہے:

یَبْعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْہُمْ

اس اُمّی کو خدا نے بھیجا اُمیوں میں۔ تو کیا ترجمہ کرو گے۔ کہ خدا نے ان پڑھوں میں بھیجا۔ ایسا نہیں بلکہ اُم یعنی مکّی کو اُمیوں یعنی مکیوں میں بھیجا۔ اس زمین کا وہ ذرّہ مٹی کا پہلا پہلا جو اس وقت کعبہ کا ٹھیک بیچ ہے اس کے متعلق امام المحدثین شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب ازالۃ الخفا میں بیان کرتے ہیں۔ محدثین سے بالاتفاق ثابت ہے متواتر ہے۔ جیسے قرآن متواتر چلا آیا، متواتر کوئی اختلاف نہیں۔ وہی آرہا ہے جیسا آرہا ہے۔ اسی طرح علی کا پیدا ہونا جوف کعبہ، ٹھیک بیچ کعبہ۔ اور وہ بیچ کیا ہے؟ وہ مٹی کا ذرّہ جہاں سے زمین بنی وہ ہے ٹھیک بیچ اور اس کو خدا نے اُم کہا تو تراب کا ذرّہ جہاں سے بنا وہ جگہ اُمّ تراب اور علیؑ ابوتراب۔ یہ کعبے کے متعلق ہے۔ جو صاحب کہتے ہیں کہ کعبہ ختم ہو گیا تھا ختم نہیں ہوا۔ قسم کھائی اللہ تعالیٰ نے۔ پڑھ لیں قرآن۔

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ : میں قسم کیوں نہ کھاؤں اس شہر کی:

وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ: اور اے محمدؐ تو اس شہر میں رہتا ہے:

وَمَا وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ : اور ایک والد کی اور ایک مولود کی قسم،

یہ مولود علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔

عملِ آدمؑ۔ جنت

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ (قرآن)

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو کچھ نام اسماء بتا دیئے۔ صرف اسماء۔ اور فرشتوں کو پہلے سے معلوم تھے۔ کیونکہ قرآن یہ بتاتا ہے کہ جب خدا نے فرشتوں سے کہا کہ ان کے نام بتاؤ۔ ایک ہے نام اور ایک ہیں وہ جن کے ہیں نام۔ دونوں باتوں میں فرق ہے۔ اس کے بعد کیا کہا خدا نے؟ ثُمَّ عَرَضَہُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ پھر کچھ ہستیوں کو ان کے سامنے کر دیا۔ اور فرمایا۔ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ ھٰٓؤُلَآءِ۔ اے فرشتو! تم ان ہستیوں کے نام بتاؤ۔ اب نام نہیں پوچھے گئے کہ یاد ہیں یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ اسم اور مسمّٰی ان دونوں کی مطابقت کا سوال ہوا کہ نام تو معلوم ہیں مگر ان ہستیوں کو مطابق کر کے بتاؤ کہ یہ نام کس کا ہے۔ یہ نام کس کا ہے۔ تو فرشتوں نے جواب دیا۔ جتنا تو نے ہمیں پڑھا دیا تھا اس سے آگے نہیں جانتے۔ تو پڑھایا کیا تھا؟

نام ان کو بھی بتائے اور آدمؑ کو بھی بتائے اور سوال وامتحان ناموں کی یادداشت کا نہیں کہ نام یاد ہیں یا کہ نہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان ناموں کو دیکھو اور یہ ہستیاں موجود ہیں۔ جن کے یہ نام ہیں تم مطابق کر کے بتاؤ کہ یہ کن کے نام ہیں ایک ایک کا نام فرشتے نہ بتا سکے۔

خدا تعالیٰ نے اب آدمؑ سے کہا: اے آدمؑ! یہ نام والے ہیں ان کے نام بتاؤ آدمؑ نے ان کے نام بتا دیئے۔

اس کے بعد اب اللہ نے فرمایا:

یا ملائکتی اسجدوا لآدم

"اے ملائکہ اب تم آدمؑ کے سامنے جھک جاؤ"۔

بس اتنی بات ہے اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں۔ نہ روزہ کا ذکر ہے نہ نمازوں کا تذکرہ آیا۔ نہ جہاد کا ذکر آیا۔ نہ خمس و زکوٰۃ کا کوئی تذکرہ۔ صرف اتنا ہی ہے کہ آدمؑ نے ان ہستیوں کے نام فرشتوں کو بتائے۔ جس نے تعارف

کرایا ان ناموں کا۔ پروردگارِ عالم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدمؑ کے سامنے جھک جاؤ۔ یہ اتنے بلند نام ہیں کہ جو تعارف کرا دے اس کے سامنے فرشتوں کو جھکنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ ہی نہیں۔ پڑھ لیں آپ قرآن پاک، ایک ایک لفظ پڑھ لیجئے۔ اور آدمؑ سے کیا کہا؟

یا آدم اسکن انت وزوجتک الجنة

"اے آدم آؤ چلو جنت میں تم اور تمہاری زوجہ"۔ کونسا کام کیا تھا آدمؑ نے، نماز، روزہ، خمس، زکوٰۃ۔ وہاں تو ابھی کچھ نہیں ہے۔ آدم نے ان ہستیوں کی معرفت کا تعارف کیا ہے۔ اس معرفت کرانے کے صلے میں جنت ملی۔ معلوم ہوا کہ وہ ایسی ہستیاں ہیں کہ جو اُن کو پہچان لے اسے جنت مل جاتی ہے۔ آج خدا نے جنت کو مشروط کر کے بتایا کہ جنت میں جانا مشروط ہے۔ ان ہستیوں کی معرفت پر۔ جب تک ان ہستیوں کی معرفت نہیں ہوگی جنت میں نہیں جا سکتے۔ کیونکہ جنت میں جاؤ گے خدا کے احکام پر عمل کر کے اور خدا کے احکام نہیں مل سکتے ہیں نہیں وہ احکام تم کو کیسے ملیں گے؟ وہ اللہ سے براہِ راست کیسے ملیں گے۔ خود یہی ہوں گے۔ ان کو دیکھ کر حکم معلوم ہوگا۔ اللہ کے تمام امر و نہی۔ انہی سے معلوم ہوں گے۔

ذرّے ذرّے کی زبان پر ہو اگر نامِ علیؑ
صبح سے بڑھ کر نہ کیوں تابندہ ہو شامِ علیؑ
اِک طلوعِ آفتابِ دیں ہے انجامِ علیؑ
وہ نبیؐ کا ہو گیا جس کو ملا جامِ علیؑ

من کنت مولاه فهذا علی مولاه

ترجمہ: جس کا میں مولا ہوں، یہ علیؑ بھی اس کے مولا ہیں۔

حج و قربانی سے فارغ ہو کر ۱۴ ذی الحجہ کو حضور اکرمؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ ایک لاکھ چونتیس ہزار مسلمان تھے۔ ۱۸ ذی الحجہ کو مقام غدیر خم پہ پہنچے۔ حسب الحکم حضور پالان شتر کا ممبر بنایا گیا۔ حضورؐ اس پہ تشریف فرما ہوئے۔ بعد حمد و ثنائے الٰہی پہلے اپنے مرنے کی خبر دی۔ پھر فرمایا "لوگو میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اپنی عترت اہلبیت۔ اگر تم ان دونوں سے تمسک رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پہ میرے پاس آئیں۔ دیکھو میرے بعد ان دونوں سے سلوک کرنے میں احتیاط سے کام لینا اور ان کے حقوق کی رعایت کرنا"

پھر فرمایا "کیا میں تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں" ہر طرف سے آواز آئی۔ بے شک آپ ہمارے نفسوں سے اولیٰ ہیں۔ پھر فرمایا "جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی بھی مولا ہے" پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اتنا اوپر اٹھایا کہ سفیدی زیر بغل نمایاں ہو گئی۔ پھر دعا فرمائی۔

خداوندا! دوست رکھ اُسے جو اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اُسے جو اسے دشمن رکھے، مدد کر اُس کی جو اس کی مدد کرے اور ذلیل کر اُس کو جو اسے ذلیل کرے۔ اس کے بعد سب نے مبارکباد دی۔

اس حدیث "مَن کُنتُ مولاہ فھٰذا علیٌ مولاہ" کو صاحب ارجح المطالب نے بہت توضیح سے لکھا ہے اور سنین وار (۱۶۱) ایسے لوگوں کے نام درج کئے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

اس واقعہ کے متعلق امور ذیل غور طلب ہیں۔

۱۔ سخت گرمی کے موسم میں نصف النہار کے وقت غدیر خم جیسے بے آب و گیاہ مقام پر آنحضرتؐ کا رُک جانا اور منادی کرانا کہ آگے جانے والے پیچھے کو پلٹ آئیں اور پیچھے رہ جانے والے جلد آگے آئیں۔ یہ بتاتا ہے کہ بہت ہی اہم پیغام حضرت کو پہنچانا تھا۔

۲۔ آیہ بلغ سے ظاہر ہے کہ وہ امر اتنا اہم تھا کہ اگر اسے نہ پہنچایا جاتا تو ۲۳ سال جو فرائض رسالت انجام دیئے تھے وہ سب ضائع ہو جاتے اور بے اجر رہتے۔

۳۔ آیہ بلغ کا آخری حصہ (واللہ یعصمک من الناس) بتاتا ہے کہ اس امر کی تبلیغ میں حضرت کو شدید خطرہ مخالفت تھا۔ اگر من کنت مولاہ فھٰذا علی مولاہ میں مولا بمعنی دوست مراد ہو تو علی کی محبت کا اعلان اتنا خطرناک نہیں ہو سکتا تھا کہ اللہ اس سے حفاظت کی ضمانت دے۔

۴۔ اس آیت میں ما انزل الیک یہ بتاتا ہے کہ ورود خم غدیر سے پہلے کوئی حکم نازل ہو چکا تھا جس کی تبلیغ ابھی تک نہیں ہو سکی تھی۔ سارے احکام بے تامل بے کم و کاست پہنچا دیئے۔ صرف اس حکم کو کیوں روک رکھا گیا۔

۵۔ آیت میں وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ یہ بتاتا ہے کہ اس حکم کو صرف سنانا کافی نہ تھا بلکہ فعلیت میں لانے کی ضرورت تھی۔ حضورؐ کے پاس جتنے احکام آئے ان میں سے کسی ایک میں یہ قید نظر نہیں آتی اور نہ فما

بلغت رسالتہ سے رسولؐ کو ڈرایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بقائے رسالت اور اسلامی مشن کی کامیابی کو اس سے کوئی تعلق ہے۔

۶۔ حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر بلند کرنا اور فھٰذا علی مولاہ کہنا واقعہ کی اہمیت کو ثابت کر رہا ہے۔ یہ سب اہتمام، کہ نام لینا، اشارہ کرنا، اور بلند کر کے دکھانا اس لئے تھا کہ کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے علی نام تو سنا تھا لیکن اس سے یہ سمجھا کہ اس سے مراد علی اعلیٰ یعنی خدا ہے۔ لہٰذا اشارہ کر کے بتا دیا کہ وہ علی نہیں بلکہ یہ علیؑ اور بازو پکڑ کے دکھا دیا کہ کل کو کوئی یہ نہ کہے ہم نے سمجھا تھا فلاں علیؑ۔

۷۔ حسان بن ثابت نے اعلان ولایت کے بعد ایک قصیدہ پڑھا جس میں حضرت علیؑ کے امام و ہادی بننے کا ذکر کیا۔ اگر مولا بمعنی دوست مراد ہوتے تو اتنی سی بات پر قصیدہ خوانی کی کیا ضرورت تھی۔

۸۔ حضرت عمرؓ نے مبارکباد ان الفاظ میں دی بخ بخ لک یا ابن ابی طالب قد اصبحت مولائی و مولا کل مومن و مومنہ اگر مولا کے معنی دوست کے لئے جائیں تو اول تو یہ مبارکباد کا محل ہی نہیں رہتا، دوسرے اس کے یہ معنی ہوں گے۔ "اے علیؑ مبارک ہو کہ آپ میرے اور ہر مومن مومنہ کے مولا ہو گئے یعنی دوست ہو گئے"۔ یعنی حضرت علیؑ پہلے نہ تو حضرت عمرؓ کے دوست تھے اور نہ کسی مومن اور مومنہ کے۔ اس دوستی کا آغاز آج سے ہوا۔ حالانکہ اس سے بہت پہلے یہ آیت نازل ہو چکی تھی انما المومنون بعضھم اولیاء بعض مومنین ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ حضرت علیؑ اب تک نہ تو حضرت عمرؓ کے دوست بنے اور نہ مومنین و مومنات کے۔ کیا یہ لوگ مومن نہ تھے؟

۹۔ ہر کلام کا ایک سیاق و سباق ہوتا ہے اسی سے اس کا صحیح مفہوم سمجھ میں آتا ہے حضور کا من کنت مولا فھٰذا علی مولاہ سے پہلے لوگوں سے اس بات کا اقرار لینا کہ کیا میں تمہارے نفسوں سے اولیٰ نہیں ہوں، کیسے مربوط ہوگا۔ اگر بعد کے جملے کے یہ معنی لئے جائیں کہ جس کا میں دوست ہوں اس

کے علیؑ دوست ہیں۔ ایسا غیر مربوط کلام تو عام لوگ بھی نہیں کرتے چہ جائیکہ افصح العرب اور خدا کا رسولؐ۔ حضورؐ نے بطور براعتہ استہلال جو خوبی پیدا کی تھی وہ سب غائب ہو جائے گی اگر مولا بمعنی دوست ہو۔

۱۰۔ آنحضرتؐ کا ولایت کے اعلان کے بعد علیؑ کو یہ حکم دینا کہ وہ خیمہ میں جاکر بیٹھیں اور لوگوں اور امہات کا حضرت علیؑ کے پاس جاکر مبارکباد دینا بے معنی سی بات ہو جائے اگر مولا کے معنی دوست کے لئے جائیں۔

۱۱۔ جب دین پہلے ہی کامل ہو چکا تھا اور واقعہ غدیر سے پہلے کوئی خاص حکم نازل بھی نہیں ہوا تو یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے کہ آج دین کو میں نے کامل کیا۔ اس کے بعد خدا اپنے دین اسلام کے مکمل ہونے پر راضی ہوا۔

۱۲۔ حدیث بن نعمان فہری کا اس اعلان کے بعد حضور سے گستاخانہ کلام کرنا اور خدا سے دعا کرنا اور اس پر عذاب نازل ہونا جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے اس کی دلیل ہے کہ اس نے مولا کے معنی حاکم اور اولیٰ بالتصرف ہی سمجھے تھے، ورنہ دوستی علیؑ کے اعلان پر وہ اپنے لئے عذاب نہ مانگتا اور ہلاک نہ ہوتا۔

۱۳۔ جانشینی اور ولی عہدی کے اعلان کے دو ہی تو وقت ہوتے ہیں۔ آغاز امر اور اختتام امر۔

حضورؐ نے دونوں وقت کا اعلان کیا۔ آغاز بعثت میں دعوت ذوالعشیرہ کے وقت اور آخر میں جب وقت رحلت قریب آیا تو غدیر خم میں کھلے لفظوں میں اعلان کر دیا۔

آخر میں یہ کہنا پڑے گا کہ رسولؐ سے پوچھا جائے کہ اُمت کے صحت عمل کا آپ نے کیا بندوبست کیا؟

یقیناً حضورؐ فرمائیں گے میں علم و عمل دونوں کا بندوبست کر چکا ہوں، علم کے لئے کتاب خدا ہے اور عمل کے لئے میرے اہل بیت۔ وہ میری طرح معصوم ہیں۔ انہوں نے میرے ہر عمل کو دیکھا ہے اور میں نے ان کو ایک ایک عمل کی حقیقت سمجھائی ہے لہٰذا غرض رسالت کے اس حصہ کی تکمیل اہلبیت ہی سے ہو گی۔ کیونکہ حضرت علیؑ سے لے کر امام آخر الزمان تک ان سب کا عمل ایک ہے اور وہ معیار وحی تنزیل ہے

جس کی روشنی میں ترتیب دیا ہوا آئین وہ ہے جس کے اصول منضبط اور ضوابط ناقابل ترمیم ہیں اور جسے حاملان نبوت و رسالت ہر دور میں پیش کرتے رہے اور اس کے ذریعے تہذیب نفس و تزکیہ، اخلاق کا درس دیتے رہے ان معلمین اخلاق میں سے سب سے بلند مرتبت حضرت ختمی مرتبت ہیں جنہوں نے زیور اخلاق سے آراستہ کرنے اور انسانیت کی زلف پریشان کو سنوارنے کے لئے وہ تعلیمات دیں جو محاسن اخلاق کا سرچشمہ ہیں۔ یہ تعلیمات صرف قول تک نہ تھے بلکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پاکیزگی سیرت کا ضابطہ اور حسن و اخلاق کا ایک زندہ قانون ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

میں اس لئے مبعوث ہوا کہ مکارم الاخلاق کو پائیہ تکمیل تک پہنچا دوں اور ان تعلیمات کو زندہ رکھنے کے لئے ان کے اولیا جو سیرت و کردار اور اخلاق و اطوار میں ان کے ورثہ دار تھے اور علم و عمل میں ان کے آئینہ دار تھے ان تعلیمات کو نشر کرتے اور اپنے قول و فعل سے ان کا احیاء کرتے رہے۔

حضرت علیؑ (مس رُوپ کماری کی نظر میں)

رسول ہوں کہ نبی ان کے سب ہیں مجرائی
سند ہے دستِ خدا کی کسی کے ہاتھ آئی
کسی نبی نے دُلہن فاطمہؑ سی ہے پائی
حسنؑ حسینؑ سے بیٹے رسولؐ سا بھائی
خلاف حق کبھی چاہا نہ ان کی خاطر نے
انہیں بنا کے قلم رکھ دیا مصوّر نے

علیؑ ناصرِ اسلام و ایمان

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کتاب الاربعین میں لکھتے ہیں۔

فرماتے ہیں ضربتؑ علی : وہ خندق کی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ علیؑ کی ضرب ایسی ہے جس کی وجہ سے اسلام بچا۔ اور جب اسلام بچا تو فرماتے ہیں۔ یہ اصل ہوئی اور عبادت فرع ہے۔ اسلام ہی نہ ہو تو عبادت کیسی، اور اسلام بچا ضربت علیؑ سے اور جب ضربت علیؑ سے بچا تو حضورؐ نے فرمایا۔ علیؑ آج کی یہ ضربت دونوں جہانوں کی جن و انس کی قیامت تک کی عبادت سے افضل ہے۔ ایک ضرب کتنی دیر میں لگی، پل جھپکنے ہیں۔ بس ہاتھ اُٹھا اور جُھکا۔ بس اتنی دیر کی ضربت۔

امام رازی لکھتے ہیں کہ علیؑ کی اس ضربت کی قدر رسولؐ کی نظر میں کیوں تھی ؟

وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت اسلام کُل کا کُل مدینہ شرفہ کے اندر محصور تھا، محدود تھا، گھرا ہوا تھا۔ مدینے کے باہر کوئی مسلمان نہ تھا۔ سب کو حضورؐ نے اندر بُلا لیا۔ خطوط لکھ کر لوگوں نے اپنے رشتہ داروں کو بُلا لیا

اب ایک بھی مسلمان باہر نہ تھا کیونکہ کل عرب احزاب، جتنے فرقے، جتنی حزب جتنی جماعتیں تھیں سب نے اتفاق کر لیا تھا۔ صرف قریش نہیں۔ پہلے تو قریش لڑتے تھے مکہ سے آئے۔ مدینے میں لڑے۔ اب قریش نہیں کل احزاب عرب، کل فرقے، جماعت عرب کہ اب محمدؐ کو ختم کر دو۔ یہ بچنے نہ پائیں۔ انہوں نے گھیرا ڈال دیا مدینے میں۔ حضورؐ نے ایک ماہ پہلے سب مُسلمانوں کو مدینہ بلا لیا اب مدینے سے باہر کوئی مسلمان نہ تھا۔ تقریباً ایک مہینہ یہی حالت رہی۔ نہ درآمد تھی نہ برآمد۔ جو کچھ اندر تھا وہی کھایا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ تمام غذائیں ختم ہو گئیں۔ راشن نہ رہا تو حضورؐ نے فرمایا کہ کھجور کی گٹھلیاں جمع کر لو اور عورتوں کو دو کہ ان کو پیس کر روٹی پکائیں۔ وہ بھی کھائی جانے لگیں۔ وہ بھی ختم ہو گیا۔ اب کچھ نہ رہا تو حکم ہوا کہ اب درختوں کے پتے کھاؤ اور وہ تقسیم ہوتے گئے۔ جو کچھ آتا وہ تھوڑا تھوڑا دیتے تھے۔ اپنے شکم پر پتھر باندھے گئے۔ سب سے کم غذا حضور لیتے تھے۔

الغرض کُل کا کُل اسلام مدینے میں تھا، گھیرے میں تھا۔ عمرو بن عبدُود آیا۔ وہ تیس ہزار کا لشکر لے کر آیا اور تمام جماعتوں کے بڑے بڑے سردار بھی لے کر آیا۔ آٹھ سردار سب سے آگے تھے۔ ان آٹھوں میں عمر بن عبدود اُن کے آگے آگے دونوں ہاتھوں میں دو نیزے دو تلواریں لئے گھوڑے پر سوار آیا۔ سرکار دو جہاں کو جب خبر ملی۔ آپؐ نے مدینے سے باہر نکل کر دیکھا۔ ایک طرف مدینے کے پہاڑ، ادھر سے کوئی راستہ نہیں کوئی نہیں آسکتا۔ ایک طرف میدان۔ میدان کی طرف سے نکلے کیمپ لگوائے۔ جب خیمے لگ چکے تو سرکار دو جہاں نے گفتگو کی کہ اب کیا کیا جائے لشکر آ رہا ہے اور اگر وہ ایک مرتبہ داخل ہو گیا تو مسلمان تو یہی ہیں۔ باہر کوئی مسلمان نہیں کیا ہوگا ؟ رائے دو۔ تمام بیٹھے تھے۔ حضور رائے طلب کر رہے تھے۔ جملہ اصحاب و مسلمین سے۔

اس وقت جناب سلمان فارسیؓ کھڑے ہوئے۔ عرض کی یا رسولؐ اللہ ہمارے وطن ایران میں جب ایسا وقت آجاتا ہے تو ہم خندق کھودتے ہیں اتنی چوڑی کہ گھوڑا کود نہ سکے اور اتنی گہری کہ جو گر جائے تو نکل نہ سکے۔

ابھی گفتگو ہو رہی تھی کہ جبرئیلؑ نے آکر کہا یا رسول اللہؐ۔ اللہ کو سلمان فارسی کی رائے پسند ہے۔ جب یہ حکم آگیا تو سرکار دو جہاںؐ نے دس دس آدمیوں کو بیس بیس گز زمین دے دی کہ اسے کھودو۔ حضورؐ اپنے حصے کی زمین لے کر الگ ہو گئے۔ حضورؐ کھودتے تھے اور علیؑ مٹی نکالتے تھے۔ چنانچہ لشکر کے آنے سے تین دن پہلے خندق تیار ہو گئی۔ ایک راستہ رکھا گیا آنے جانے کا۔ اس پر مورچہ بنا دیا گیا اور اپنے سپاہی بٹھا دیئے۔ اب چاروں طرف سے حملہ نہیں ہو سکتا تھا گھیرے میں نہیں آسکتے تھے۔

اتنے میں معلوم ہوا۔ اب عمر بن عبدِ وُد لشکر لے کر آپہنچا ہے۔ خندق دیکھتے ہی کہنے لگا۔ یہ جو ایرانی سلمان فارسی ان کے پاس رہتا ہے یہ اسی کی رائے ہے اس نے اِدھر اُدھر گھوڑے کو کاوہ دیا کہ میں کسی طرح جست لگا کر اندر پہنچوں ایک دفعہ اس نے گھوڑے کو مہمیز کیا۔ ایڑ لگائی۔ گھوڑا کود کر اندر آگیا۔ اور جب اندر آگیا تو ہر ایک اپنے اپنے خیمے کے اندر گھس گیا۔ کوئی باہر نہ رہا۔ آپس میں باتیں ہونے لگیں۔ یہ "تو عمرو" ہے۔ یہ تو ایک ہزار کا مقابلہ اکیلا کر سکتا ہے۔ یہ ڈھال نہیں اُٹھاتا۔ سپر کی جگہ گھوڑے کو اٹھا لیتا ہے۔ اونٹ کو اٹھا لیتا ہے بجائے ڈھال کے۔

عمر بن عبدود آیا اور آکر اپنا نیزہ نبیؐ کے خیمے پہ مارا اور کہا کہ یا محمدؐ باہر نکلئے۔

حضورؐ باہر آئے اور فرمایا کہ جلدی نہ کر تیار ہو۔ "میں ابھی اپنا سپاہی بھیجتا ہوں"۔

وہ کھڑا رہا اور کھڑا رہا اور کھڑا ہو کر دیکھ رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا:

"آج جو اس کا مقابلہ کرنے جائے گا میں اپنے بعد اس کو امامت دیتا ہوں"

ان سب کا کیا حال تھا۔ جیسے سروں پہ پرندے بیٹھے ہیں ہلتے نہ تھے۔ قرآن اس کی تصویر کشی کرتا ہے (سورہ احزاب بائیسواں پارہ)

حاصل کلام۔ خدا کہتا ہے یاد کرو۔ اس وقت مسلمانو جب تمہاری آنکھیں (عمرو کو دیکھ کر) اندر گھس گئی تھیں اور تمہارے سانس کھینچ کھینچ کر گلوں میں اٹک

گئے تھے۔ سانس اونچا نہ لیتے تھے کہ کہیں زندہ نہ سمجھ لے۔ اور کیا حالت تھی؟ دل کھینچ کے گلوں میں اٹک گئے تھے اور اللہ پہ بدگمانی کر رہے تھے کہ ہمیں کہاں پھنسا دیا کدھر پھنسا دیا۔ یہ حالت ہو گئی۔

امام رازی فرماتے ہیں۔ اب حضورؐ نے آواز دی "کوئی ہے میرے اصحاب میں جو اس کا مقابلہ کرے۔ میں اس کو امامت دوں گا"۔

سب خاموش بالکل خاموش۔

علیؑ کھڑے ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہؐ میں اس سے مقابلہ کروں گا"۔ آپؐ نے فرمایا" ٹھہرے رہو اپنی جگہ پہ آگے نہ آؤ۔ اسی جگہ بیٹھ جاؤ" علیؑ بیٹھ گئے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا:

"جو مقابلہ میں جائے گا میں اپنے بعد اسے امامت دیتا ہوں"۔

پھر کوئی نہ بولا۔ علیؑ نے جواب دیا "میں مقابلہ کروں گا"۔ حضورؐ نے کہا: ٹھہر جاؤ، بیٹھو ذرا۔ علیؑ پھر بیٹھ گئے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا:

"میں امامت دے رہا ہوں، کوئی مجھے کنبہ پرور نہ سمجھے۔ میں دے رہا ہوں جو بھی آج آئے گا۔ میں امامت دوں گا"

پھر سب کے سب خاموش۔ تین مرتبہ پکارا اور تینوں مرتبہ علیؑ کے سوا کوئی کھڑا نہ ہوا۔ اس گفتگو میں دیر ہو گئی اور کوئی نہ نکلا۔

عمرو بن عبدود کھڑا تھا۔ وہ جوش میں آکر کہتا ہے:

"اے مسلمانو! تم تو یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ جو مسلمان کافر کے ہاتھ سے مرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو کافر مرے گا کسی مسلمان کے ہاتھ سے وہ جہنم میں جائے گا۔ تو پھر آج کسی مسلمان کو جنت میں جانے کی تمنا نہیں ہے؟ مسلمان جنت میں جانا نہیں چاہتے۔

عمرو کے یہ الفاظ سن کر حضرت علیؑ کی رگوں میں خون جوش مارنے لگا اور آپ نے عرض کی:

"یا رسول اللہؐ عمرو کی باتیں ناقابل برداشت ہیں۔ جلد اجازت دیجئے کہ میں اس کا مقابلہ کروں"۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: "اے علیؑ ھذا عمر بن عبدود۔ یہ عمر بن عبدود ہے۔"

حضرت علیؑ نے عرض کی "اگر یہ عمر بن عبدود ہے میں بھی تو علیؑ ابن ابی طالب ہوں۔"

چنانچہ آنحضرتؐ نے اپنا عمامہ حضرت علیؑ کے سر پر باندھا اور اپنی تلوار حمائیل کی اور فرمایا: "اے عمرو تیار ہوجا، میرا سپاہی تیرے مقابلے کے لئے تیار ہے۔"

عمرو میدان میں پہنچ گیا۔ حضرت علیؑ کو آنحضرتؐ نے روانہ کیا۔ اس شان سے کہ آگے آگے علیؑ اور پیچھے پیچھے رسولؐ اور آپؐ کے عقب میں اصحاب۔ جب علیؑ خندق کے دروازے تک پہنچے تو آپؐ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور دربار الٰہی میں عرض کی:

"پروردگار تو نے مجھ سے چچا حمزہؓ کو لیا، بھائی جعفر کو لے لیا۔ اب یہی ایک باقی رہ گیا ہے تو بہترین وارث ہے۔" یہ دعا کرکے حضرت علیؑ سے فرمایا:

بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ اِلَی الْکُفْرِ کُلِّہٖ

آج کُل ایمان کُل کُفر کے مقابلہ میں جا رہا ہے۔

کیونکہ کُل مسلمان محدود و محصور تھے مدینہ میں۔ لہٰذا اگر ایمان تھا مدینہ میں۔ اور مدینہ سے باہر کُل کفر تھا۔

امام فخرالدین رازی نے یہی لکھا ہے کہ اگر آج عمرو غالب آجاتا تو اساس ایمان منہدم ہوجاتی کیونکہ نبیؐ آخری نبی تھے اور کتاب آخری کتاب تھی۔ اگر یہ سب شہید ہوجاتے تو دنیا میں صرف کفر ہی باقی رہتا۔ اس کے امام رازی فرماتے ہیں:

"پس ضربت علیؑ ابن ابی طالب وہ ضرب ہے کہ جس کی وجہ سے اسلام بچ گیا۔" اسلام کی بقا اس ضرب سے ہوئی۔ لہٰذا یہ ضرب اصل ہے اور عبادت اسلام کی فرع ہے۔ اگر اسلام ہی باقی نہ رہتا تو عبادت کہاں ہوتی؟

اس کے بعد امام رازی فرماتے ہیں۔ یعنی اسی وجہ سے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ آج کُل ایمان کُل کفر کے مقابلہ میں جا رہا ہے۔ حدیث کتاب حیوۃ الحیوان علامہ دمیری اور بعض تاریخوں میں ہے:

برز الاسلام الی الکفر کلہ

جیسا کہ روضۃ الصفا میں ہے۔

بحرحال حضرت علیؑ کو آنحضرتؐ نے کُل ایمان یا کُل اسلام فرمایا۔ اور اس لئے فرمایا کہ آج ایمان و اسلام کی بقا کا سبب حضرت علیؑ تھے۔

خدا فرماتا ہے: جب میں کسی بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں اور وہ حملہ میرے ہاتھ سے کرتا ہے اور میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں۔ وہ میری آنکھوں سے دیکھتا ہے اور میں اس کے کان بن جاتا ہوں اور میرے کانوں سے سنتا ہے۔

یعنی اب وہ یداللہ بھی ہے، عین اللہ بھی ہے، اُذن اللہ بھی ہے تو خیبر میں محبت ثابت۔ لہٰذا علیؑ یداللہ، عین اللہ، اذن اللہ جب یداللہ۔ تو اللہ کے ہاتھوں پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا۔ اس لئے علیؑ غالب علی کُل غالب ادھر ہاتھ ہلا اسلام بچ گیا۔ رسولؐ و اسلام و اصحاب سب بچے۔

حدیث ثقلین

اِنّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَبَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ وَاِنَّھُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ

بے شک میں تمہارے درمیان کتاب اللہ اور اپنی عترت اہل بیت دو گراں بہا چیزیں چھوڑتا ہوں۔ اگر تم نے ان دونوں سے تمسک رکھا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے یہاں تک کہ دونوں میرے حوض کوثر پر پہنچیں۔

قرآن و اہلبیت وہ ہیں جن کو چھوڑا اور اصحاب و اُمتی وہ ہیں جن میں چھوڑا

جن میں چھوڑا ان کو فرما رہے ہیں کہ اگر تم نے ان دونوں سے تمسک کیا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور جن کو چھوڑا ان کے لئے فرمایا : یہ دونوں قرآن و اہلبیت آپس میں جُدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ پہنچیں۔ معنی کیا ہوئے : تم جدائی نہ کرنا قرآن و اہلبیت میں۔

ثقلین

لفظ ثقلین کے معنی بتاتے ہیں کہ کتنی عزت ہے۔ ان دونوں کے لئے معیت ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کا واقعہ گواہ ہے۔ حضرت یوسفؑ کو تولا گیا۔ ترازو کے ایک پلہ میں حضرت یوسفؑ کو بٹھایا اور دوسرے پلہ میں زر و جواہر سونا چاندی۔ حضرت یوسفؑ جدھر تھے وہ ترازو کا پلہ اسی طرح رہا اور جتنے خزانے مصر کے تھے وہ دوسرے پلہ میں آتے گئے مگر وہ پلہ اٹھا رہا۔ جب خزانے خالی ہو گئے تو حضرت یوسفؑ نے کہا:

”اے شاہِ مصر! یہ تو مصر کے خزانے ہیں، اگر تمام کائنات کے خزانے بھی ترازو میں رکھ دے گا تو وہ بھی میرے مقابلے میں نہیں آسکتے۔ تُو تو نبوت کو مالِ دنیا سے تولتا ہے“۔

جب یہ لفظ کہے گئے تو شاہِ مصر نے کہا : ”پھر آپ کو کیسے تولا جائے“؟ حضرت یوسفؑ نے صرف ایک آیت قرآنی لکھی اور لکھ کر دے دی کہ یہ رکھ دوسرے پلہ میں۔ جب وہ ایک آیت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رکھی گئی اور جدھر آیت تھی وہ پلہ جھک گیا۔ تو ایک آیت میں اتنا وزن، کہ حضرت یوسفؑ جیسا پیغمبر سبک ہوگیا اور آیت وزنی رہی۔ تو جہاں قرآن ہو ان اہلِ بیت کا کیا وزن ہوگا؟

کیونکہ حدیث میں ثقلین کا لفظ ہے۔ تثنیہ کا صیغہ ہے۔ تثنیہ کے معنی ہیں جیسا ایک ہو ویسا ہی دوسرا۔ اور ثقل کے معنی وزنی چیز کے ہوتے ہیں۔ جب دونوں کو وزنی کہا تو قرآن کا بھی وزن دیکھئے اور اہلِ بیت کا وزن بھی دیکھئے۔ دونوں کا وزن بتایا۔ یہ بھی بھاری وہ بھی بھاری۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم قرآن کو نازل کر دیتے پہاڑ پر تو تم دیکھتے کہ پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اُڑ جاتے۔ اس میں طاقت نہیں کہ کتاب اللہ کو برداشت کر سکے اتنا وزن ہے۔ تو یہ ہے قرآن جو ہم نے لکھا، ہمارا چھاپہ ہوا، یہ رکھ دیجئے ہلتے پہاڑ پر اس میں لرزہ پیدا نہ ہوگا۔

تو یہ قرآن کہاں اُترا، پہاڑ پر تو اتر نہیں سکتا وہ تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا، اللہ فرماتا ہے۔ اے محمدؐ! وہ قرآن تمہارے دل پر اُترا اور دل کے ٹکڑے نہیں ہوئے اگر پہاڑ پر آجائے تو ریزہ ریزہ ہو جائے اور حضورؐ کے دل پر آگیا تو کوئی لرزہ نہیں۔ حضورؐ کے دل نے اٹھا لیا۔ کوئی اثر نہ ہوا۔ تو وہ قرآن کیا ہے جس کے ساتھ اہلبیت ہیں؟ یہ تو وہ قرآن نہیں۔ یہ قرآن تو نقل ہے، نقل ہم نے حضورؐ سے لی۔ ہم نے وہ قرآن سنا جو حضورؐ کے دل میں تھا۔ حضورؐ نے وہ قرآن سُنایا۔ ہم نے سُن سُن کر لکھ لیا۔ لکھتے چلے آئے اور آج تک لکھتے ہیں نقل در نقل۔

اصل قرآن حضورؐ کے دل میں ہے، اللہ نے جو کہا ہے ہم نے اس کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں تو کیا اس قرآن کے جو ہم نے نقل کیا؟ اگر یہ وہ قرآن ہوتا تو نہ اس کو کوئی جلا سکتا، نہ پھاڑ سکتا، نہ نیزے پر چڑھایا جاتا۔ اگر اس کی حفاظت کا وعدہ اللہ نے کیا ہوتا۔ اللہ کی حفاظت میں یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ اس قرآن کی کاپی ہے، نقش ہے جو حضورؐ پر اترا، جو پڑھا گیا اور سُنا کر لکھا گیا۔ بعینہٖ یہ وہ نہیں ہے اس کی نقل ہے، کاپی۔ وہ اصل تھا، جو حضورؐ کے سینے میں تھا۔ اس کی نقل آج تک ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ ہم پڑھ رہے ہیں۔ مگر اس نقل کو بھی جب ہم لکھ چکے تو حکم آتا ہے۔

دیکھو! یہ جو تم نے لکھ لیا ہے کوئی اس کو بغیر طہارت ہاتھ نہ لگائے، چُھو نہ لے، بغیرِ وضو ہاتھ لگانا حرام ہے وضو کر کے ہاتھ لگاؤ، حرفوں کو مُنہ سے چُوم لو آنکھوں سے لگائیں، سر پر رکھیں لیکن قدم نہ لگائیں۔ اگر قدم رکھ دیا تو کافر ہو جائیں گے۔ حالانکہ لکھا ہم نے، قلم ہم نے بنایا، کاغذ ہم نے بنایا، پتھر پر کاپی ہم نے جمائی۔ مشین ہم نے بنائی، مشین سے ہم نے چھاپا اور جب

چھپ کر تیار ہوا اور ہم نے جلد باندھ لی تو ہمیں آواز دی۔ دیکھو ہمیں نہ چھونا، اور اگر چھونا چاہتے ہو تو جاؤ وضو کر کے آؤ اور بوسہ دو۔ آنکھوں سے لگاؤ ہاتھوں سے اٹھاؤ۔ مگر قدم نہ لگانا پیروں سے نہ روندنا ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔ یہ نقل کے لئے کہتا ہے۔ یہ ہمیں حکم دیا جا رہا ہے نقل کے لئے۔ اور جو خدا نے لکھا قلب رسولؐ پر، تمام جسم پہ قرآن ہی قرآن۔

چنانچہ تمام مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

قرآن کی آیت نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ یہ بھی آیت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یہ بھی آیت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اللہ نے یہ آیتیں خود لکھیں قلم نور سے جسدِ رسولؐ پر، دونوں کاندھوں پر لکھیں۔ مُہر بن گئی نبوت کی بجائے کاغذ، دوش رسولؐ اس پر لکھی ہوئی آیات اور حضورؐ حکم دیتے ہیں۔ اے علیؑ قدم رکھ کر کھڑے ہو جاؤ۔

سرکار دوجہاں فرما رہے ہیں کہ "اے علیؑ تم قدم رکھ کر کھڑے ہو جاؤ اور علیؑ نے اصل پر قدم رکھے۔ جس کا کاتب خدا، قلم نور۔ وہاں علیؑ کو حکم کہ قدم رکھ کر کھڑے ہو جاؤ اور جب دوش رسولؐ پر قدم رکھ کر کھڑے ہوئے تمام مسلمانوں نے لکھا ہے کہ علیؑ نے دوش رسولؐ پر چڑھ کر اوپر کے بتوں کو جہاں ہاتھ نہیں جا سکتا تھا توڑا۔ بتوں کے توڑنے کا یہ تو سامنے کا فوٹو تھا حضورؐ کھڑے ہیں، علیؑ دوش رسولؐ پر بت توڑ رہے ہیں۔ یہ سب نے لکھ دیا، کوئی انکار نہ کر سکا۔

حضورؐ فرماتے ہیں "اے علیؑ! آج تم اس وقت اپنے کو کیسا پا رہے ہو؟" علیؑ نے کہا! "یا رسولؐ اللہ! میں اپنے کو اتنا بلند پاتا ہوں کہ چاہوں تو عرش کو پکڑ لوں۔"

یہ علیؑ نے کہا۔ اب اس واقعہ کو بعض نے اس نظریہ سے دیکھا کہ اتنی بلندی پر جب چلے گئے کہ کہتے ہیں کہ عرش کو چھو لوں تو جب نیچے اُترے تو چوٹ نہ لگی۔ تو کسی نے حضورؐ سے پوچھ ہی لیا کہ اتنی بلندی سے اُترے چوٹ نہیں لگی۔

حضورؐ نے ایک ہی جملہ کہا: چڑھایا میں نے تھا، اتارا جبرائیل نے، جبرائیل نے کیوں اُتارا؟ وجہ یہ ہے کہ وہ ملک تجویز کیا گیا علیؑ کو لے کر اُتارنے کے لئے جو کہ قرآن لے کر آترا۔ دونوں کا ثقل برابر کوئی اٹھا نہ سکتا تھا۔ جس طرح قرآن لے کر آئے اتنا وزنی کہ پہاڑ پہ آئے تو ٹکڑے ہو جائے۔ ثقلین ہیں نا دونوں ہم وزن۔

حضرت امام المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی مشہور کتاب تحفہ اثنا عشری میں اس کی تصدیق کی ہے کہ یہ کتاب صحیح اور معتبر ہے۔ جس کا حوالہ پیش کر رہا ہوں۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔ کتاب کا نام روضتہ الاحباب ہے۔ ترجمہ (فرمان رسولؐ)

اے علیؑ۔ تمہارا کیا کہنا، تم حق کا کام کر رہے ہو اور میرا کیا کہنا کہ حق کا بوجھ اٹھا رہا ہوں۔"

امام شافعیؒ نے ایک قصیدہ لکھا ہے۔

ترجمہ: علیؑ اس جگہ آج قدم رکھے ہوئے ہیں جہاں شب معراج خدا نے اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

علیؑ بر دوش احمدؐ چشم بد دور
عیاں شد معنی نورٌ علیٰ نور

شیخ سلیمان حنفی بلخی قندوزی فرماتے ہیں کہ جس کو معصوم اپنے دوش پر ان لکھی ہوئی آیتوں پر اُٹھالے وہ معصوم ہوگا۔ کیونکہ کوئی گنہگار جس کی رُوح نجس ہو وہ آیتوں پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ حضورؐ نے سب کو اٹھایا۔ علیؑ کو اٹھایا بُت شکنی کے لئے۔ خاتونؑ قیامت کو اٹھایا۔ حسنؑ حسینؑ کو اٹھایا، کبھی کاندھے پہ اُٹھا کر مسجد تک لے گئے اور کبھی بازار تک۔ الغرض حضرت علیؑ رسولؐ کے سینہ سپر رہے اور ان کی نصرت میں کہیں بھی ہمت نہ ہاری۔

"تاریخی لحاظ سے یہ داستان اس قدر وسیع ہے کہ ہمارے الفاظ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے لیکن حسّاس قلوب محسوس کر سکتے ہیں۔ کیونکہ شب ہجرتِ رسولؐ، جنگِ بدر، جنگِ اُحد، جنگِ خندق و خیبر اور جنگِ حنین، ان

کے علاوہ وہ معرکے جو اکثر و بیشتر رسولؐ اور قریش سے ہوتے رہتے۔ خود اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ایسے خطرناک اور ہوش رُبا ماحول میں آپ نے اپنی زندگی کی کوئی قیمت نہ رکھی۔ صرف ایک جذبہ کارفرما تھا۔ قربانی اور وفاداری۔ نیز یہ کہ رسول مقبولؐ کا بال بھی بیکا نہ ہونے پائے۔ انہی فداکاریوں اور استقلال کا نتیجہ تھا کہ رسولؐ خدا اکثر و بیشتر فرمایا کرتے:

"علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں"

امیرالمومنین علیؑ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ بے حد خصوصی تعلق معلوم ہوتا ہے۔ خدا کی تائید و نصرت آپ کا منشا رہا۔ کائنات کی طاقتیں بھی آپ کی ہمنوا معلوم ہوتی ہیں۔ چنانچہ مدد الٰہی کی بعض اوقات ایسی مثالیں پیش آجاتی ہیں جس سے آپ کی بلندی کا احساس ہر دل کو ہونے لگتا ہے۔

جنگ میں تلوار (ذوالفقار) کا عطا ہونا بظاہر عالم کے عام قانون طبعی کے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے ساتھ ایسا حقیقت میں ہوا (بخاری شریف) میں بھی ہے۔ وہ حدیث جو کُل مسلمین نے لکھی ہے۔ اتنے الفاظ لکھوں گا جسے سب نے تسلیم کیا۔

لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

ترجمہ: کل میں ایسے مرد کو علم دوں گا جو خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اس سے محبت رکھتے ہیں۔

حدیث میں لفظ ہے غداً جس کے معنی کل ہیں۔ یعنی میں کل علم دوں گا حضورؐ فرما رہے ہیں یعنی یقیناً عطا کردوں گا، لازمی عطا کردوں گا۔ یہ حضورؐ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ قرآن ایک بات سے روکتا ہے۔ قطعاً مانع ہے۔ حکم دیتا ہے

لَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ

ترجمہ: اے رسولؐ! تم کسی شئے کے لئے یہ نہ کہنا کہ میں کل کردوں گا، البتہ انشاءاللہ کہہ کر کہہ سکتے ہو۔

حدیث میں انشاءاللہ کہیں نہیں کہا۔ کسی حدیث/کتاب میں دیکھ لیں اور

اللہ کے حکم کی رسولؐ تو نافرمانی نہیں کر سکتے۔ تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ بات حضورؐ کی نہیں ہے۔ تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضورؐ علم دیتے رہے تو اب یہ بات حضورؐ نہیں کہہ سکتے کہ کل میں دوں گا۔ بلکہ یہ تو حدیث قدسی معلوم ہوتی ہے

حدیث قدسی

اللہ کی طرف سے اگر لفظ اور معنی اس کے ہوں اور معجزہ بن کر آئیں تو قرآن اور اگر لفظ اور معنی اس کے ہوں مگر معجزہ نہ ہو تو حدیث قدسی۔ اگر معنی آئیں اس کے اور لفظ ہو رسولؐ۔ بہر حال معنی اس کے ہوں گے تو کل میں علم دوں گا۔ کلام خدا معلوم ہوتا ہے رسولؐ کی حدیث ہوتی تو انشاءاللہ ہوتا اور جب عطا کا لفظ آیا کہ کل میں عطا کردوں گا تو عطا کے معنی بخشش کے ہیں اور جب خدا نے عطا کیا تو اب علم ان کی میراث ہو گیا، اب کوئی علم نہیں لے سکتا اور جو اب بھی قائم آل محمدؐ کے پاس ہے اور بوقت ظہور بعد از غیبت کبریٰ برآمد فرمائیں گے۔

حضرت علیؑ (مس رُوپ کماری کی نظر میں)

جہاں میں دین الٰہی انہی سے ہے قائم
یہی صفی ہیں یہی سیف ہیں یہی صائم
یہی قسیم جناں ہیں یہی ابوالقاسم
انہی کو آیا ھُوَ اللّٰہ فوق ایدیھم
بتایا فرق انہی نے تو جا و بے جا میں
انہی نے جان دی پرماتما کی سیوا میں

سرپرست تھے۔ جن کے بیٹے حضرت علیؑ تھے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ آل عمران سے مراد حضرت موسیٰؑ اور ان کی اولاد ہیں، لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ آیت میں جب پہلے آل ابراہیمؑ کا ذکر موجود ہے اور حضرت موسیٰ بھی آل ابراہیمؑ سے ہیں تو پھر بعد میں آل عمران کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

آلِ عمران سے مراد ابوطالب کی اولاد ہے کہ جن کا نام عمران تھا۔

ہوسکتا ہے کوئی اس دلیل کو بطور حجت پیش کرے اور کہے کہ جب آل عمران بھی آلِ ابراہیم میں داخل ہے تو پھر آل عمران یعنی ابوطالب کی اولاد کا علیحدہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے دو سلسلے چلے۔ ایک حضرت اسحٰقؑ سے، دوسرا حضرت اسمٰعیلؑ سے۔ پہلی نسل بلحاظ ہدایت و شریعت حضرت عیسٰی پر ختم ہوگئی۔ لیکن دوسری نسل یعنی ابوطالب کی اولاد میں سلسلۂ ہدایت قیامت تک باقی رہنے والا تھا۔ اس لئے امتیاز نسلی کے اظہار اور ازالہ اشتباہ اور حضرت رسولؐ خدا اور ان کے سلسلہ ہدایت کے آئمہ کی فضیلت کے اظہار کے لئے آل عمران کا ذکر ضروری ہو گیا ہے۔

اس ردیف قافیہ میں سرور کائنات نے تعارف کرایا:

ان اللہ اصطفیٰ بنی کنانہ من بنی اسماعیل من
بنی کنانہ قریش ومن قریش بنی ھاشم ومن
بنی ھاشم اھل بیتی

لہٰذا از روئے نسب اہل بیت رسولؐ ہونا اور از روئے حسب وارث الکتاب حامل علم لدنی اور مصطفیٰ ہونا بھی ضروری۔

حقیقت قرآنیہ عطائے ربانی کے طور پہ ان ہستیوں کے سینوں میں ہوا کرتی ہے۔

یہ الکتاب کی وراثت کیسے ملتی ہے؟

بل صفایات بینات فی صدور الذین اوتوا لعلم

(عنکبوت ۴۸)

اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ان کو رسالت کی گواہی کے لئے پیش کیا۔

قل کفی باللہِ شہیداً بینی وبینکم ومن عندہ
علم الکتاب (رعد ۴۲)

آیت میں نام نہیں لیا گیا صرف صفت بیان کر دی ہے (من عندہ علم الکتاب)

کیونکہ ایسے وارث علم لدنی کی موجودگی ہر زمانہ میں ضروری ہے۔

یہ وارثان الکتاب جاہل پیدا نہیں ہوتے اور بمصداق (فوق ذی علمٍ علیم) یوسف ۷۶۔ اپنے زمانہ کے ہر اس صاحب علم پہ فوقیت رکھتے ہیں۔ حضرت آدمؑ تھوڑے سے علم لدنی کی بناء پہ مسجود ملائکہ قرار دیئے گئے تھے لیکن ان ہستیوں کے تعارف میں خدا فرماتا ہے۔

کل شیٔ احصینٰہ فی امامٍ مّبین : یٰسین آیت ۱۲)

کل کائنات کی حقیقت کو ہم نے امام مبین میں سمو رکھا ہے۔

عوام الناس کا تعارف کراتے ہوئے پروردگار نے ارشاد فرمایا:

ما اوتیتم من العلم الا قلیلا (بنی اسرائیل ۸۵)۔

تمہیں صرف قلیل علم عطا کیا گیا ہے۔

یہ قلیل علم والی مخلوق ہوا میں پرواز کر رہی ہے اور علم کی بدولت کیا کیا کرشمے دکھاتی پھر رہی ہے اور جنہیں خدا نے کلّی علم عطا کر رکھا ہے ان میں کیا کیا کمالات ہوں گے۔

ولو انا قرآناً سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض
او کلم بہ الموتیٰ بل اللہ الامر جمیعاً (الرعد-۳۲)

آن واحد میں مشرق سے مغرب، فرش سے عرش تک پہنچ سکتی ہے مردوں کو زندہ کر کے باتیں کرا سکتی ہے۔ خاصان خدا اسی کی بدولت کائنات پر تصرف کرتے ہیں۔ تغیراتِ نظام عالم انہی کا ادنیٰ سا معجزہ ہے۔

یہ نزول قرآن سے پیشتر حقیقت قرآن کے عام ہوتے ہیں۔

(الذین آتینا ھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یومنون وَاذ یتلیٰ علیھم قالوا آمنا بہٖ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین (قصص)

سہ
سند لیاقت علم لدُنی کی پائے ہوئے
فصیح عجز سے ہیں گردنیں جھکائے ہوئے
بلیغ سر بگریباں ہیں منہ کی کھائے ہوئے
نہ بے پڑھے کہو حق کے ہیں یہ پڑھائے ہوئے

وارثان کتاب کے لئے اوتوا العلم اور من عندہ علم الکتاب ہونا بھی ضروری ہے۔

ھو الذی انزل علیک الکتاب آیاتٌ محکمات ھن ام الکتاب وَاُخر متشابھات فامّا الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعُون ما تشابہ منہُ ابتغا الفتنۃ وَما یَعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم ہ (آل عمران ۷)

آیات محکمات صریح الدلالت ہوتی ہیں وہ مرجع کتاب ہیں لیکن تشابہ آیات محتاج تاویل ہوتی ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ ہوتا ہے وہ اپنے باطل خیالات کی تائید میں تشابہ آیات پیش کرتے ہیں اور اپنی خواہشات کے سانچے میں ڈھال کر جیسے چاہتے ہیں تاویلیں کرتے رہتے ہیں۔

تاویل کِسے کہتے ہیں ؟

ظاہر معنی کو حقیقت کی طرف لوٹانا۔ اگر حقیقت معلوم ہو تو تاویل بے سروپا اور من گھڑت ہو گی۔ لہٰذا تاویل وہ ہی کر سکتا ہے جس کو خود خدا نے حقیقت سے آگاہ کر رکھا ہو۔ یہی ہستیاں راسخ فی العلم کہلاتی ہیں۔ ان کا علم ایسا پختہ ہوتا ہے کہ اس میں تغیر بالکل نہیں ہوتا۔ یہاں سن وسال کی قید نہیں ہوتی۔ ان کی حقیقت ہی عین علم ہوتی ہے۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپا تو بجائے خود رہے یہ ہستیاں بطن مادر میں بھی علیم ہوتی ہیں۔ ان پہ نہ نسیان طاری ہوتا ہے نہ ہذیان اگر خدا یہ فرماتا ہے کہ علم ان میں راسخ ہے تو بھی بڑی بات ہوتی لیکن ایسی صورت

میں احتمال ہو سکتا ہے کہ انہیں عالم وجود میں آنے کے بعد کسی وقت علم عطا کیا گیا اس احتمال کو دور کرنے کے لئے خدا نے اس آیت میں علم کو ظرف قرار دیا اور ان ہستیوں کو مظروف۔ یعنی کوئی وقت ایسا آیا ہی نہیں کہ یہ ہوں اور علم نہ ہو راسخون فی العلم کی جماعت میں خود رسولؐ بھی شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا ذکر علیحدہ نہیں کیا گیا۔

جو بطن مادر سے جاہل پیدا ہوا اور جس کی سوانح حیات میں لکھا ہو کہ اس نے علم تفسیر مولوی صاحب سے سیکھا، علم حدیث کی تعلیم فلاں استاد سے پائی اور علم فقہ کا درس فلاں شخص سے لیا۔ سمجھ لو وہ راسخون فی العلم نہیں، تاویل کرنے کا اہل نہیں ہے۔ اس بے چارے کو یہ بھی تمیز نہیں ہوتی کہ کونسی آیت محکم ہے اور کونسی متشابہ۔

والراسخون فی العلم منھم والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (سورہ نساء)

اس لئے راسخ فی العلم ہستیوں کا ذکر قرآن میں اہل ایمان لوگوں سے علیحدہ کیا گیا ہے۔

تاویل صرف دو طریقے سے پیش ہو سکتی ہے یا تو پیش کرنے والا خود راسخ فی العلم ہو یا کسی راسخ فی العلم کا قول نقل کر رہا ہو۔

اب ذرا حقیقت قرآن پر غور کیا جائے ہمارے کلام کا طریقہ کیا ہے ؟ ہمارے دل و دماغ میں ایک مطلب یا خیال پیدا ہوتا ہے جس کو بذریعہ الفاظ دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں، یعنی مطلب مقدم ہوتا ہے اور الفاظ مؤخر۔ کیا کلام خدا کو بھی یونہی تصور کیا جا سکتا ہے۔ یہاں نہ زبان ہے نہ حرف نہ صوت۔ کس طرح ممکن ہے کہ ایک محدود علم وادراک والا انسان خالق کے منشا کو کما حقہٗ سمجھ سکے۔ کلام اللہ کتابی صورت میں نازل نہیں ہوا، بلکہ نزول بہ روح الامین علیٰ قلبک (الشعراء - ۱۹۳) حقیقت قرآنیہ قلب محمدؐ نازل ہوئی۔ انہ القرآن کریم فی کتاب مکنون بیشک قرآن حکیم کی حقیقت ایک پوشیدہ کتاب ہے جس کی حقیقت زبان رسالت

سے ادا ہونے پر قرآن کہلائی۔ باطن پیغمبرؐ وہ کتاب ہے۔ اس حقیقت قرآنیہ باطن محمدیہ کو غیر مطہر مس نہیں کر سکتے۔ لا یمسہ الا المطہرون۔ حقیقت قرآن خلق و باطن پیغمبر ہے۔ تزکیہ نفس کر کے انسان جس قدر باطن محمدؐ سے اتصال روحانی پیدا کرے گا۔ اس قدر پر تو اس میں آجائے گا۔ اوصاف محمدی رکھنے والی ہستی ہی حقیقت قرآن پر ۔ اس لئے عربی دانی کے ساتھ تطہیر الٰہی ہونا بھی ضروری ہے۔

قرآن مجید اسرار و رموز ربانی کا حامل ہے۔ ذات ایزدی غائب ہے۔ اس کے منشاء کو معلوم کرنے کے لئے اس کی مشیت کا ظرف ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ سورۂ دہر میں اس نے کچھ ہستیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ ما تشاؤن ان یشاء اللہ (دھر) تم چاہتے ہی نہیں یا چاہو گے ہی نہیں جب تک اللہ نہ چاہے۔ گویا ان کا وجود محلِ مشیت پروردگار ہے۔ وہی اسرار و رموز خالق سے آشنا ہیں۔ لہٰذا عربی دانی کے علاوہ ظرف مشیت ایزدی ہونا بھی ضروری ہے۔ یہی صاحبان اعجاز ہستیاں معجزہ قرآن کی حقیقت سے آگاہ ہوتی ہیں، نہ کہ عوام الناس۔

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (النحل ۴۳)

یہ آیت خود بتاتی ہے کہ قرآن کو سب نہیں جانتے ان میں انجان لوگ بھی ہیں یہ لاتعلمون کے مصداق نہ جاننے والے کون ہیں۔

واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شیئاً

اللہ نے تمہیں ماں کے پیٹ سے پیدا کیا۔ درآنحالیکہ تم کچھ نہیں جانتے یعنی ورق سادہ جاہل مطلق پیدا ہوتے ہو۔ یہ اہل الذکر کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے جو اہل زبان عربی دان لوگوں کو دیا گیا ہے۔ حکم کی نوعیت کیا ہے؟ یہ نہیں فرمایا کہ اگر نہیں جانتے ہو تو قیاس کر لیا کرو، یا کثرت رائے سے طے کر لیا کرو یا لغت و نحو کی کتابیں دیکھ لیا کرو یا کسی عربی دان پروفیسر یا مفسر کی تفسیر ملاحظہ کیا کرو بلکہ کہا کہ اہل الذکر سے پوچھا کرو۔ یہ اہل الذکر کون ہیں؟ آیت خود بتاتی ہے بشرطیکہ تدبر سے کام لیا جائے۔ پوچھنے پر کوئی پابندی عائد نہیں،

کہ فلاں بات پوچھی جائے اور فلاں بات نہ پوچھی جائے بلکہ جو کچھ بھی نہیں جانتے ہو اہل الذکر سے پوچھو۔ لہٰذا جن سے پوچھنے کی ہدایت کی گئی ہے وہ وہی ہو سکتے ہیں جنہیں سب چیزوں کا علم عطا کر رکھا ہے۔ بادرزاد جاہل لوگوں کو حکم ہے کہ اپنی جہالت کو دور کرنے کے لئے علیم ہستی کی طرف رجوع کریں۔ جو فطرتاً علم ساتھ لے کر آئے۔ وہ کبھی یہ نہیں کہے گا کہ میں نہیں جانتا۔ چنانچہ زمانہ رسالتؐ میں اس ہدایت پر عمل ہوتا رہا۔

آیہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے اندر ہر چیز کا بیان ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "خداوند عالم نے قرآن مجید میں سب چیزیں بیان کر دی ہیں۔ خدا نے کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی جس کے بندے محتاج ہیں کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں شے قرآن میں نہیں ملتی۔ خدا نے تمہارے نبیؐ پر انبیاء کو ختم کیا اور قرآن کو کتابوں پر ختم کیا۔ اس کے بعد اور کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ اس میں سب چیزیں بیان کر دی ہیں۔ انسانی پیدائش، آسمان و زمین کی خلقت، تم سے پہلے کی خبریں، تمہارے زمانے کے احکام اور تمہارے بعد کی خبریں اور بہشت اور دوزخ کے حالات۔ تمہارا آخری انجام سب کچھ بیان کر دیا ہے۔"

پھر امام نے فرمایا۔ "کوئی چیز ایسی نہیں جس میں دو آدمی اختلاف کریں اور اس کے لئے کوئی قائدہ قرآن میں نہ ہو لیکن تمہاری عقلیں اس تک پہنچ نہیں سکیں"

امام حسنؑ کو شرمندہ کرنے کے لئے معاویہ نے ان سے پوچھا کہ "خدا کہتا ہے کہ ہر خشک و تر قرآن میں ہے تو کیا آپ کی میری داڑھی کا بھی ذکر ہے؟"

حضرت نے فرمایا سورہ اعراف میں ۵۸ ویں آیت (پاک زمین میں حکمِ خدا سے گھنی گھاس اگتی ہے اور شورہ زار زمین میں چھدری چھدری اگتی ہے۔ حضرت کی داڑھی گھنی تھی اور معاویہ کی چھدری۔

حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ "عنقریب بہت سے فتنے پیدا ہونے والے ہیں" کسی نے پوچھا "نجات دینے والی کیا چیز ہوگی" فرمایا "کتاب خدا، جس

یں تم سے پہلے کی خبریں ہیں، تمہارے بعد کی اور تمہارے زمانہ کے احکام"، عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کا پیکڑا گم ہو جائے تو میں اس کا پتہ بھی قرآن سے لوں گا۔

بہرحال ہر شے قرآن کے اندر موجود ہے یا اس کے لئے کوئی قاعدہ مذکور ہے۔ خواہ وہ قاعدہ خاص اس قسم کے لئے ہو یا عام ہو جس سے بہت سی چیزوں کے احکام نکالے جا سکیں۔ جس نے اس قاعدہ کو سمجھا اس نے اس چیز کے حکم کو سمجھا اور جس نے نہ سمجھا اسے کچھ نہ ملا۔

صرفی، نحوی، لغوی، فلسفی، نجومی، ریاضی، مؤرخین، اصولی، فقیہ، طبیب غرض ہر فن والوں نے اپنے اپنے فن میں قرآن سے مطالب لئے ہیں اور فائدہ اٹھایا ہے۔

محمدؐ و آلِ محمدؐ ہی راسخون فی العلم اور علم کتاب کے وارث ہیں۔ ان میں اور قرآن میں جدائی نہ ہوگی۔

حضرت علیؑ (مس روپ کماری کی نظر میں)

بہار باغ جناں ان کے فیض عام سے ہے
عروج نیر تاباں شہ انام سے ہے
شرف ستاروں کی تسبیح کو امام سے ہے
تمام نظم جہاں ان کے انتظام سے ہے
انہی سے گلشنِ عالم کی زیب و زینت ہے
انہی کے مسکن عالی کا نام جنت ہے

آئمہ امتِ محمدی پر گواہ

کیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک
علی ھؤلاء شھیدا (قرآن)

اس وقت لوگوں کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر نبی کی امت کو اس کے گواہ کے ساتھ بلائیں گے اور اے رسولؐ اور آپ کو ان سب پہ گواہ قرار دیں گے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یوم ندعوا کل اناس بامامھم

روز قیامت ہم لوگوں کی ہر جماعت کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ ہر امت کا ہادی اور امام اس امت کا گواہ بن کر آئے گا۔ اور ہمارے رسولؐ ان سب پہ گواہ ہوں گے۔ رسولؐ کی گواہی کیسے ہوگی جبکہ وہ نبی آخرالزمان ہیں اور سب سے آخر میں پیدا ہوئے ہیں۔ گواہی تو عینی ہونی چاہیئے نہ کہ سماعی۔

احادیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا نور آدم سے لے کر آخر نبی تک سب کے ساتھ رہا اور اصلاب طاہرہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل ہوتا چلا آیا اس کی علامت غائی یہی تھی کہ آپ ہر امت کے ساتھ موجود رہیں تاکہ روزِ قیامت

Scanned with CamScanner

ان پر گواہ ہوں۔ قیامت میں ہر امت سے یہ سوال کیا جائے گا کہ ہمارے پیغمبر نے ہمارے پیغام تم تک پہنچائے تھے اور پیغمبر سے بھی یہ سوال کیا جائے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین:

ہم ان سے بھی سوال کریں گے جن کی طرف اپنے رسول کو بھیجا تھا اور رسول سے بھی پوچھیں گے کہ تم نے ہمارے احکام پہنچائے تھے۔

اس وقت ہر امت کے کفار انکار کریں گے "ماجاء نامن نذیر" ہمارے پاس تیرے عذاب سے ڈرانے والا کوئی نہیں آیا تھا۔ یہ نبی جھوٹا ہے اس وقت ہمارے رسولؐ کی گواہی لی جائے گی اور رسولؐ اس نبی کی تصدیق تبلیغ کریں گے۔

اسی طرح ہمارے رسولؐ کی امت سے بھی سوال کیا جائے گا اور رسولؐ سے بھی لہٰذا جب کفار امت آپ کو جھٹلانا چاہیں تو کوئی گواہ اس وقت بھی ہونا چاہیئے پس وہ آئمہ ہوں گے جن میں کوئی نہ کوئی ہر زمانہ میں امت محمدیؐ کے درمیان موجود رہے گا کہ خدا کی کتاب امر و نواہی کے متعلق ہر زمانہ میں موجود رہی اور ہم اس کے تعلیم کرنے والے بھی موجود رہے۔ جب تک حضور دنیا میں رہے، خود تبلیغ کی، اس کے بعد ہم نے کی۔ اسی طرح ہر امام اپنے سے ماقبل کی تصدیق کرے گا۔ یہی منشا ہے اس آیت کا۔

وجعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا الشھداء
علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا

یہ امت وسط کون ہے جو شہید علی الناس ہے اگر امت کا ایک شخص دوسرے کا گواہ فرض کیا جائے تو اول تو نگران ایک دوسرے کا ہو نہیں سکتا کیونکہ سایہ کی طرح کسی کے ساتھ رہے تب ہر عمل کا گواہ ہو سکتا ہے دوسرے غیر معصوم کی گواہی کیسے معتبر ہو گی۔ کذب بیانی کا امکان ہے۔ یہ گواہ تو ایسا ہونا چاہیئے کہ اپنی جگہ پہ رہے اور سب کے احوال کا نگران ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے قمر کہ وہ

ایک جگہ ہے اور زمین کے ہر خطہ پہ اس کی نظر ہے۔ (امام رضاؑ)

مدینۃ المعاجز میں امام جعفر صادقؑ کی حدیث درج ہے "خزانہ امام اس کی انگشتری میں ہے اور دنیا اس کے نزدیک ایک ظرف صغیر کے ہے۔ اور مثل ایک صحیفہ کے ہیں۔ یہ بات نہ ہوتی تو ہم امام نہ ہوتے اور مثل دوسرے لوگوں کے ہوتے"۔

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: اسم اعظم تہتر حروف ہیں ان میں سے ایک حرف کا علم آصف بن برخیا وزیر جناب سلیمانؑ کو تھا جس کے زور پر وہ چشم زدن میں بلقیس کو مع تخت کے اٹھا لایا۔ پھر امام نے فرمایا ہمارے پاس اس اسم اعظم کے بہتر حروف ہیں۔

آصف بن برخیا کے متعلق قرآن میں ہے:

وقال من عندہٗ علم من الکتاب

(اس نے کہا جس کے پاس کتاب خدا کا تھوڑا سا علم تھا) کہ میں پل جھپکنے میں اٹھا لاؤں گا۔ جب تھوڑا سا علم رکھنے والے کی یہ طاقت تھی تو جس کے پاس (علیؑ) کل کتاب کا علم ہو اس کی طاقت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

کل شئی احصیناہ فی امام مبین کے متعلق امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں ہے۔ حضرت رسولؐ خدا نے امیرالمومنین کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا:

ھو ھذا انہ الامام الذی احصی اللہ تبارک تعالیٰ
فیہ علم کل شئ

مفہوم یہ ہے کہ بتوفیق ایزدی ان کو ہر شئے کا علم حاصل ہے لیکن ہر چیز کا اظہار بدون اذن الٰہی وہ کرتے نہیں۔ امام حجت خدا ہوتا ہے خلق پہ۔ پس جب تک مخلوق الٰہی کے متعلق اس کو علم نہ ہو وہ حجت خدا کیسے کہلا سکتا ہے۔ اور وہ بغیر علم کائنات کسی کی دلیل کو کیسے منقطع کر سکتا ہے۔ امام زمانہ کو ہر شب قدر میں ان تمام امور سے آگاہ کر دیا جاتا ہے جو سال آئندہ میں ہونے والے ہوتے ہیں۔ اس کا ثبوت سورہ "انا انزلناہ" ہے کہ اس میں ملائکہ اور روح

صبح تک ہر امر لے کر نازل ہوتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب الامر ہر زمانہ میں موجود نہ ہو تو یہ فرشتے کس کے پاس آتے ہیں اور ہر امر کو کس تک پہنچاتے ہیں۔ شب قدر تو ہر سال آتی رہی ہے۔ رسولؐ کے زمانہ سے آج تک اور آج سے قیامت تک شب قدر آئے گی اور آتی رہے گی۔ پھر رسولؐ کے بعد اگر ہر زمانہ میں وجود امام منصوص من اللہ ثابت نہیں تو یہ امر کس کو پہنچایا جاتا ہے۔ آج تک دنیا کے کسی عالم نے یہ دعویٰ نہ کیا ہے کہ مجھ پہ فرشتے نازل ہوئے اور یہ امر پہنچایا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ہر امر نظام عالم کے متعلق ہوگا۔

عیون اخبار الرضا میں ہے کسی نے امام رضاؑ سے پوچھا کہ آپ حضرات لوگوں کے دل کی بات کیسے بتا دیتے ہیں۔ فرمایا کہ تم نے رسولؐ کی یہ حدیث نہیں سنی۔ (فراست مومن سے بچو کہ وہ نور خدا سے دیکھتا ہے) خدا فرماتا ہے (خدا کی قدرتؒ کی نشانیاں ہیں متوسلین کے لئے) اوّل رسول خدا ہیں پھر علیؑ، پھر حسنؑ، پھر حسینؑ اور باقی آئمہ۔ لہٰذا اسی فراست سے وہ احوال مردم بھی معلوم کرتے ہیں اور آیات قرآنی سے اسرار الٰہیہ بھی۔

عام لوگوں کی فراست کے نتائج غلط ہو سکتے ہیں مگر آئمہ کے لئے ایسا نہیں رسولؐ کریم نے قرآن کے ساتھ اہل بیت کو کیا ہے تو ان دونوں کے درمیان کوئی وجہ جامع ضرور ہے۔

قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوا، کسی بندہ کا کلام نہیں۔ بندوں کی بنائی ہوئی کتابوں کو قرآن سے کیا نسبت۔ اسی طرح منصوص من اللہ امام ہیں۔ ان کو ان لوگوں سے کیا نسبت جن کو بندوں نے امام بنایا۔

مظہر العجائب

یہ دنیا آسمان پہ جانے کی کوشش میں ہے لیکن سورج پہ جانے سے کتراتی ہے کیونکہ اس سے جلنے کا خوف۔ لیکن علیؑ شمس غائب پلٹانے میں مظہر العجائب۔ یہ سورج جس پہ قیام دنیا کا دار و مدار دنیا سمجھے بیٹھی ہے اور وہ یہ کہہ رہی ہے کہ ہماری جتنی دنیا ہے یہ تمام کی تمام نظام شمسی کے ماتحت چل رہی ہے اللہ جانے اس پر کتنی بنیادیں استوار کر رہی ہے اور بلند کر رہی ہے۔ ہماری یہ دنیا جس پہ ساری کائنات بس رہی ہے۔ زمین ۱/۴ مسکوں ہے جو پانی سے باہر ہے۔ یعنی ۱/۴ حصہ اور تین حصہ ہے پانی ۳/۴ حصہ۔ لیکن دنیا اس چوتھے حصے کا بھی پوری طرح پتہ نہیں لگا سکی۔ نت نئے جزیرے پیدا ہوتے ہیں اور یہ مظہر العجائب آج سے قریب چودہ سو سال پہلے کہہ چکا تھا۔ ان کے راستوں کا میں واقف ہوں۔ دنیائے سائنس کہتی ہے۔ سات سیارے ہیں جو سورج کی کشش کے اوپر قائم ہیں۔ ہماری یہ زمین سورج سے ۹ کروڑ تیس لاکھ میل کے فاصلہ پہ ہے اور عطارد ستارہ ہے ساڑھے

Scanned with CamScanner

تین کروڑ میل کے فاصلہ پر سورج سے ، ساڑھے سات کروڑ میل کے فاصلے پر ہے ستارہ زہرہ اور اڑتالیس کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے ستارہ مشتری۔ ایک ارب ۸۲ کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے ستارہ یورانس۔ دو ارب ۸۶ کروڑ میل کے فاصلہ پر ہے نیپچون اور ان کروڑوں میل کے فاصلہ پر ہے سورج کی حکومت۔ ہماری زمین سے جس پر ہم بس رہے ہیں سورج ۱۳ لاکھ حصے بڑا ہے۔ اندازہ لگائیں کہ زمین کتنی وزنی ہوگی جو سورج کی کشش پر کھڑی ہے۔ ایک رسالے میں سائنسدانوں نے بتایا سات لاکھ سنکھ ٹن وزنی ہے اگر مان بھی لیں تو پھر اگر ۱۵ کے عدد پہ ضرب کھائے تو ایک عدد ریاضی ختم ہو جائیں گے جس سے سورج اپنی طرف کھینچ کے روکے ہوئے ہے اپنے مقام پر۔ پھر اس کے بعد بڑے بڑے سیارے، اُن کو ملاحظہ فرمائیں تو اُس میں اُن وزن کتنا ہوگا۔ گویا اس قدر نظام شمسی کشش سورج پر قائم ہے اور ان تمام نظاموں کو بقول سائنس سورج سنبھالے ہوتے ہے۔

اب جس دن مظہر العجائب نے اپنے اشارے سے ڈوبتے سورج کو پلٹایا۔ اللہ جانے دنیا کا نظام کتنا پلٹا ہوگا۔ کیونکہ سائنسدانوں کے قول کے مطابق سورج اپنے مقام پر کھڑا ہے اور زمین اس کے گرد چکر لگاتی ہے اور بقول بعضوں کے سورج آسمانوں میں گڑا ہوا ہے اور آسمان چکر لگاتا ہے اس طرح محض سورج نہیں پلٹا اگر زمین چکر کھاتی ہے تو زمین پلٹی۔ سورج حرکت کرتا تھا سورج پلٹا اگر آسمانوں کو چکر تھا تو آسمان پلٹا۔ اگر یہ تینوں چیزیں متحرک ہیں تو مظہر العجائب کے اشارے سے زمین پلٹی، سورج پلٹا، آسمان پلٹا ، سورج کا نظام پلٹا تو ستاروں کا نظام بھی بدلا۔

مظہر العجائب کیا کہنا تیری طاقت کا کہ تو نے ایک انگلی کے اشارے سے سائنس کا نظام بدلا۔

اگر مسلمانوں کا نظام لیں تو سورج کی کشش نہیں۔ یہ آفتاب طلوع اور غروب کرکے رات و دن بناتا ہے۔ اور بقول شریعت کے۔ ستر ہزار فرشتے سورج کی نوری طنابوں کو پکڑ کر مشرق سے نکال کر کھینچتے ہوئے مغرب کی طرف لے جاتے ہیں۔ اب ستر ہزار فرشتوں کی طاقت ایک طرف اور مظہر العجائب کے انگلی کے اشارے کی طاقت ایک طرف اور سورج کا وزن بھی ایک طرف۔ اتنے وزن کو پلٹایا۔ وزن بھی ایسا نہیں جو چڑھتا ہو۔ چڑھتے وزن کو روکنا آسان ہے اور ڈوبے وزن کو روکنا مشکل ہے۔ سورج کا وزن اپنے مقام پر اب اتنا بھاری وزن کھینچنے کے لئے ۷۰ ہزار فرشتوں کا وزن بھی ایک طرف۔ اب اس وزن کو کتنی جلدی، جس وزن کو ستر ہزار فرشتے چھ گھنٹے میں کھینچتے ہوئے زوال تک لے آئے اور پھر زوال سے چھ گھنٹے میں غروب تک لے گئے۔ مظہر العجائب نے گھنٹے وغیرہ نہیں سیکنڈ بھی نہیں لگایا اور پلٹا دیا۔ اللہ جانے کتنی جلدی پلٹایا کوئی دیر نہیں لگی۔

کتنی تیز رفتاری ہوگی، آپ مجھے کہنے دیجئے۔ وہ ستر ہزار فرشتے پھرکی کی طرح چکر لگاتے آتے ہوں گے بلکہ اب یہ سائنس پھر کہتی ہے کہ سورج جہاں نکلے وہاں دن اور جہاں غروب ہوتا ہے وہاں رات اب ذرا پوچھئے قرآن سے کہ یہ ہے کیا چیز۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ (یٰسین)

سورج اپنے مقررہ راستے پر چلتا ہے اور عزیز علیم کی بنائی

Scanned with CamScanner

ہوئی تقدیر یہی ہے۔ اس طرح سورج کی تقدیر پلٹی اور ساتوں ستارے جو اس کے متعلق تھے ان سب کی تقدیر پلٹی۔ شمس غائب کو پلٹانے والی علی مظہر العجائب ہے اور نجم ثاقب کو در پہ اتارنے والا علی مظہر العجائب۔

مسجد کوفہ میں منبر پہ بیٹھنے والا جب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ "پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ میں زمین کے راستوں سے آسمان کے راستوں کو بہتر جانتا ہوں"۔

ایک دفعہ پھر دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ بیٹھا زمین پر ہے اور باتیں آسمان کی کرتا ہے۔

ایک مسلمان مجمع میں سے اٹھا۔ سوال آسمان کے راستوں کا نہیں کیا۔ مگر وہ کہتا ہے کہ "میرے سر میں کتنے بال ہیں"۔

مگر کیا کہنا مظہر العجائب تیرے حوصلے کا۔ فرماتے ہیں دیکھو بھائی بتانے میں تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ بتا سکتا ہوں کہ کتنے بال ہیں پہلے تو وعدہ کر کہ گن بھی سکے گا یا نہیں۔ گننے کا وعدہ کر میں سر منڈواتا ہوں اب وہ چپ ہو گیا۔

انوار الحدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؑ کے فرمان کے بعد انسانی شکل کا ایک آدمی اٹھا۔ مجلس سے اور پوچھا یہ بتائیں کہ جبرائیل کہاں ہیں۔ آپ نے مشرق میں دیکھا، مغرب میں دیکھا، شمال دیکھا، جنوب دیکھا، زمین دیکھی آسمان دیکھا۔ فرمایا تمام دیکھ آیا لیکن جبرائیل کہیں نظر نہ آیا۔ اَنْتَ جِبْرَائِیْلَ۔ تو ہی جبرائیل ہے اور وہ پرواز کر کے چلا گیا۔ مجمع نے تصدیق کر دی کہ تھا۔ اگر انسان ہوتا تو پرواز فضا میں کیوں کرتا۔ اب لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ معمولی چیزیں علیؑ کو دیکھنی پڑیں۔

حضور پوچھنے والا بھی کوئی معمولی شخصیت نہیں۔ مقرب ترین فرشتہ ہے۔ اور حکماء نے یہ تعریف کی فرشتے کی۔ ملک ایک نوری جسم ہے جو کائنات کی ساری شکلیں اختیار کر سکتا ہے سوائے کتے اور خنزیر کے جو نجس العین جانور ہیں۔

تو اب علیؑ نے چشم زدن میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب کے تمام انسانوں کو دیکھا، جتنے ملائک تھے ان سب کو دیکھا، جتنے جن تھے ان سب کو دیکھا کیونکہ ان کی شکل بھی بن سکتا تھا۔ جتنے اشجار تھے ان کی شاخیں دیکھیں ان میں جتنے پرندے تھے گھونسلے تھے ان سب کو دیکھا۔ جتنے دریا سمندر تھے ان سب کی گہرائیوں کو کھنگالا، تمام رینگنے والے نیز چرند پرند درند تھے سب کو دیکھا۔ اس کے بعد تحت الثریٰ تک دیکھا اور سدرۃ المنتہیٰ تک چشم زدن میں مطالعہ کیا پھر فرمایا تو ہی جبرائیل ہے۔

یہی اعلان علوی جب ایک جرمن فلاسفر سنتا ہے تو سر دھنتا ہے اور کہتا ہے کہ اے عرب! تیری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے۔ افسوس ہم اس وقت نہ ہوئے ورنہ ہم اس دن اس سے پوچھ لیتے کہ جائیں کیسے تو وہ بتا دیتا۔ جو راستہ بتاتا تھا وہ یہ بھی بتا سکتا تھا کہ جایا کیسے جا سکتا ہے۔ ہم چودہ سو سال پیچھے نہ ہوتے۔

سائنسدانوں کے لئے مظہر العجائب

دنیا کو معلوم نہیں کہ سائنس کی ترقیاں مظہر العجائب کی بتائی ہوئی ہیں غور نہیں کیا۔ ان کو کیسے معلوم تھا کہ آسمانوں پہ کیسے جایا جاتا ہے۔ جب دنیا کے نزدیک محال عقلی نظر آرہا تھا تو اب علیؑ نے آکے واضح کیا۔ ایک تو قرآن نے واضح کیا اور چونکہ یہ ہیں قرآن کے واقف اور قرآن بھی لوگوں کی نگاہوں کے سامنے۔

اِنَّا سَمِعنَا قرآنًا عجبًا۔ تو اب جو اس کا عالم ہوگا اور اس سے اب وہ علم ظاہر ہو تو اور زیادہ مظہر العجائب ہوگا۔ تو یہ ہے عالم علم کتاب۔

وَكُلَّ شَيءٍ اَحصَينٰهُ فِي اِمَامٍ مُّبِين ه

اور ہم نے ہر چیز کو ایک صریح اور روشن پیشوا میں گھیر دیا ہے۔

اب کس میں تھا وہ سارا علم جبکہ قرآن حکیم میں اعلان ہو چکا تھا:

يَا مَعشَرَ الجِنِّ وَالاِنسِ اِنِ استَطَعتُم اَن تَنفُذُوا مِن اَقطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ فَانفُذُوا لَا تَنفُذُونَ اِلَّا بِسُلطَانٍ ه

ترجمہ: اے جنات اور انسانو! تم آسمانوں اور زمینوں کے اطراف و

جوانب میں آنا جانا چاہتے ہو تو بے شک آؤ اور جاؤ لیکن جا نہیں سکتے۔ اِلَّا بِسُلطَان۔ بغیر سلطان کے، بغیر طاقت کے۔ تو اب قرآن نے اس کو سلطان کہا، سائنس نے اس کو ایٹم کہا کیونکہ اس کے معنی بھی طاقت کے۔ غیر مسلم سائنسدانوں نے غور کیا کہ آسمانوں اور زمینوں کے اطراف و جوانب میں آنا جانا ممکن ہے۔ ورنہ قرآن جو اعجازی طاقت کے لئے آیا جس نے دنیا کو مبہوت اور حیرت میں ڈال دیا، ساری دنیا متعجب، وہ کبھی غلط نہیں کہے گا کہ آ جا سکتے ہو۔ تو اس میں انہوں نے سلطان تلاش کیا کہ وہ سلطان کون ہے اور طاقت کون ہے۔ تب انہوں نے غور کیا تو وہ رعایا تھا۔ اب انہوں نے پڑھا قرآن کی آیت:

رَبِّ اَخرِجنِي مُدخَلَ صِدقٍ وَّ اَدخِلنِي مُدخَلَ صِدقٍ وجعلني مَن الدُنك سُلطَانًا نَصِيرًا۔

ترجمہ: رسولؐ طاقتور مدد مانگ رہا ہے اور وہ طاقتور مددگار خدا سے مانگ رہا ہے۔

اور جب سے سلطان نصیر ملا۔ دیکھیں یہ سلطان نصیر میں طاقت کہاں سے آئی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ رسولؐ تو اُسے بار بار ابوتراب، ابوتراب کہہ کے بلاتا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ اس سلطان میں ابوتراب ہونے کو بھی دخل ہے۔ یقین کر لیا کہ تراب کوئی طاقت ہے جو یہ ابوتراب بنا۔

اب سائنسدانوں نے اجزائے لاتجزائے ترابیہ کو نکال کر اس کا ایٹم بنایا، اور آسمانوں پر بھیج رہے ہیں۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ ہے طاقت والا۔ یہ ہے وہ سلطان نصیر۔ اس سے طاقت ملے گی۔ انہوں نے تراب سے طاقت نکالی اور خدا جانے کتنے ٹنوں کے راکٹ اور اپالو فضا میں بھیج رہے ہیں۔ اب اسے نہ تو مرکز خاکی کی کشش کوئی نقصان پہنچاتی ہے اور نہ ہوا سے نکلتے اس کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے اور نہ کرۂ زمہریر میں جاتے ہوئے وہ ٹھنڈا ہوتا ہے بلکہ کرۂ نار بھی اسے نقصان نہیں پہنچاتا۔ کیونکہ تراب کی طاقت پر یہ مرکز اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

جب منبر کوفہ پہ بیٹھنے والا یہ دعویٰ کرتا ہے : " پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ میں زمین کے راستوں سے آسمان کے راستوں کو بہتر جانتا ہوں " تو ایک غیر مسلم فلاسفر اور سائنسدان سر دھنتا ہے لیکن افسوس کہ ہم نے غور نہ کیا۔

معاف کرے گی دنیا علم اور سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ بیچولر سے ماسٹر، بلکہ ڈاکٹر کی ڈگریاں حاصل کرچکی ہے اور اب جغرافیہ کی ڈھکی چھپی بات نہیں لیکن آج ان سے پوچھا کہ پاکستان کے راستوں کو بتاؤ کہ وہ کتنے ہیں تو وہ بھی نہیں بتا سکتے کہ کتنے راستے اور کتنی سڑکیں ہیں۔ جب یہ بڑی بڑی سڑکیں نہیں بتا سکتے تو پہاڑوں غاروں اور وادیوں کے راستوں کو یہ کیا بتا سکتے ہیں۔ لیکن منبر کوفہ پہ بیٹھنے والا اس وقت یہ اعلان کرتا ہے۔ جبکہ نہ علم جغرافیہ تھا اور نہ اس کی تدوین ہوئی تھی۔ نہ لوگوں نے کوہ پیمائی اور فلک پیمائی کی تھی۔

انوار نعمانیہ میں سید نعمت اللہ جزائری نے لکھا ہے۔

سلیمان فارسی نے رسالتمآب کی وفات کے بعد عرض کیا۔

"یا علیؑ! وفات رسولؐ کے بعد جو صدمہ دل پہ پہنچا ہے اب تک وہ نہیں ہٹا۔ اللہ نے مظہریت کی جو طاقتیں دی ہیں، ذرا آج ہمیں کوئی طاقت دکھائیں جس سے میرے دل کا غبار نکلے"

آپ نے فوراً حکم دیا۔ "رسولؐ اللہ کے دو خچر ہیں انہیں میرے سامنے لاؤ"

چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی اور وہ فوراً حاضر کئے گئے۔ ایک پر خود سوار ہوئے اور دوسرے پر سلیمان۔ سلیمان کہتا ہے۔ مدینے سے ہم باہر نکلے، علیؑ نے ایک ترچھی نگاہ ڈالی ان خچروں پر تو اُن کے پر نمودار ہوگئے۔ سلطان نصیر کی نگاہ تھی جب چاہے ایسا کرسکتا ہے۔ پر نمودار ہوئے اور وہ ہوا میں اڑنے لگے۔ اتنے بلند ہوگئے کہ زمین کے آثار نظر نہیں آرہے تھے۔ اور اوپر جا کر ہمیں کچھ آوازیں تسبیح و تحلیل کی سنائی دینے لگیں۔ یہ چشم

زدن کا قصہ ہے (راکٹ تو پھر بھی وقت لیتے ہیں)

سلمان نے عرض کی مولا یہاں کوئی شہر ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں سلمان! ہم آسمان اوّل پہ پہنچ گئے ہیں۔ یہ فرشتوں کی تسبیح و تحلیل کی آواز آرہی ہے پھر علیؑ نے کچھ اشارہ کیا اور سواریاں اترنا شروع ہوئیں یہاں تک کہ ہم ایک بحرِ ذخار کے کنارے پہنچے جس کی موجیں فلک سے ٹکرا رہی تھیں۔ اتنا طلاطم تھا۔ جب وہاں پہ ہم آئے تو علیؑ نے ایک ترچھی نگاہ ڈالی۔ سمندر ایسے ٹھہر گیا جیسے اس میں کوئی حرکت نہ تھی۔ معلوم ہو رہا تھا فرش بچھا ہوا ہے۔ مولا اور ہم اس پانی پر روانہ ہوگئے۔ ہماری سواریاں بھی جا رہی تھیں۔ ہم پانی پر چل رہے تھے لیکن ہماری جوتیاں تک نہیں بھیگی تھیں اور ہم چشم زدن میں پار ہوگئے اللہ جانے مہینوں گزر جاتے آر پار ہوتے سمندروں میں۔

جب ہم فوراً پار ہوئے تو ہم نے دیکھا سبز سی دیوار نظر آرہی تھی وہ بھی بلند اور بہت اونچی۔ جتنا قریب ہوتے جاتے دیوار کا رنگ ہمیں سفید نظر آنے لگا۔ ہم نے وہاں پر دیکھا کہ بہت سے نوجوان بچوں نے استقبال کیا اور علیؑ کے قدموں پر گر گئے اور گریہ و بکا کی آواز بلند ہوگئی۔

"مولا! ہمارے اندر کوئی نقص تھا، کوئی قصور کیا تھا جو ایک ہفتہ سے ہمیں اپنی زیارت سے محروم کر دیا"

معلوم ہوا کہ علیؑ روزانہ جایا کرتے تھے۔ وہاں پہ آپ بیٹھ گئے۔ عجیب سماں دیکھا۔ سلمان نے عرض کیا۔ مولا یہ کونسا مقام ہے۔

فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے کہ روح قبض کے بعد شب باشی کے لئے یہاں آتا ہے اور دن میں ہمارے پاس وادی سلام میں رہتا ہے ....

پھر ان نوعمر بچوں نے دروازے تک حضرت علیؑ کو پہنچایا اور قدم بوسی کر کے ہٹ گئے اور فوراً آپ پھر مدینے پہنچے۔ اتنی منزلیں آسمان اول سے طے کر کے آئے ہیں اور تھوڑی دیر لگی تھی لیکن اب اس تھوڑی دیر کو دنیا تعجب کی نگاہ سے دیکھتی ہے لیکن علیؑ کو مظہر العجائب نہیں سمجھتی۔ چشم زدن میں فلک کی منزلوں کو طے کر کے اور جنت دنیا کی سیر کر کے پھر اپنے مقام پہ آجانا،

Scanned with CamScanner

یہ مظہر العجائب ہی کا کام ہے۔

مظہر العجائب ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ شائد تم سمجھتے ہو دنیا وسیع ہے ہم نہیں جانتے؟ دنیا تو ہماری مٹھی میں ایک اخروٹ کے برابر ہے جب چاہوں میں اسے حرکت دے دوں۔

آج بھی سائنس کہتی ہے گھڑے کی شکل ہے، علیؑ بھی فرماتے ہیں کہ اخروٹ کی شکل ہے۔

نجم ثاقب کو در پر بلانے میں مظہر العجائب

خلاق دو عالم کا یہ ارشاد کہ " لولاک لما خلقت الافلاک" خاتم الانبیاء جناب محمدؐ مصطفیٰ کی عظمت وجلالت پر صادر رہے۔ عام طور پر اس ارشادِ ربانی کو یوں ذہن نشین کرایا جاتا ہے کہ:

"اے میرے حبیب اگر تجھے اس عالم کون ومکان میں بھیجنا مقصود نہ ہوتا تو میں دنیا ومافیہا کی کوئی شئے بھی خلق نہ کرتا"

مقصود باری اگرچہ یہی ہے لیکن لفظی ترجمہ اگر کیا جائے تو کوئی شئے کی بجائے " افلاک کو پیدا نہ کرتا" ہی صحیح ترجمہ ہوگا۔

مجھے نہ منطق میں جانا ہے نہ فلسفہ سے بحث کرنا ہے بلکہ یہاں صرف اتنا عرض کرنا مقصود ہے کہ زمین اور روئے زمین کی ہر شئے افلاک ہی کے سبب ہے زمین کا لامتناعی اور غیر فانی رشتہ افلاک سے وابستہ ہے اور افلاک کے باہمی رشتے بھی ایک دوسرے سے اتنے ہی زیادہ مستحکم اور مربوط ہیں کہ چشم زدن کے لئے بھی اگر ان میں جدائی ہو جائے تو نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ کرۂ ارضی کی تمام تر باغ وبہار اور وابستگی افلاک ہی کے سبب ہے جس دن یہ ارضی وسماوی ارتباط منقطع ہو جائے گا قیامت آجائے گی۔

رسولؐ کریم کے سبب دنیا ومافیہا کو تخلیق فرما کر ذات احدیت نے نظامِ

شمسی وقمری پر بھی اپنے حبیب کو حق تصرف مرحمت فرما دیا۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

"سخر لكم الشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره"

یعنی اے ہمارے حبیب! ہم نے شمس وقمر جیسے عظیم سیاروں کو بھی تمہارا تابع فرمان فرمایا ہے لیکن ان چھوٹے چھوٹے چمکیلے ستاروں کو ہم نے اپنا ہی تابع فرمان رکھا ہے۔

بظاہر بات کچھ عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ آفتاب وماہتاب جیسے عظیم سیاروں کو تابع حکم رسولؐ کر دیا جائے لیکن چھوٹے چھوٹے ٹمٹمانے والے ان ستاروں پر رسولؐ کو کوئی حق تصرف نہ ہو۔ کیوں؟ بس خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔

اعلان نبوت کے بعد ایک ایسا وقت بھی آتا ہے جب جہلائے عرب یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اگر آپ خدا کے سچے نبی ہیں تو ذرا چاند کے دو ٹکڑے تو کر کے دکھلائیے؟

رسولؐ کریم کو علم ہے کہ خدا نے شمس وقمر کو میرا تابع فرمان کر دیا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ اس معجزہ نمائی پر بھی ایمان نہ لائیں گے لیکن یہ بھی خیال کہ اگر ان کی اس جاہلانہ فرمائش کو پورا نہ کیا تو عاجز سمجھا جاؤں گا۔ خدا کے رسولؐ نے ان جہلا کے مطالبہ پر غور فرمانے کے بعد انہیں معجزہ دکھانا ہی طے فرما لیا۔

لہٰذا معجزہ نمائی کے طور پر صرف ایک انگشت مبارک کے اشارہ سے چاند دو نیم ہو کر دکھائی دیتا ہے اور نظام فلکی میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

تسخیر شمس کا واقعہ بھی کتب تواریخ میں موجود ہے اختلاف صرف اتنا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رسولؐ کی دعا سے سورج مغرب سے پلٹا، لیکن آیاتِ قرآنی پر ایمان رکھنے والوں کا اعتقاد ہے کہ رسولؐ نے صاحبِ مرضات اللہ کو موقع دیا کہ وہ اپنی نماز کی ادائیگی کے لئے خود آفتاب کو واپسی کا

حکم دیں۔

یہ بات بین المسلمین متفق علیہ ہے کہ آفتاب پلٹا اور علیؑ نے قیام وقعود اور رکوع وسجود کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔

قرین قیاس یہی ہے کہ علیؑ نے آفتاب کو پلٹایا۔ قرآن جناب ابراہیمؑ و نمرود کے واقعات میں ایک نظیر بیان کرتا ہے کہ جناب ابراہیمؑ نے نمرود کے دربار میں جاکر کہاکہ میرا خدا وہ ہے جو مشرق سے آفتاب کو طلوع کرتا ہے اگر تو اپنی خدائی کے دعوے میں سچا ہے تو آفتاب کو مغرب سے نکال کر دکھا گویا از روئے قرآن جو مغرب سے آفتاب کو نکال دے وہ خدا مانا جاسکتا ہے۔ علیؑ کو خدا سمجھنے والی قوم موجود تھی، طرح طرح سے ذات علیؑ پر خدائی کا دھوکہ تھا۔ لہٰذا نصیریوں کو اپنے عقیدے کی تقویت کے لئے ایک قرآنی ثبوت مل رہا تھا۔ ادھر علیؑ نے آفتاب پلٹایا اور فوراً عبادتِ خدا میں مشغول ہوگئے تاکہ علیؑ کی ذات پر دھوکہ کھانے والے یہ دیکھ لیں کہ اگر علیؑ خدا ہوتے تو کسی کی عبادت نہ کرتے۔

سخر لکم الشمس والقمر کی مثالیں تو دنیا کے سامنے آگئیں لیکن والنجوم مسخرات بامرہٖ کا راز خداوندی اس وقت تک معمہ بنا رہا جب تک کہ معصومہ کونین جناب فاطمہ زہراؓ کی خواستگاری کا وقت نہ آیا۔ لوگ بڑی بڑی امیدوں اور آرزوؤں کے ساتھ خدمت جناب رسالتمآبؐ میں حاضر ہوئے۔ عرض مدعا کیا اور اپنا سا منہ لے کر چلے گئے۔ جب سلسلہ پیغامات بڑھا تو زبان وحی ترجمان سے ارشاد ہوا۔

"آج کی شب جس کے گھر تارہ اترے میری بیٹی اسی گھر میں بیاہ کر جائے گی۔"

دنیائے اسلام مانتی ہے کہ تارا علیؑ کے گھر میں اترا۔ اب مصلحت ایزدی واضح ہوئی کہ نجوم کو کیوں تابع فرمان رکھا تھا۔ اگر نجوم بھی اپنے حبیبؐ کے تابع فرمان کر دیئے جاتے تو آج یقیناً رسولؐ پر انگشت نمائی کی جاتی کہ اپنی مرضی سے تارہ کو اپنے ابن عم کے گھر اتار دیا۔ خدا نہیں چاہتا تھا کہ اپنے رسولؐ پر

اس اتہام کو برداشت کرے۔

مناقب خوارزمی میں ہے کہ رسولؐ اللہ اُمِ سلمیٰ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے حضرت علیؑ خواستگاری کے لئے حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا:

"اے علیؑ میں خوشخبری دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نکاح آسمان پر فاطمہؓ سے کر دیا۔ تمہارے آنے سے پہلے جبرائیل میرے پاس آئے اور حریر جنت کا ایک ٹکڑہ میرے سامنے رکھ دیا۔ جس میں دو سطریں قلم نور سے لکھی ہوئی تھیں۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ حریر کیسا ہے؟ اور اس پر کیا لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف نظر کی اور آپ کو تمام مخلوق میں برگزیدہ کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مخصوص کیا۔

دوبارہ پھر سطح زمین نظر ڈالی اور آپ کے واسطے ایک بھائی، وزیر مصائب اور داماد اختیار کیا اور آپ کی دختر کا (فاطمہؓ) اس سے عقد کیا۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے۔ کہا تمہارا بھائی دنیا اور آخرت میں اور تمہارا ابن عم نسب میں یعنی علیؑ ابن ابی طالب اور یہ بھی کہاکہ اس خوشی میں اشجار جنت اور درخت طوبیٰ میں پھل لگے ہیں اور بحکم الٰہی ان کو آراستہ کیا گیا ہے۔ حوروں نے اپنے آپ کو زیور سے سجایا ہے اور ملائکہ حوالی بیت المعمور میں جمع ہوئے ہیں۔ رضوان نے منبر نور نصب کیا ہے اور روحیل فرشتہ کو جو طاقت لسانی اور حسن بیان سے متصف ہے۔ اس منبر پر حمد وثنائے الٰہی بیان کر کے ساکنان سمٰوٰت کو مسرور کیا ہے اور پھر خدا نے مجھ پر وحی کی ہے کہ میں نے اپنی کنیز اپنے حبیب محمدؐ مصطفیٰ کی بیٹی فاطمہؓ سے اپنے بندہ علیؑ کی تزویج کی تو نکاح پڑھا دے۔ پس میں نے نکاح پڑھا دیا اور اس پر تمام ملائکہ کی گواہی کرائی۔ یہی گواہی پارہ حریر پر لکھی ہوئی ہے۔ اور میرے رب نے حکم دیا ہے کہ اسے آپ کے سامنے پیش کر دوں اور اس پر مشک کی مہر لگا کر رضوان کے حوالے کر دوں۔ جب اللہ تعالیٰ فاطمہؓ کے نکاح پر گواہ کر چکا۔ تو شجر طوبیٰ کو حکم دیا کہ اپنے پھلوں کو نثار کرے ملائکہ اور حوروں نے ان پھلوں کو چن لیا۔ یارسولؐ اللہ خدا کا حکم ہے کہ آپ زمین پر بھی یہ عقد منعقد کریں۔ چنانچہ حضرت نے یہ عقد پڑھا دیا۔

معلم موسیٰؑ۔ تذکرہ ملک صدق

واجعل لی لسان صدقٍ فی الاخرین ۰ ۹/۹

یجدونہٗ مکتوباً عندھم فی التورٰۃ والانجیل ۹/۹

ترجمہ: کہ اس کا ذکر اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

آخری جملہ اس طرح ہے۔

اتبعوا النّور الذی انزل معہ اولٰئک ھم
المفلحون ۹/۹

ترجمہ: اور تابع ہوئے اس نور کے جو اس کے ساتھ اترا ہے۔ وہی پہنچے مراد کو۔ (شاہ عبدالقادر دہلوی)

پس اس نور کی تلاش کے لئے ان کتب کو حاصل کیا گیا لیکن اصل زبان جن میں توریت، انجیل اور زبور نازل ہوئی تھیں وہ حاصل نہ ہوسکی۔ ان کی جگہ کتب سماویہ کا ترجمہ ہی حاصل ہوا۔ وہ بھی اہل اسلام کا نہ ملا۔ بلکہ بائیبل سوسائٹی کا ملا۔ پھر اس کی بھی یہی حالت معلوم ہوئی کہ ہر صدی کا ترجمہ اپنی ترکیبوں سے بدلا گیا۔

جہاں کہیں بھی محمدؐ وآل محمدؐ کا ذکر ہے ترجمہ میں ہر صدی کے لوگوں نے تبدیلیاں کی ہیں لیکن تدبر و تفکر کرنے پر اصلیت روشن ہوجاتی ہے۔

کتاب پیدائش۔ باب ۱۴۔ آیت ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔

اور ملک صدق سالم کا بادشاہ روٹی اور مئی نکال لایا۔ وہ خدا کا کاہن تھا اور اس نے اس کو برکت دے کر کہا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے جو زمین و آسمان کا خدا اور مالک ہے۔ اے ابرام مبارک اور مبارک خدائے تعالیٰ جس نے تیرے دشمنوں کو تیرے ہاتھ میں حوالہ کیا اور ابرام نے سب کا دسواں حصّہ اس کو دیا۔

تشریح: اس آیت سے ظاہر ہے کہ "ملک صدق" عبرانی کے جس لفظ کا ترجمہ ہے اس کا مفہوم اس کے سوا اس سے واضح کوئی اور ترجمہ بھی ہوسکتا ہو کا جس کو مسیحی علماء نے مخفی رکھا ہے۔

بہرحال ظاہر ہے کہ "ملک صدق" سلامتی کا بادشاہ ہے جو خداوند عالم کی طرف سے کاہن ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ اس نے خدا کی طرف سے ابراہیمؑ کو مبارک دی۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس کو ہر چیز میں سے دسواں حصّہ نذرانہ دیا۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ ملک صدق نے ابراہیمؑ کو روٹی وغیرہ کھلائی۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ ملک صدق نے ابراہیمؑ کو برکت دی۔

پھر "ملک صدق" کا ذکر حضرت داؤدؑ نے زبور باب ۱۱۰ میں اس طرح کیا ہے۔

"خداوند نے میرے خداوند کو فرمایا تو میرے داہنے ہاتھ بیٹھ کر۔ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے چوکی بناؤں۔ خداوند تیرے زور کا عصا صیہون میں بھیجے گا۔ تو اپنے دشمنوں کے درمیان حکمرانی کرے۔ تیرے لوگ تیری قوت کے دن حسن تقدس کے ساتھ آپ مستعد ہوں گے۔ تیری جوانی اس صبح کی رحم والی کی نسبت زیادہ ہوگی۔ خداوند نے قسم کھائی ہے اور وہ نہ پچھتائے گا تو ملک صدق کے طور پہ ابد تک کاہن ہے۔"

اس سے واضح ہے کہ حضرت داؤدؑ نے فرمایا "میرے خداوند" کو "حقیقی خداوند" نے فرمایا کہ تو وقت مبشرہ تک صبر کر جس سے ظاہر ہے کہ حقیقی خدا اور ہے

اور مجازی خدا اور ہے ۔ مگر دونوں کو ایک ہی نام سے پکارا ہے اور صبر کا وقت صیہون یعنی مقام مقدس میں ایک زوردار عصا کے آجانے تک ہے ۔ جس کے سبب سے مجازی خدا اپنے دشمنوں پہ حکمرانی کرے ۔

اس کے بعد ہے کہ تو " ملک صدق کے طور پہ ابد تک کاہن ہے " جس سے معلوم ہوا کہ خداوند داؤدؑ اور " ملک معرفت " کی معرفت یوں کرائی ہے ۔

عبرانیون باب ۷ آیت ۱ تا ۱۰

" کیونکہ یہ ملک صدق شالیم کا بادشاہ خدا تعالیٰ کا کاہن تھا جس نے ابرام کا (جب وہ بادشاہوں کو مار کر پھراتا تھا) استقبال کیا اور اس کے لئے برکت چاہی جس کو ابراہیمؑ نے سب چیزوں کی دہ یکی ۱/۱۰ دی ۔ وہ پہلے اپنے نام کے معنوں کے موافق راستی کا بادشاہ ہے ۔ پھر شالیم (یعنی سلامتی) کا بادشاہ ہے ۔ یہ بے باپ ، بے ماں ، بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع ، نہ زندگی کا آخر مگر وہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے ۔

اب غور کرو یہ کیسا بزرگ تھا جس کو ابراہام ہمارے دادا ہی نے لوٹ کے مال سے دہ یکی دی ۔ اب لاوی کی اولاد کو جو کہانت کا کام پاتے ہیں ، حکم ہے کہ لوگوں یعنی اپنے بھائیوں سے اگرچہ وہ ابراہام کی پشت سے پیدا ہوئے ہوں شریعت کے مطابق دہ یکی لیں ۔ پھر اس نے باوجودیکہ اس کا نسب نامہ ان میں نہیں گنا جاتا ہے ابراہام سے دہ یکی لی اور اس کے لئے جس سے وعدے کئے گئے برکت چاہی اور لاکلام چھوٹا بڑے سے برکت پایا ہے جس وقت ملک صدق ابراہام سے آملا تھا وہ ہنوز اپنے باپ کے صلب میں تھا ۔

عیسائیوں کے پولوس رسول کے اس بیان میں ملک صدق کے یہ اوصاف مذکور ہیں ۔

۱۔ اول یہ کہ وہ سلامتی و راستی و سچائی کا بادشاہ تھا ۔

۲۔ وہ اس وقت بے ماں باپ اور بلا نسب و نامہ تھا یعنی اس وقت تک دنیا میں کسی کے گھر پیدا نہ ہوا تھا ۔

۳۔ یہ کہ اس کی ابتدا اور انتہا نہ تھی ۔

۴۔ یہ کہ وہ خدا کا بیٹا تو نہیں مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ تھا ۔

۵۔ یہ کہ وہ خداوند عالم کی طرف سے ہمیشہ کے لئے کاہن ہے ۔

۶۔ یہ کہ وہ حضرت ابراہیمؑ سے بزرگ تھا ۔

۷۔ یہ کہ وہ برکت دینے والا ہے ۔

۸۔ یہ کہ وہ بنی اسرائیل سے نہ تھا ۔

۹۔ یہ کہ وہ اس وقت باپ کے صلب میں بھی تھا ۔

۱۰۔ یہ کہ ابراہیمؑ نے اس کو لوٹ کے مال میں سے دہ یکی ۱/۱۰ حصّہ (دسواں) نذرانہ دیا ۔

ان اوصاف میں چوتھا وصف یہ ہے کہ ملک صدق خدا کا بیٹا نہیں مگر خدا کے بیٹے کے مشابہ ہے اور خدا کا بیٹا بطور نسب و نسل تو کوئی ہو نہیں سکتا لیکن یہ کہ خدا کسی کو بیٹا کہہ دے جیسا کہ زبور باب ۲ آیت ۷ سے واضح ہے کہ حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں کہ :

" خداوند نے میرے حق میں فرمایا ہے تُو میرا بیٹا ہے اور میں آج کے دن تیرا باپ ہوا " ۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ " ملک صدق " خدا کا بیٹا یعنی خدا کا رسول نہیں ، مگر رسول کے مشابہ ضرور ہے ۔ اس کو نبی رسول نہ کہا جائے گا مگر اوصاف رسول رکھتا ہوگا پانچواں صفت ثابت کرتا ہے کہ رسول کو کاہن نہیں کہا جاتا اور ملک صدق دائمی کاہن تو ضرور ہے لیکن رسول نہیں اور کاہن سے مراد امام اور سردار ہے پس ملک صدق رسول نہیں مگر دائمی امام و سردار و پیشوا ہے (دائمی کاہن ظاہر ہے دوام سے تعلق رکھتا ہے ۔ چونکہ ختم المرسلین حضرت محمدؐ ہیں ۔ حضورؐ کے بعد علیؑ کی اولاد قیامت تک ہوگی اور ان کا آخری جناب مہدی امام آخر الزمان ہیں لہٰذا علیؑ کے لئے دائمی کا لفظ آسکتا ہے ۔ چونکہ جناب علیؑ کعبہ میں پیدا ہوئے اس سبب سے وہ ابن اللہ کہلا سکتے ہیں مگر بوقت پیدائش جناب عیسیٰؑ ، جناب مریم کو بیت المقدس سے باہر ہو جانے کے خدائی حکم نے ہمیشہ کے لئے اس امر پہ مہر لگا دی کہ وہ ابن اللہ نہیں کہلا سکتے ۔

چھٹے اور ساتویں وصف سے ظاہر ہے کہ ملک صدق باوجود رسول نہ ہونے
کے بھی حضرت ابراہیم ؑ سے افضل تھا۔

آٹھویں وصف سے ثابت ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے نہ تھا۔

نویں وصف سے ثابت ہے کہ ملک صدق باپ کی پشت سے دنیا میں ضرور آنے والا ہے جو پولوس کے اس خط تک دنیا میں نہ آیا تھا۔ ورنہ پولوس اس کا ذکر ضرور کرتا۔ کہ وہ فلاں قبیلہ میں فلاں شخص کے گھر پیدا ہوا ہے جس سے ثابت ہے ملک صدق حضرت مسیح نہ تھے کیونکہ وہ پولوس سے پہلے آچکے تھے۔ اور یہ امر بھی اس کا مؤید ہے کہ ملک صدق باپ رکھتا ہے اور حضرت مسیح بن باپ تھے لہٰذا وہ ملک صدق نہ تھے۔ ثابت ہوا ملک صدق نہ تو مسیح تھے اور نہ ہی کوئی اور نہ ہی کوئی بنی اسرائیل میں سے تھا۔ جو پولوس رسول کے زمانہ تک بنی اسرائیل میں سے دنیا میں آیا تھا اور نہ ہی آج تک بنی اسرائیل سے ظاہر ہوا ہے۔

اسی بات کو پولوس نے اپنے خط کے چھٹے باب کے آخر میں بیان کیا ہے۔

"کہ وہ امید یعنی ملک صدق کی آمد کی اُمید ہماری جان کا ایسا لنگر ہے۔ جو ثابت اور قائم ہے اور پردہ کے اندر داخل ہوتا ہے جہاں پیشرو یسوع جو ملک صدق کے طور پہ ہمیشہ کے لئے سردار کاہن ہے ہمارے واسطے داخل ہوا۔"

یہ ترجمہ ۱۸۹۷ء کا ہے اور اس سے قبل کا اس طرح ہے۔

"وہ ملک صدق ہماری جان کا ایسا لنگر ہے جو ثابت اور قائم ہے اور پردے کے اندر بھی پہنچتا ہے۔ یہاں یسوع ہمیشہ کے لئے ملک صدق کے طریقہ پہ سردار کاہن بن کر ہماری خاطر پیشرو کے طور پہ داخل ہوا ہے۔"

بہرحال یہ تو ثابت ہے کہ حضرت مسیح ملک صدق کی مانند کسی کے پیشرو ہیں جس کا پیشرو ملک صدق ثابت ہوگا حضرت مسیح بھی اس کے پیشرو ثابت ہوں گے پس ملک صدق اور مسیح دونوں ہی کسی اور بزرگ کے پیشرو ہیں لیکن حضرت مسیح کے زمانہ تک ملک صدق ظاہر نہ ہوئے تھے۔ حضرت مسیح جس کے پیشرو تھے اس کا ذکر انہوں نے اس طرح فرمایا ہے۔

جیسا کہ یوحنا باب ۵ و باب ۱۶ میں درج ہے۔

"پھر جب وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ یعنی وہ روح حق جو باپ سے نکلتی ہے۔ آئے تو میرے لئے گواہی دے گا۔"

باب ۱۶ میں ہے کہ :

"لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے تمہارے پاس نہ آئے گا۔ پھر اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔"

اور باب ۱۴ میں فرمایا ہے کہ :

"کہ بعد اس کے میں بات کلام نہ کروں گا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے۔"

پس ان آیات سے واضح ہے کہ حضرت مسیح جس کو بھیجنے کا ذکر فرما رہے ہیں خود اسی کے پیشرو ہیں جس طرح کا ملک صدق پیشرو تھا یا کہ کاہن تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح اپنے باپ کے موعود کے پیش رو بطریق ملک صدق تھے وہ موعود تمام جہان کا سردار ہے اور ملک صدق اسی تمام جہان کے سردار کا پیش کا پیشرو اور اس کا داہنا ہاتھ ہے اور ایسا وجود اقدس بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ملک صدق کی طرح رسول موعود بھی بنی اسرائیل سے نہیں تھا۔

پس ثابت ہوا کہ ملک صدق اور رسول موعود دونوں ایک ہی قبیلہ سے ہیں مگر بنی اسرائیل نہیں ہے ہیں۔

ملک صدق کی تحقیق دوسرے عنوان سے اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ حضرت یوحنا نبی کی گواہی تین وجودات اقدس سے بیان کی گئی ہے۔

صفحہ ۱۰۔ یوحنا باب ۱۔ آیت ۹

"بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے ؟ کیا تو الیاس ہے (ایلیا)۔ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔"

بحوالہ حاشیہ انجیل مقدس وہ نبی سے مراد وہ نبی ہے جس کی آمد کا ذکر حضرت

موسیٰؑ سے خداوند عالم نے کیا تھا۔"

کتاب استثنا۔ باب ۱۸ ۔ آیت ۱۵۔

"کہ تیرا خداوند تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے، تیرے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا۔" اسی کو مسیحؑ باپ کا موعود اور تمام جہان کا سردار فرماتے ہیں۔ اس گواہی میں حضرت یوحنا سے پہلے حضرت مسیح کی بابت سوال کیا گیا ہے۔ پھر الیاس کا سوال ہے۔ الیاس ایک نبی بنی اسرائیل میں گزر چکا ہے پھر یہاں جس الیاس کا ذکر ہے وہ حضرت مسیح اور نبی موعود کی مانند ابھی آنے والا ہے جس نے مسیح کے بعد آنا ہے جس کی بابت ملاکی نبی نے باب ۴۔ آیت ۵ میں خبر دی تھی:

"دیکھو خدا کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں الیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔"

اس خبر میں آنے والے کا نام الیاہ بیان فرمایا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ عبرانی کے اصل لفظ کا ترجمہ دونوں طرح ہو سکتا ہے لیکن اس بات کو دیکھتے ہوئے یقین نہیں آتا کہ مسیحی حضرات نے ان تینوں حضرات سے یعنی مسیح سے مراد بھی مسیح لی اور الیاس سے مراد بھی مسیح کو ہی لیتے ہیں اور نبی سے مراد بھی مسیح ہی لیتے ہیں۔ تین کا ایک اور ایک کے تین بنا لئے ہیں۔ ان کے ہاں تثلیث کی طرح یہ بات ممدوح ہو تو ہو مگر اہل علم اور اہل فکر اس کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضرت یوحنا سے تینوں کا الگ الگ سوال کیا گیا تھا اور آپ نے جواب بھی الگ الگ ہی دیا تھا۔ جس سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح اور حضرت الیاہ یا کہ الیاس اور رسول موعود جو تمام جہاں کا سردار ہے الگ الگ وجود ہیں۔ الیاہ اور الیاس میں صرف "ہ" اور "س" کا فرق ہے۔ "ہ" کو "س" سے بدل دیا ہے جو اصل میں الیاہ ہی تھا۔ اس الیاہ یا کہ الیاس سے مراد وہی ملک صدق ہے جس کے طریق پر حضرت مسیح بھی کاہن ہوئے اور حضرت مسیح سے پہلے کوئی ملک صدق عالم دنیا میں نہیں آیا تھا جس کا آنا ضروری اور لازمی ہے۔ لہٰذا یوحنا کی گواہی جس الیاس کی بابت تھی وہ یہی ملک صدق ہے چونکہ مسیحی علماء کاہن سے مراد رسول بھی لے لیتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لئے ملاکی نبی کی پیش گوئیوں کا ذکر

کرتے ہوئے الیاہ کو بھی نبی لکھ دیا ہے جو دراصل نبی نہیں نبیوں کو برکت دینے والا ہے اور ان کا معاون اور مددگار ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ سے ظاہر ہے چونکہ حضرت مسیح کے بعد الیاس یا الیاہ نامی کوئی نبی اسرائیل سے نہیں آیا جس کا آنا لازمی و ضروری تھا۔ لہٰذا الیاہ یا کہ الیاس سے مراد وہی ملک صدق ہے جو کہ دائمی کاہن اور رسول موعود کا پیش کار و مددگار رہے اس ملک صدق کو فرشتہ بھی کہا گیا ہے۔

جیسا کہ کتاب خروج باب ۲۳ ۔ آیت ۲۰ سے ثابت ہے کہ:

"دیکھ میں ایک فرشتہ تیرے آگے بھیجتا ہوں کہ راہ میں تیرا نگہبان ہو اور تجھے اس جگہ جو میں نے تیار کی ہے لے آئے۔ اس کے آگے ہوشیار رہ اور اس کا کہا مان اسے مت چڑھا کیونکہ وہ تیری خطا نہ بخشے گا کہ میرا نام اس میں ہے۔"

اس آیت میں جس کو فرشتہ کہا گیا ہے اس میں خدا کا نام بھی بتایا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرشتہ خدا کا ہم نام ہے اور فرشتوں اور نبیوں اور رسولوں کے ناموں کو دیکھ لو۔ کوئی ایک بھی خدا کا ہمنام ہے جس سے واضح ہے کہ اس فرشتہ سے مراد وہی ملک صدق ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو برکت دینے والا تھا۔ غذا دینے والا تھا اور مدد بھی کرنے والا تھا۔ یہی ملک صدق دنیا میں آکر خدا کا ہمنام ہوا۔ دنیا میں اس کو ہی خدا کے نام سے پکارا جاتا ہے اور خدا کو عبرانی میں ایلیا یا کہ ایلی کے نام سے پکارتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح نے پکارا تھا " ایلی ایلی لما سبقتانی" (اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا)

پس ایلی یا ایلیا خدا کا نام ہے۔ اب حضرت ملاکی نبی کی پیشگوئی کو دیکھیں وہاں الیاہ لکھا ہے الیاہ اور ایلیا میں صرف ایک ہی حرف کا فرق ہے جیسا کہ الیاہ اور الیاس میں تھا پس ایلیا یا ایلیاہ کو ہی الیاہ اور الیاس بنایا گیا ہے۔ بنی اسرائیل میں ان اسماء کا وجود نہیں پیدا ہوا جس کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ اسی وجہ سے وہ ان تبدیلیوں پر مجبور ہوئے کہ کس طرح اصلی راز ظاہر نہ ہو۔

پس جب خدا کے اسم کی ایلی کی عربی بنائی جائے تو اس سے اسم علیؑ پیدا ہوتا ہے اور عربی میں خدا کا اسم علی موجود ہے۔ قوم عرب کے پہلے اسلامی فرزند حضرت علیؑ

ہی ہیں۔ سب سے پہلے یہ اسم مبارک خدا کی طرف سے انہی کو عطا ہوا۔

یہی وجود اقدس تمام انبیاء کے علاوہ بیت اللہ میں پیدا ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ خدا کا ہمنام فرشتہ اور ملک صدق اور ایلیا اسی وجود اقدس کے اسماء مقدسہ ہیں علی آپ کو خدا کا دیا ہوا نام ہے کہ خدا نے رکھا تھا اور ملک صدق وصفی نام تھا جو آپ کی سلامت روی سے مشہور ہوا یا انبیاء ماسلف کو ہر ہلاکت سے بچا کر سلامت رکھنے سے مشہور ہوا۔ فرشتہ آپ کو اس لئے کہا گیا کہ عالم دنیا میں اس وقت تک نہ آئے تھے اس واسطے وہ فرشتہ سیرت تھے۔

اس امر کو حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے بیان کیا تھا۔

پیدائش باب ۴۹۔ آیت ۱۰۔ ۱۱

"یہود سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ حاکم اس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا جب تک سیلا نہ آئے۔"

یہ ترجمہ ۱۸۹۷ء کا ہے اس سے قبل اس لفظ سیلا کو شیلا اور شلو اور شیلوہ لکھا جاتا رہا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ یہودا کے قبیلہ کی حکومت شیلا یا کہ سیلا و شتو وشیلو کے آنے تک قائم رہے گی پھر ختم ہو گی۔

اس امر کو حضرت یسعیا اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

یسعیا باب ۹۔ آیت ۶

"کہ ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا (ہوگا) اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا (جائیگا) اور سلطنت اس کے کاندھے پہ ہوگی اور وہ اس نام سے کہلاتا ہے۔ عجیب، مشیر خدائے قادر۔ ابدیت کا باپ، سلامتی کا شہزادہ اس کی سلطنت کے اقبال اور سلامتی کی کچھ انتہا نہ ہوگی۔

پس اس فرمان سے سیلا یا کہ سیلا کی آمد کا ثبوت ملتا ہے جو ملک صدق ہے جس کو سلامتی کا بادشاہ کہا گیا ہے۔ اسی آیت میں اس کو سلامتی کا شہزادہ کہا ہے اور وہی ہمنام خدا ہونے کی وجہ سے عجیب ہوا یعنی مظہر العجائب جس کو مشیر خدائے قادر کہا گیا ہے سیلا یا کہ شیلا عبرانی لفظ ہے جس کا عربی ترجمہ اسد اللہ۔ شیر خدا ہوتا ہے اور دوسری طرف شیلوہ یا شلو کا ترجمہ قاتل اژدر ہوتا ہے جس کو حی در یعنی کہ

حیدر کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تسمیہ کے باعث مرحب یہودی کے جواب میں حضرت علی نے فرمایا:

"أنا الذي سمتني أمي حيدره"

"میں وہ ہوں جس کا نام ماں نے حیدر رکھا ہے"۔

حضرت عیسیٰؑ نے دنیا سے جانے کے قریب بنی اسرائیل کو فرمایا تھا۔

متی باب ۲۱۔ آیت ۴۳

"اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور ایک اور قوم کو جو اس کے میوے لائے، دی جائے گی اور جو اس پتھر پہ گرے گا چُور ہوگا اور جس پہ وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا"۔

حضرت عیسیٰ کے بعد خدائی حکومت یا نبوت قوم عرب کو ملی۔ جن میں سے حضرت رسولِ خدا محمدؐ ہوئے جن کے ساتھ ان کے پیش کار و پیشرو خدا کے ہمنام حضرت علیؑ پیدا ہوئے جنہوں نے یہودی حکومت اور طاقت کا مرحب، عنتر اور حارث خیبریوں کو قتل کر کے ختم کر دیا۔ جو باوجود نبی و رسول نہ ہونے کے ابدی یعنی امام خلق ہوئے اور رہبر اور پیشوائے عالم پیدا کئے گئے جو سردار جہاں نبی موعود کے پیشکار و پیشرو تھے جن کے طریق پہ حضرت عیسیٰ بھی اسی نبی موعود کے پیشرو تھے۔ یہی ملک صدق جو خدا کے ہمنام اور دربار کبریا کے ابدی کاہن تھے ان کے سوا اور کوئی وجود دنیا میں ان اوصاف کا نہیں پیدا ہوا۔ لہٰذا (ورڈ آف گاڈ اینڈ ورک آف گاڈ) کے مطابق خدا کے اس قول کا فعل ملک صدق ہمنام خدا کی اس درگاہ کا ابدی کاہن یہی وجود اقدس حضرت علیؑ ہی تھے اور ہیں جن کو ملاکی نبی اور حضرت عیسیٰ نے ایلیا کے مقدس نام سے یاد کیا۔ جن کی معرفت یسعیا نبی نے اپنے صحیفہ میں اس طرح کرائی ہے:

"جاگ جاگ توانائی پہن لے اے خداوند کے بازو جاگ۔ جیسا اگلے زمانے میں اور سلف کی پشتوں میں کیا۔ کیا تو وہی نہیں جس نے راہب کو کاٹا اور اژدھے کو گھائل کیا۔ کیا تو وہی نہیں جس نے سمندر اور بڑے گھراؤں کا پانی سکھا ڈالا۔ جس نے دریا کی تھاہ کو رستہ بنا ڈالا تاکہ وہ جن کا فدیہ لیا گیا پار اتریں"۔ (یسعیا باب ۵۱۔ آیت ۹)

ان آیات میں خدا کے بازو کا ذکر ہے جس نے اگلے زمانے میں اور اگلی پشتوں میں کار ہائے عجیب دکھائے تھے اور وہ کار ہائے عجیب راہب کو کاٹنا، اژدھے کو مارنا، طوفان نوح کا پانی سکھانا اور دریائے نیل یا بحرہ قلزم کے پانی کو خشک کر کے موسیٰ اور قوم موسیٰ کے لئے خشک راستہ بنانا اور حضرت ابراہیمؑ کو صرف تین سو جوانوں کے ساتھ حضر الاعمار بادشاہِ عراق پر فتح دلانا۔ اسی لڑائی سے واپسی پر ملک صدق نے حضرت ابراہیمؑ کی دعوت کی تھی اور ان کو برکت دی تھی اور حضرت ابراہیمؑ نے ان کو ہر چیز کا دسواں حصہ نذر کیا تھا۔

مصباح الجفر

آئمہ معصومین کا پاک پاکیزہ مکمل علم جفر سیکھنے کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ دیباچہ میں علامہ حافظ کفایت حسینؒ رقمطراز ہیں اس سے بہتر کتاب علم جفر کی میری نظر سے نہیں گزری اس کے پڑھنے سے مقصد تک آسانی ہوتی ہے۔

قیمت : -/۱۰۰ روپے

مصباح الاعداد

اگر آپ صرف اعداد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ سے پیشگوئی کرنے کے طریقے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو مصباح الاعداد سے استفادہ کریں۔

قیمت : -/۲۵ روپے

آپ کی تاریخ ولادت

یہ کتاب آپ کو منجمین سے بے نیاز کر دے گی اور آپ اپنے ماضی، حال اور مستقبل کے حالات و واقعات، بشارت و حوادث سے آگاہ ہو سکیں گے۔

قیمت : -/۳۰ روپے

توریت موسیٰؑ کے دو ممسوح

صحیفہ ذکریا میں ہے کہ :

"اس نے مجھ سے کہا کہ یہ دو ممسوح ہیں جو ساری مخلوق اور ساری زمین کے خداوند کے حضور میں کھڑے رہتے ہیں"۔

اور دوسری جگہ اسی صحیفہ میں ان کو "دو شمعدان اور دو زیتون" سے تشبیہ دی گئی ہے اور مکاشفہ یوحنا باب ۱۱۔ آیت ۴، اور زبور باب ۲۵۔ آیت ۸، اور سموائیل باب ۴، آیت ۴ میں مذکور ہے :

"انہوں نے سیلا میں لوگ بھیجے تاکہ رب الافواج کے عہد کے صندوق کو جو دو کروبیوں کے درمیان دھرا رہتا ہے وہاں سے لے آئیں"۔

اور گنتی باب ۷۔ آیت ۸۹ میں ہے کہ "دونوں کروبیوں میں سے کسی کی آواز سنی"۔

اور سموائیل باب ۲۔ آیت ۴ میں مذکور ہے کہ "اور داؤد اٹھا اور سارے چنے ہوئے لوگوں کو لے کے جو اس کے ساتھ تھے بعد یہوداہ سے چلا تاکہ خداوند کے صندوق کو جن کے پاس وہ نام یعنی رب الافواج کا نام لیا جاتا ہے جن کو دو کروبیوں کے بیچ میں سکونت کرتا ہے وہاں سے چھڑا لائے"۔

كلمة طيبة كشجرة طيبة الخ [۱۴/۲۶]

پس یہی ہستیاں وسیلہ نجات عوالم اور مربی عوالم اور ناصر الکل ہیں ما سوائے اللہ کے حضرت علیؑ سلطاناً نصیراً ہیں اور انہوں نے ہی تمام عوالم کی مخلوق کی مدد کی ہے اور کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ یہ عہدہ ان کا دائمی اور ابدی ہے جو ختم ہونے والا نہیں اور خدا کی ساری کتابیں اس کی شاہد و مبین ہیں اور ان کے ناصر الکل ہونے سے انکار خدا کی قدرت کا انکار ہے۔ جو قابل معافی نہیں ہوگا۔

مصباح الفراست

دست شناسی کے لئے حضرت شاہ زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کی لاجواب تصنیف۔ زیر طبع

قیمت: -/۴۰ روپے

مصباح الرمل

لفظوں اور لکیروں کے اس بے پایاں علم میں ماضی حال اور مستقبل کے واقعات پوشیدہ ہیں اور علوم فلکیات کے لئے اطمینان کا لاجواب و بے مثال مرقع ہے۔

قیمت: -/۵۰ روپے

روحانی ماہنامہ **آئینہ قسمت** لاہور

ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے۔ سالنامہ زنجانی جنتری، البیرونی تقویم بھی ہر سال باقاعدگی سے شائع ہوتی ہیں۔

مہاتما بدھ اور ابلی

مہاتما بدھ کا نام نامی محتاج تعارف نہیں۔ وہ ایک والئی ریاست کے فرزند ارجمند تھے ان کی ابتدائی زندگی اور پھر ان کی مہاتمائی وغیرہ سے متعلق تواریخ میں مختلف روایات ملتی ہیں جن میں مشہور عالم قصہ یہ ہے۔

جوتشیوں نے ان کے والد سے کہہ دیا تھا کہ راجہ! جو لڑکا تمہارے یہاں پیدا ہونے والا ہے وہ شباب کو پہنچنے سے پہلے سادھو اور جوگی بن کر جنگل میں رہائش کریگا اور راج کو تیاگ کر دنیا سے بے تعلق ہو جائے گا۔ تم اس کو جوان ہونے تک شاہی محلوں میں رکھیو اور اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام بھی شاہی محلوں میں ہی کیجیٔو چنانچہ بدھ نے جنم لیا تو نجومیوں کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ محلات میں اس کی تربیت ہوتی رہی اور ان کو قابل ترین اتالیق کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ بدھ جی جوان ہوئے تو ان کی شادی بھی کر دی گئی مگر اس بات کی سخت احتیاط رکھی گئی کہ باہر کی ہوا ان کے قریب سے نہ گزرنے پائے اور وہ کوئی بیرونی مناظر نہ دیکھ سکیں۔

آخر ایک دن وہ باپ سے اجازت لے کر اپنے استاد کے ساتھ محل سے باہر نکلے تو سب سے پہلے ایک ضعیف العمر آدمی لاٹھی کے سہارے چلتا دکھائی دیا۔ بدھ نے استاد سے پوچھا۔ یہ کون ہے اور اس حالت میں کیوں ہے۔ استاد نے

کہا کہ ہر انسان کو بچے سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہونا پڑتا ہے اور پھر وہ کمزور ہو کر لاٹھی کے سہارے چلنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ذرا آگے بڑھے تو ایک بیمار درد اور تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ بُدھ نے اس کی کیفیت پوچھی تو جواب ملا کہ ہر شخص کو اپنی زندگی میں بعض مرتبہ بیمار بھی ہونا پڑتا ہے۔

اس سے آگے چلے تو ایک جنازہ نظر آیا جس کے ساتھ لوگ روتے پیٹتے جا رہے تھے۔ بُدھ نے اس کا حال دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ ہر آدمی آخرکار اپنی زندگی گزار کر مر جائے گا۔ یہ شخص بھی مر چکا ہے اور اب اسے دفن کر دیں گے یا جلا دیں گے۔

پس اس قسم کے چند عبرت انگیز مناظر دیکھ کر بدھ جی نے دنیا دی جاہ و حشم کو خیرباد کہا اور وہیں سے جنگل میں جا کر گیان دھیان میں لگ گئے۔

مذکورہ واقعات کو اگر حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ ساری داستان خودساختہ اور لعید از عقل و قیاس معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جناب بدھ ایک فرمانروا کے بیٹے تھے۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کے عقلمند باپ نے محض نجومیوں کے کہنے پر اپنے نورِ نظر کو طویل "قیدِ تنہائی" دے دی تھی اور ایک سنگین مجرم کی طرح انہیں کال کوٹھڑی میں بند کر دیا تھا۔ جب بھی یہ بات فہم و ادراک سے بالاتر ہے کہ کیا اٹھارہ بیس سال کے تعلیمی کورس میں بدھ نے ایک دفعہ بھی بوڑھے ہونے، بیمار پڑنے اور مرنے کا نام نہیں پڑھا یا سُنا۔

حقائق پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش نہ کی جائے تو اصل حالات کو سامنے آتے دیر نہ لگے گی اور مہاتما جی کی روح خود زبانِ حال سے پکار اُٹھے گی۔ بدھ جی کے درویش اور فقیر ہونے کا حقیقی واقعہ اگر ہم سُنائیں گے تو ممکن ہے کسی کو یقین نہ آئے۔ آپ یہ واقعہ بُدھ وِدّیا کے ایک گیانی شاستری ہی کی زبانی سُنیے۔

مسٹر ایل کے بھٹناگر۔ ایم۔ اے۔ آئی۔ ای۔ ایس (انڈین ایجوکیشن سروس) اپنی ایک تصنیف "بودھیا چمتکا" مطبوعہ انکار لسپت کالیہ کانپور ۱۹۲۷ء میں لکھتے ہیں:

شری مہاتما بُدھ جی کی اہنسا اور جیون[1] رکھشا، سادھونت[2] اور دیدانت[3] اور ان

ترجمہ: ۱۔ جانوروں کی حفاظت، ۲۔ فقیری درویشی، ۳۔ اتحاد مذاہب۔

کی من پر کاشیا[1] اور یوگ جوگ[2] اور دوسرے آتمیہ[3] کا یا کلپی کتھاؤں[4] کی بنیو[5] جو اُن کی وِدّیا[6] اور ان کے شاستروں[7] سے ملتی ہے۔ صرف یہ کہ ایک دن شری پوجیہ[8] پاد مہاتما جی اپنے محل میں سوئے ہوئے تھے کہ ایک دم چیخ کر اُٹھ بیٹھے ان کے نینوں سے آنسوؤں کی بڑی بڑی لڑیاں لٹک رہی تھیں اور وہ کسی بڑے ہی دکھ اور کلنیش[9] میں دکھائی دے رہے تھے۔

اُن کی چیخ سُن کر ان کا وئید یا منتری[10] بھی چونک اُٹھا جو اُن کے پاس ہی نندیا[11] کر رہا تھا۔ اس نے بڑے پریم سے تھانپا دے کر پوچھا:

"راجکمار جی کیا ہوا آپ کو کیا کوئی بھیانک سپنا[12] دیکھا ہے؟ کیا کسی چیز سے ڈر لگا ہے؟"

مہاتما جی نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا! "دیکھا تو سپنا ہے مگر سپنا نہیں کچھ اور ہے! ہاں! کچھ اور ہے۔"

منتری نے ان کی سیوا میں بڑی بنتی[13] کی تب مہاتما جی نے کہا:

"منتری جی اُنے تم جانتے ہو کہ میں دھارمک[14] پُستکیں بڑے غور سے پڑھتا ہوں اور دھرموں کے بکھیڑوں کی چھان بین کرتا رہتا ہوں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں ایشور[15] بھگتی کی بڑی اِچھیا[16] رکھتا ہوں اور بھگوان کے چمتکار[17] دیکھنے کے لئے جنگلوں اور بنوں میں چلا جاتا ہوں اور آج کی نہ پوچھو کسی پرم آتما[18] نے مجھے اشیرباد[19] دی ہے کہ تمہاری تپسیا[20] سپھل ہوئی جاؤ میرے نام کی مالا جپو جو چاہو گے مِل جائے گا۔ میرا نام آلیا ہے۔

۱۔ روشن ضمیری ۲۔ محویت، عبادت، ریاضت ۳۔ روحانی انقلاب
۴۔ واقعات قِصّے کہانیاں ۵۔ بنیاد ۶۔ علم و عرفان
۷۔ کتب مذہبی ۸۔ قابل پرستش ۹۔ رنج و الم
۱۰۔ وزیر تعلیم، اتالیق اعلیٰ ۱۱۔ نیند، سونا ۱۲۔ خوفناک خواب
۱۳۔ گزارش ۱۴۔ مذہبی کتابیں ۱۵۔ خدا کی پوجا
۱۶۔ خواہش، طلب ۱۷۔ خدا کا جلوہ، معجزہ یا نظارہ ۱۸۔ بہت بڑی روح، عظیم ہستی ۱۹۔ مبارک باد ۲۰۔ بندگی بار آور ہوئی۔

مجھے ملنا ہو تو میرا مکان پوتر استھان[1] میں پھٹی ہوئی دیوار کے پاس ہے وہاں پر میں تمہیں ایک بالک[2] کے روپ میں ملوں گا۔ مگر وہ سمے[3] ابھی دور ہے۔

انجیل میں بھی جناب علیؑ کو "بچہ" کہا گیا ہے۔ .... میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ کوئی خدا کی بادشاہی کو بچے کی طرح قبول نہ کرے وہ اس میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔

(مرقس۔ باب ۸۔ فقرہ ۱۵-۱۶ وقت زمانہ)

غور فرمائیں اور بدھ جی کے خواب پر بار بار نگاہ کیجئے۔ ان کے خواب کا ایک ایک لفظ اپنی ترجمانی آپ کر رہا ہے۔ مہاتما جی کے پرم آتما نے کتنے صاف اور واضح الفاظ میں اپنا نام اور مقام ظاہر کیا ہے۔ آلیا۔ یعنی علیؑ جو عبرانی کے ایلیا اور علیؑ ہی کے مترادف ہے پھر اس فقرہ پر توجہ کیجئے۔

"مجھے ملنا ہو تو میرا مکان پوتر استھان میں پھٹی دیوار کے پاس ہے وہاں میں تمہیں ایک بالک کے روپ میں ملوں گا۔"

فرض کیجئے کہ پوتر استھان (پاک جگہ) اور بھی ہو سکتی ہے لیکن اس کی نشانی یہ بتائی ہے کہ اس (کعبہ) کی دیوار پھٹے گی اور میں وہاں ایک بالک کے روپ میں یعنی ایک بچے کے روپ میں ملوں گا۔

کیسے صریح لفظوں میں حرم کے اندر ولادت پانے کا اظہار فرمایا گیا۔ علاوہ بریں اپنا نام اور مقام بتانے کے ساتھ ہی ساتھ بدھ کو اپنی عظیم الشان مرتبت سے بھی روشناس کرا دیا اور ہدایت فرمائی ہے کہ میرے نام کی مالا جپو جو چاہو گے مل جائے گا۔ علیؑ سے تولا اور عقیدت رکھنے والا کون نہیں جانتا کہ آپ ہر دکھ کی دوا اور ہر مشکل میں حاجت روا ہیں۔ اگر خلوص ولا سے حضور کا دامن پکڑا جائے تو انشاءاللہ بلا تاخیر مشکل کشائی ہوتی ہے اور مانگنے والے کو در علیؑ سے سب کچھ ملتا ہے۔

بدھ جی نے اپنا خواب ابھی پوری طرح بیان نہیں کیا۔ آگے چل کر اپنے سپنے کا باقی حصہ یوں سناتے ہیں۔

منتری! یہ کہہ کر اس نے ایک چمکتی ہوئی تلوار نکالی اور گرجدار آواز میں کہا:

---

[1] مقام مقدس [2] بچہ [3] وقت

"دیکھ میں سنگھ ہوں۔ مجھے پرمیشور نے سنگھ بنا کر بھیجا ہے۔ جا سنسار کو پاپوں اور پرادھوں سے روک، من کے روگ ہٹا، ہردے کو ستھرا کر، پرالبدھ ٹھیک ہو جائے گی۔ میرے مہاراج آنے والے ہیں۔ ان کا کہنا مان اور میرے مہاراج کے مہاراج کو بھی۔ دیکھ! میں تجھے اپنا چیلا اور گولا بنا کر اس ملک کی شودھنا کے لئے بھیجتا ہوں۔ دھوکہ نہ کھانا۔ جا! کبھی کشٹ کٹھن آ جائے تو میرا نام جپنا میں پہنچ جاؤں۔"

بدھ جی کے خواب کا یہ حصہ اور بھی قابل غور ہے۔ جناب آلیا (ایلی) ان کو اپنی ذوالفقار دکھا رہے ہیں اور پھر اپنا خطاب یا لقب بھی بتا دیا:

"پرمیشور نے مجھے سنگھ بنا کر بھیجا ہے۔"

یہ اسداللہ الغالب یا شیر خدا کے ہم پلہ و ہم معنی الفاظ ہیں۔ یعنی میں خدا کا شیر بن کر آیا ہوں۔ کوئی بتائے کہ علیؑ کے سوا کون شیرِ خدا کہلایا۔ آدم سے لے کر آج تک کی تاریخ انشاءاللہ نفی میں سر ہلائے گی۔ اس سے اگلا فقرہ ملاحظہ فرمائیے:

"میرے مہاراج آنے والے ہیں۔ ان کا کہنا مان اور میرے مہاراج کے مہاراج کا بھی۔"

اس فقرہ میں جناب ایلیاؑ نے بدھ جی کو حضور ختم المرسلینؐ کی بعثت کا مژدہ سنایا ہے اور کہا ہے کہ ان کا ظہور کسی وقت ہونے والا ہے وہ تمام بادشاہوں کے بادشاہ ہوں گے۔ ان کی پاک تعلیم پر چلنا پڑے گا اور ان کے مہاراج یعنی خداوند قدوس کے احکام پر سر جھکانا ہوگا۔

ذرا اس سے اور آگے بڑھیئے حضرت ایلیاؑ مہاتما بدھ سے فرماتے ہیں:

"میں تجھے اپنا "گولا" اور "چیلا" بنا کر اس ملک کی شودھنا کے لئے بھیجتا ہوں دھوکا نہ کھانا۔"

یعنی میں نے تجھے اپنا غلام اور مرید بنا کر اس ملک کے تصفیہ اور تزکیہ کے لئے

مقرر کیا ہے اور خبردار کیا ہے کہ ایسا نہ ہو کوئی اور شخص "ایلیا" بن کر تمہیں دھوکا دے جائے۔ میری اصلی اور حقیقی رنگ میں تمہارے سامنے آنے کی علامت یہ اور صرف یہ ہوگی کہ جب بھی کسی مشکل مصیبت میں یاد کروگے تمہاری مدد کو فوراً پہنچ جاؤں گا۔ ایک اور لطیف نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ مہاتما بُدھ کو اکثر ساکی منی بھی کہا جاتا ہے۔ لفظ "ساکی" کے معنی بھارت کی قدیم زبانیں سنسکرت، ہندی، بھاشا، ناگری، شاکھا، مرہٹی، مدراسی گجراتی اور بنگالی وغیرہ کچھ ہی کریں مگر ہم تو یہی سمجھیں گے مذکورہ زبانیں چونکہ قافِ قرشت سے محروم ہیں اس لئے وہ اس کی بجائے کاف "کلمن" استعمال کر کے ساقی کو ساکی لکھتی ہیں۔

پس جناب بدھ کو بشارت دینے والے از بسکہ ایلیا ہیں اور وہ "ساقی کوثر" بھی کہلاتے ہیں لہٰذا ساقی منی کے معنی ہوئے وہ راہنما[1] جسے ساقی کوثر نے مقرر کیا ہے کیونکہ اسی نے بدھ کو اپنا "گولا" اور "چیلا" بنا کر بھیجا ہے۔

اب سن لیجئے کہ مہاتما بدھ ایک مرتبہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ایک تو جسمانی تکلیف رنج و ملال ہوئی دوسرے عوام کی مخالفت نے انہیں اور بھی پریشان کر دیا، برہمنوں اور اونچی ذات کے مہنتوں، پروہتوں وغیرہ نے ان سے خوب عداوت بڑھائی، اس لئے کہ بدھ کی تعلیمات (توحید الٰہی، مساوات، اتحاد اقوام، رحم و کرم اور عدم تشدد وغیرہ) نے مخلوق خدا کا خون چوسنے والے خود ساختہ جھوٹے رہنمایان مذہب کے اباطیل و اکاذیب کی بنیادیں ہلا دیں اور وہ اپنا سر پیٹتے رہ گئے۔ پس انہوں نے بدھ پر ظلم توڑنا شروع کر دیئے اور ان کے مشن کو ناکام بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ بدھ کے لئے اور

[1] دنیا کی اصلاح و ہدایت کے لئے ہر قوم اور ہر ملک میں ریفارمر بھیجے جاتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے: وَلِكُلِّ قَوْمٍ نَذِيرٌ ، وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ ہر قوم میں ڈرانے اور ہدایت دینے والے مقرر کئے گئے۔ ہندوستان کے رشیوں، منیوں، مہاتماؤں اور اوتاروں کے حالات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا ان میں سے کسی نے بھی بت پرستی اور کفر و شرک کی تعلیم نہیں دی۔ بعد میں ان کی تعلیمات مسخ ہو گئیں اور ایک خدا کو منوانے والے خود مشرکین کے معبود بن گئے۔

اس سے زیادہ مصیبت اور کیا ہو سکتی تھی؟ باوجودیکہ وہ دنیاوی تعلقات سے الگ ہو گئے تھے اور عالم کون و فساد کی ہر شئے کو تیاگ کر بن میں جوت لگائے اور اولکھ جگائے مالک حقیقی کی یاد میں محو رہتے تھے مگر شدید مخالفت اور بدترین عداوت سے انہیں دوچار ہونا پڑا۔ اس وقت انہوں نے دعا فرمائی:

اے[1] پیاروں کے پیارے! اے آلیا! سب[2] پر غالب آنے والے اپنا جلوہ دکھا، میری دستگیری کر۔ اے پرماتما[3] کے شیر! دنیا کی لومڑیاں مجھے کھا جانا چاہتی ہیں، تجھے اس کی قسم جس کا تو دست[4] و بازو ہے تجھے اس کی قسم جس کی شکتی[5] تیرے اندر ہے۔ میری مشکل کشائی کر، تیرا وعدہ ہے کہ مصیبت پہ پہنچوں گا۔ اب امداد کا وقت آیا ہے آ جلد آ! ورنہ میں برباد ہو جاؤں گا۔ تیرا[6] نام وہ ہے جو پرم آتما کا ہے۔ آ کہ تجھے دیکھنا ہزاروں پرارتھناؤں[7] کے برابر ہے تو بھگوان جی کا چہرہ ہے۔ میرے پیارے تو سب کچھ ہے اور میں تیرے بغیر کچھ بھی نہیں۔ تو سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ سب حال تیرے سامنے ہے میری تکلیفوں کا تجھے علم ہے تو ہی ان کو دور کر سکتا ہے۔ ادم آلیا، ادم آلیا، ادم آلیا۔

بدھ کی یہ دعا جو "بدھ یوگیا" کے نام سے معروف ہے بدھ مذہب کی اکثر کتابوں میں مذکور ہے۔ رسالہ "بدھ گیان" مصنفہ رام نرائن بنارسی مطبوعہ ۱۹۳۱ء کے صفحہ ۵ پر اس دعا کے ساتھ ایک چینی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ بدھ نے ذیل کے الفاظ بھی کہے تھے۔

"اہنے می تیبریا" کے واسطے میری مدد کر۔ می تیریا کے معنی ہیں رحمت والا، رحمتہ اللعالمین۔

اس دعا کی تفصیل میں پڑنے کی ضرورت نہیں ایک ایک لفظ اپنی وضاحت کر رہا

[1] مطلوب کل طالب [2] غالب کل غالب [3] اسداللہ
[4] اس سے مراد قوۃ اللہ بھی ہے اور بازوئے محمدؐ بھی۔ [5] طاقت
[6] علی جو خدا کا نام بھی ہے اور مرتضیٰؑ کا بھی۔
[7] النظر علی وجہ علی عبادہ۔ علیؑ کے چہرہ مبارک کو دیکھنا بھی عبادت میں داخل ہے۔

ہے البتہ اس کا نتیجہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ دعا نے قبولیت کا لباس پہنا اور مشکل کشا نے بدھ کا ہاتھ پکڑا۔ دنیا جانتی ہے اور تاریخ اس پہ پردہ نہیں ڈال سکتی کہ بدھ کو اس کی بدولت کس قدر کامیابی ہوئی۔ عوام تو رہے درکنار بھارت کے راجوں مہاراجوں نے ان کا مذہب قبول کیا اور پھر ہندوستان کے علاوہ بدھ مذہب سری لنکا، برما، آسام، چین، جاپان، سیام اور تبت وغیرہ ایسے دور دراز ملکوں میں پھیل گیا اور یہ سب جناب ایلیا ؑ کی ذرہ نوازی اور کرم فرمائی ہے۔ گو موجودہ بدھ مذہب کی اصلی یعنی ابتدائی تعلیمات سے کچھ تعلق نہیں ہے جس طرح کہ جناب عیسٰی اور حضرت موسیٰ ؑ وغیرھم کی اصلی تعلیم کو بدل ڈالا گیا اس طرح بدھ کی تعلیمات بھی بچ نہ سکیں اور ختم ہو گئیں۔

لیجئے بدھ مہاراج بستر مرگ پہ دراز ہو گئے۔ اب وہ چند لمحوں کے مہمان نظر آتے ہیں ان کا سب سے محبوب چیلا "آنند" ان کی سیوا میں بیٹھا ہے اور ان کی نازک حالت کو دیکھ کر زار و قطار رو رہا ہے۔ جب بدھ جی نے اپنے پیارے شاگرد کا یہ حال دیکھا تو اس کو بہت تسلی دی اور مسکراتے ہوئے کہا:

"پیارے آنند! غمگین نہ ہو، آنسو مت بہا۔ میں تجھے کئی مرتبہ پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ اپنی محبوب و مطلوب اشیاء کو چھوڑنا اور اس دنیا میں ہر چیز سے جدا ہونا انسانی فطرت میں داخل ہے اگر میں جا رہا ہوں تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔"

آنند نے عرض کیا مہاراج! آپ کے بعد ہمارا کون والی ہو گا اور کون تعلیم دے گا؟

بدھ نے جواب دیا:

"آنند خوب یاد رکھو۔ دنیا میں صرف میں ہی بدھ بن کر نہیں آیا ہوں اور نہ میں اس سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں۔ جب وقت آئے گا تو ایک دوسرا بدھ مبعوث ہو گا جو خدا کا نور ہو گا۔ بہت ہی مقدس و مطہر اس کو حکمت کا وافر دیا جائے گا وہ اقبال مند ہو گا اسرار کائنات کا عالم، نسل انسانی کا بے نظیر ہادی وہ مصلح، جِنّ و انس کا معلّم وہ انہی ازلی صداقتوں کو تم پہ ظاہر کرے گا جو میں نے تم کو سکھائی ہیں وہ اپنے دین کی تبلیغ و اشاعت میں ہر لحظہ مصروف رہے گا۔ جو فی الحقیقت نہایت ہی شاندار ہو گی وہ اپنے حیرت انگیز کمال اور انتہائی عروج کی وجہ سے پر شکوہ اور صاحب جلال و جمال ہو گا۔ اس کی تعلیم زندگی روح

اور اس کی تربیت کامل و اکمل، صاف، پاکیزہ اور بے عیب ہو گی۔ اگر میرے شاگردوں کا شمار سینکڑوں تک ہے تو اس کے شاگردوں کے اعداد لاکھوں تک ہوں گے اور وہ می تیریا کے نام سے معروف[۱] ہو گا۔

(۱ ملاحظہ ہو کتاب "بودھیا پرکاش" مؤلفہ ویدشاستری لالہ ہر گوبند آہلو چیا مطبوعہ سرسوتی پریس بمبئی ۱۹۱۱ء)

آنند نے "می تیریا" کی وضاحت پوچھی تو مہاتما بدھ نے کہا:

"اے آنند! می تیریا وہ ہے جو تمام رشیوں، نبیوں اور تمام مبعوث ہونے والوں کا سلسلہ ختم کر دے گا۔ اُس کے سر پہ ایک پنج پہلو تاج ہو گا جو سورج اور چاند کی طرح ہو گا اس کے بڑے ہیرے کا نام آلیا ہے۔ یاد رکھ یہ پاک جسم ابتدا سے پیدا ہو چکے ہیں مگر ان کے ظاہر ہونے میں ذرا دیر ہے۔ ظالم لوگ ان کے موتیوں کو سخت نقصان پہنچائیں گے اور ان کے برباد کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے مگر مالک اس کے نام اس کے کام اور اس کی نسل کو دنیا کے خاتمہ تک باقی رکھے گا۔

آنند! میری اور تیری طرح کروڑوں اس کے انتظار میں تھک جائیں گے۔ مگر خوش نصیب وہی ہو گا جو اس کا اور اس کے پاک ساتھیوں کا ساتھ دے گا۔ اب تجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا۔"

(نوٹ) مہاراجہ رام چندر نے بھی اجودھیا کے شاگردوں سے کہا تھا کہ وہ راجوں کا راجہ اپنی روشنی کے ساتھ ظاہر ہو گا جس کے ساتھ بڑا گروہ ہو گا وہ پانچ کنگروں والا تاج پہنے گا اور اس کے سب سے بڑے کنگرے کا نام "اہالیاہ" یعنی "ایلیا" ہو گا۔"

(اجودھیا کا بن باسی مصنفہ شنکر داس مطبوعہ آگرہ ۱۹۲۳ء)

مہاتما بدھ کی اس وصیت میں سب سے پہلے خاتم الانبیاء کے ظہور پر نور کی پیشگوئی کی گئی ہے اور آپ کے اوصاف گرامی بیان کرنے کے بعد حضور کا رحمانی اور قرآنی خطاب بھی بتا دیا گیا ہے۔ می تیریا۔ یہ سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں بہت مہربان اور رحمت والا۔ وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ کے مفہوم کے مطابق، کسی نبی یا رسول اللہ کو اللہ کی رحمت، رحمت عالم اور رحمۃ للعالمین کے خطاب سے مخاطب نہیں کیا گیا۔ بدھ نے می تیریا کہہ کر ایک بہت بڑی فضیلت آپ کی بیان کر دی ہے۔

Scanned with CamScanner

وصیت کے دوسرے حصّہ میں بدھ جی نے جناب رحمتہ اللعالمین کی ایک صفت یہ بتائی ہے کہ وہ انبیاء اور مرسلین کا خاتم ہوگا اور اس کے سر پہ "پنج پہلو" تاج ہوگا، اس سے پاک نفوس پاک مراد ہیں۔ یہ بھی کہا ہے کہ وہ تاج سورج اور چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ یہاں حضورؐ کی حدیث (اَنَا کَالشَّمس وَعَلِی کَالقَمَر) کی طرف اشارہ ہے اور القمر (علیؑ) کو ہیرے سے تشبیہ دے کر ایک بار پھر آپ کا نام (آلیا ایلیا) بتا دیا ہے اور یہاں تک ظاہر کر دیا ہے کہ ان کی اولاد کے ساتھ سخت ظلم و ستم کئے جائیں گے اور اس نام و نشان تک کو مٹانے کی کوشش کی جائے گی۔ مگر خداوند کریم ایلیا کے نام، کام اور نسل پاک کو قیامت تک باقی رکھے گا

آخر میں بدھ مہاراج کہتے ہیں۔

"خوش نصیب ہوگا جو اس کا اس کے پاک ساتھیوں کا ساتھ دے گا"

یہ فقرہ زیادہ محتاج تشریح نہیں اور اگر وضاحت کی ضرورت ہے تو خود غور فرما کر دیکھ لیجئے۔ نبی اور علیؑ کے "پاک ساتھی" کون ہیں۔

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۔

تسخیرِ روح
مصنف
سید انتظار حسین شاہ زنجانی
سائنسی توضیحات کے ساتھ
روحانیت کو پیش کرتے ہیں۔
قیمت: -/۲۰ روپے اندازاً

استمداد

میری غرض واقعات کی تفصیل بیان کرنا نہیں نہ ہی اوراق اس کے متحمل ہو سکتے ہیں لیکن موضوع کی نسبت سے مختصر ذکر کئے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔

اِن ہستیوں کی حالت پر غور کرو جو اس دُنیا فانی میں اپنی زندگی کا پورا دور بڑے حزم و احتیاط سے گزارتے ہیں اور اپنے پاکیزہ نفس کو آلائش دُنیا سے آغشتہ نہیں کرتے۔ احکام الٰہی کی پوری پابندی کرتے ہیں۔ اپنے نفس کو تکلیف میں رکھ کر دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ قدرت کی طرف سے ان کو نیکوکاری کا جو اجر عظیم ملتا ہے وہ ہمارے تصور سے باہر ہے چونکہ وہ اپنی جانوں کو راہِ خدا میں قربان کرتے ہیں لہٰذا وہ ان کو اس صلہ میں زندہ جاوید بناتا ہے اور یہ آزادی دیتا ہے کہ وہ اپنے جسم مثالی سے جہاں چاہیں چلے جائیں مُقید کیا جاتا ہے ان لوگوں کو جو کسی سزا کے مستحق ہوتے ہیں نہ کہ وہ لوگ جنہوں نے دُنیا میں معصومانہ زندگی بسر کی ہو۔

اس اجر عظیم کی خبر اس نے پہلے ہی قرآن میں بایں الفاظ دی ہے کہ جو راہِ خدا میں شہید ہوں ان کو مردہ گمان نہ کرو۔ کیونکہ یہ غذائیں اور اللہ کی طرف سے رزق (روحانی) پاتے ہیں۔ اس سے ایسا کھانا پینا مراد نہیں جو اس

دنیا والے کھاتے پیتے ہیں ان کے لئے تو وہ غذا درکار ہے جو جسم مثالی کے لئے مناسب ہے اور وہ غذا جسم مثالی کی محیر العقول قوت ہے جس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔ جسم مثالی کو جو رزق خدا کی طرف سے دیا جاتا ہے درحقیقت وہ اس قوت کا نام ہے جو ان کے اعضاء کو بخشی جاتی ہے۔ قدرت کی طرف سے یہ کہنا کہ شہیدانِ راہ خدا کو مردہ نہ جانو۔ یہی معنی رکھتا ہے کہ عام مردوں کی طرح ان کو ناکارہ اور بے بس وجود نہ سمجھو اور گمان نہ کرو کہ مرنے کے بعد ان میں کوئی قوت باقی نہیں رہی۔ ایسا نہیں ہے۔ ان کا جسم مثالی اب ایک ایسی نئی قوت کا مالک بن جاتا ہے جس کا عام لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ بے پناہ قوت کے مالک بن جاتے ہیں۔ یہ رزق یعنی غیر محدود قوت کسی وقت ان سے منقطع نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر وقت خدا کی طرف سے اس کا نزول ان پہ ہوتا رہتا ہے۔ اس قوت کی بناء پہ دُنیا کے تمام حالات سے باخبر رہتے ہیں۔ آنکھوں سے لوگوں کو دیکھتے ہیں۔ جب ان کو مدد کے لئے پکارتے ہیں تو وہ ان کی آواز سُنتے ہیں اور جب مدد درکار ہوتا ہے تو بجسد مثالی دنیا میں جاکر ان کی مدد کرتے ہیں خواہ وہ گھروں کے اندر ہوں یا قبروں کے اندر۔ دنیا ان کے سامنے ایک کف دست کے برابر ہوتی ہے۔

جسم مادی ایک وقت میں ایک ہی جگہ جا سکتا ہے کیونکہ اس کی قوت محدود ہوتی ہے لیکن شہدائے راہِ خدا کو جو رزق دیا جاتا ہے وہ عالم نور کی پیداوار ہوتا ہے اس کا سمجھنا عقل انسانی کے حدود سے باہر ہے۔

شہید سب برابر نہیں ہوتے ان کے درجات مختلف ہیں اور انہی کے اعتبار سے ان کا رزق مختلف قسم کا ہے۔ شہدا میں سب سے اونچا درجہ معصوم شہدا کا ہے۔ پھر محفوظ عن الخطا کا، پھر علمائے دین کا، پھر زہاد و اتقیا کا، ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں اس کا تعلق معصوم شہداء سے ہے۔ یہ مرنے کے بعد بھی بقدرت الٰہی لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں اور ہر جگہ آجا سکتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کو غلو پہ محمول کیا جائے۔ جس خدا نے ملک الموت کو یہ قوت دی ہے کہ وہ ایک وقت میں بے شمار مقامات پہ پہنچ جائے۔ جس نے

شیطان کو یہ طاقت دی ہے کہ لاتعداد انسانوں کو بیک وقت بہکا دے۔ کیا وہ اپنے خاص بندوں کو یہ قوت عطا نہیں کر سکتا۔

محمدؐ و آل محمدؐ کا مرتبہ فرشتوں سے زیادہ ہے وہ محمدؐ و آل محمدؐ کی تعظیم کرنے والوں میں ہیں۔ ان کے آستاں بوس ہیں۔ ان کی قبروں کی زیارت کرنے والوں میں ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ قدرت محمدؐ و آل محمدؐ کو ان بخششوں سے محروم رکھے جو ملائکہ کے لئے ہیں۔ ملک معصوم ضرور ہیں لیکن ان میں وہ اجزاء شامل ہی نہیں جو خلاف عصمت کام کرنے پر مجبور کریں۔ برخلاف محمدؐ و آل محمدؐ کہ انہوں نے تمدن و معاشرہ کے دائرہ میں رہ کر اپنے نفس پر اتنا قابو حاصل کیا کہ چادر طہارت و عصمت کا کوئی تار نہ ٹوٹنے پایا۔ پس شہداء کے لئے جو "عند ربھم یرزقون" آیا ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ ان کے نفسوں کو قوتیں دی جاتی ہیں جو اوروں کو حاصل نہیں۔ جتنے نفوس انسانی ہیں ان کے اعمال حسنہ قوت میں ان اعمال حسنہ سے کوئی نسبت نہیں رکھتے جو محمدؐ و آل محمدؐ کے ہیں۔ جس علیؑ کی ایک ضربت عبادت ثقلین سے بہتر ہے۔ کس کی طاقت ہے کہ ان کے اعمال حسنہ کا وزن معلوم کر سکے۔ اگر اللہ تعالیٰ ان اعمال کے صلہ میں ان کے نفس کو اتنی قوت دے دے کہ وہ ہر جگہ موجود ہو جائیں، ہر ایک کی بات سُن لیں، ہر ایک کی حاجت براری کے لئے خدا سے سفارش کر دیں تو کیا تعجب کی بات ہے۔

اوروں کا کیا ذکر بحکم خدا رسولؐ نے اپنی مدد کے لئے علیؑ کو پکارا۔ جس کو رسولؐ مدد کے لئے بلائیں اسے ہم کیوں نہ بلائیں۔ ہم ان کے وسیلہ سے درحقیقت خدا سے مدد چاہتے ہیں۔ خدا نے ہم کو وسیلہ بنانے کی اجازت دی ہے۔ اگر خدا کے سوا کسی دوسرے سے طلب اعانت کرنا جائز نہ ہوتا تو یہ کیوں فرماتا۔

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ

"مدد چاہو روزہ اور نماز کے وسیلے سے۔"

اگر یہ وسیلہ بن سکتی ہیں۔ تو امام معصوم کیوں نہیں بن سکتا۔

ان حضرات کے پاس جو کچھ قوت ہے وہ ذاتی نہیں بلکہ خدا کی دی ہوئی ہے پس ان سے مدد چاہنا درحقیقت خدا ہی سے مدد چاہنا ہے۔ بمصداق

ماتشاؤن الا ان یشاء اللہ

یہ مشیت ایزدی کے خلاف کوئی کرتے ہی نہیں۔ یہ ایسے امور کے لئے کبھی دعا نہیں کرتے جو قضا و قدر کے خلاف ہو۔ ان کے روحانی وقار کو لوگوں کے دلوں میں برقرار رکھنے اور اپنا محبوب بندہ ظاہر کرنے کے لئے اگر ان کے وسیلہ قرار دیا تو کیا تردد ہے۔ ان حضرات نے خدا کی معرفت لوگوں کو کرائی، اس کی توحید کے جھنڈے گاڑے، خدا اور بندوں کے درمیان ٹوٹے رشتے کو جوڑا۔ پس ایسی صورت ان کو اپنی سرکار کا مختار بنا دیتا ہے تو اس کی رحمت سے کیا بعید ہے۔

سورہ توبہ پارہ دہم۔ ارشاد قدرت ہے:

"اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کرو۔"

یہاں پر صیغہ امر ہے۔ اب اگر رسولؐ اکرم حکم بجا لائیں تو جنگ دکھائیں۔ ارشاد احمد مختار ہے:

"میں نے تنزیل قرآن پر جہاد کیا اور علیؑ تاویل قرآن پر جہاد کریں گے۔"

یعنی قرآن مجید میں مجھے جو حکم ملا ہے اس کے دو حصے ہوں گے۔ تنزیل کا تعلق کفار سے ہوا ان سے میری جنگ۔ جبکہ تاویل کا تعلق منافقین سے ہوا۔ ان سے علیؑ کی جنگ۔ جنگ علیؑ کریں گے فریضہ میرا ادا ہوگا۔ تلوار علیؑ کی ہوگی جہاد میرا ہوگا۔ عمل علیؑ میرا فعل ہوگا بلکہ علیؑ میری تکمیل نبوت میں شریک ہوگا۔ کیونکہ اگر علیؑ کی جنگ کو میری جنگ تسلیم نہ کیا جائے تو اس آیت پر عمل تشنہ رہے گا۔

اولنا محمد واوسطنا محمد وآخرنا محمد وکلنا محمد:

مساوات کی صورت محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔

عظمت اہلبیت کی وضاحت کسی عام آدمی کی زبان سے نہیں بلکہ اُمت مسلمہ کے اس امام کی زبان جس کا فقہ نافذ العمل ہے پیش کر کے مضمون ختم کرتا ہوں۔

ترجمہ:

"اے اہل بیت رسولؐ اللہ آپ کی محبت اللہ تعالیٰ نے تمام امت مسلمہ

پر قرآن مجید میں فرض کر دی ہے اور آپ کی عظمت اور قدر کے لئے یہی کافی ہے کہ جو نماز میں آپ پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی قبول نہیں۔

شافعیؒ کا یہ قول ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ صفحہ ۸۷،
الزرقانی نے شرح المواہب صفحہ ۷،
الحمزاوی المالکی نے مشارق الانوار صفحہ ۸۸،
الشراوی نے الاستحاف صفحہ ۲۹ اور
الصبان نے الاسعاف صفحہ ۱۱۹ پر نقل فرمایا ہے۔

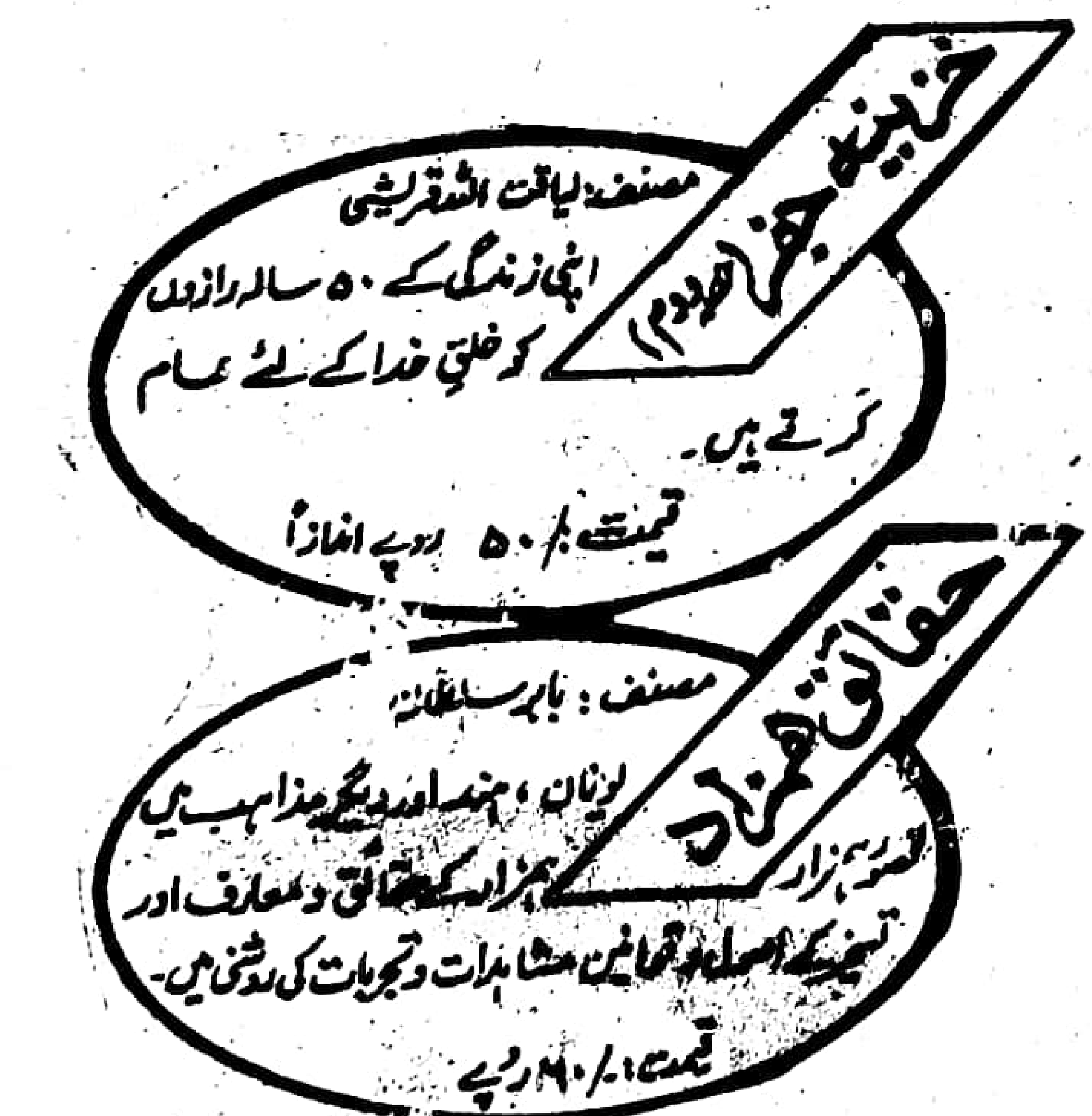

اِنَّا كُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ

ارشاد رب العزت ہے کہ بے شک اور بالیقین ہم نے کل شئے کو پیدا کیا اور اس کل شئے کو ہم نے قدر کے ساتھ پیدا کیا۔ صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ جس چیز کو ہم بناتے ہیں بنانے سے پہلے جانتے ہیں کہ کیوں بنا رہے ہیں۔ جب اس کو بناتے ہیں تو غرض خلقت کو ملحوظ رکھ کر۔ پھر اس کی تخلیق میں وہ صلاحیتیں اور قابلیتیں دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ غرض کو مکمل کر سکے اور پورا کر سکے۔ اور اس میں کوئی غلطی نہیں ہوتی۔

اعلان ہو رہا ہے:

مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ

ترجمہ: تم کبھی نہیں دیکھو گے رحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کا فرق۔

کیونکہ ہم نے جس کو بنایا اس میں عیب نہیں ہو سکتا۔ عیب تو جب ہو جب علم نہ ہو۔ بنانے والا جانتا نہ ہو۔ ہم کُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡم بھی ہیں اور کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡر بھی ہیں۔ اور غرض کو ملحوظ رکھ کر بناتے ہیں تو ہمارے بنائے ہوئے میں عیب نہیں پاؤ گے۔ چیلنج ہے اللہ کا۔ تمہاری ذمہ داری نہیں لیتے کہ تم جس کو بنا لو اس میں عیب نہ ہوگا یہ تو ہم اپنی ذمہ داری پر کہہ رہے ہیں۔

یہ سن کر صادق آل محمدؐ پہ ایک شخص نے اعتراض کر دیا۔ وہ عرض کرنے لگا یہ اندھے، کانے، لولے لنگڑے اور اپاہج۔ یہ عیب نہیں ہے۔ امام نے فرمایا کہ تم ان لنگڑے، لولے، کانے اور اندھے کو کہتے ہو کہ ان کو اللہ نے بنایا ہے اور ان میں عیب ہے۔ تم عیب کے معنی نہیں سمجھتے۔ عیب کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز جس کام کے لئے بنائی ہو وہ اس کام کو پورا نہ کر سکے تو تم نے کبھی سوچا کہ لولے لنگڑے کیوں بنائے۔ ان سے خدا کارِ ہدایت و نصیحت لیتا ہے کہ ان کو دیکھ کر لوگوں کو خدا یاد آئے گا اور اس کا شکر ادا کریں گے کہ ہمیں ایسا نہ بنایا۔

سمجھ لیجئے جو غلط کام کرنے والے ہیں ان کے فعل کو قطعًا اپنا فعل نہیں کہے گا کبھی نہیں کہے گا اور جن کے فعل کو اپنا کہہ دے تو ماننا پڑے گا کہ وہ معصوم تھے۔ جن کے افعال کو خدا اپنی طرف نسبت دے کہ اس کا کام میرا کام، اس کا فعل میرا فعل، اس کی اطاعت میری اطاعت، اس کی بیعت میری بیعت، اس کی مخالفت میری مخالفت، اس سے دشمنی مجھ سے دشمنی، اس کی محبت میری محبت قرار دے۔ چونکہ وہ عالم ہے جس کے بارے میں فیصلہ دے گا اس کا قول و فعل میرا قول و فعل ہے۔ اسے معلوم ہے کہ وہ غلطی نہیں کرے گا۔

اللہ نے علیؑ کو پیدا کیا ہی مدد کے لئے۔ ان کی غرض خلقت ہی مدد ہے نبی کے ذریعہ شریعت ملے گی، علیؑ کے ذریعے مدد ملے گی۔ جب انبیاء کو مسائل شرع کی ضرورت ہوتی جتنی جتنی حدیں ان کو نبوت دی گئی وہ مرکز نبوت محمدؐ عربی سے ملی۔ جتنی نبوت ملی اور جتنی جتنی ملی وہ حضورؐ کے ذریعہ سے اور جن جن کو کچھ ولایت کے قطرات نصیب ہوئے وہ علیؑ کے ذریعے سے۔ اور جب انبیاء کو کوئی مصیبت آ جائے، کہیں کشتی طوفان میں آ جائے یا کسی کو کنویں میں ڈال دیا جائے یا کہیں قید میں گرفتار ہو جائے یا کسی کو باتیں کرتا ہوں تو پھر وہ علی کو پکارتا ہے۔

۲۷ رجب شب معراج رسول مقبولؐ ہے جب پروردگار عالم نے اپنے حبیب کو رات کے سناٹے میں راز و نیاز اور اسرار الٰہی مزید سپرد کرنے کے لئے یاد فرمایا۔ ہمارے رسول آخرالزمان کو مقام قاب قوسین او ادنیٰ تک معہ نعلین بلایا۔ اللہ ہی جانے وہ کیا مذاکرات ہوں گے۔ جن احکام پہ عمل درآمد کرانے کے لئے

معلم الملکوت جبرئیلؑ جیسے مقرب بارگاہِ احدیت ملک کو بھی باخبر نہ رکھا گیا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادرِ مطلق ہے لیکن زمان و زبان کی قید سے مبرّا تو پھر رسولؐ گم سم رہنے تو گئے نہیں تھے۔ تجلیات انوار الٰہی سے جہاں جبرئیل کے پر جل جائیں وہاں کس مصلحت کے لئے طلب کیا تھا۔

آیت تو کہتی ہے سرکار دوجہاں تشریف لے گئے آیت اللہ کو دیکھنے گئے عرش لوح قلم آسمان کرسی۔ سب کچھ ان کے سامنے بنا۔ یہ آیتیں قرآن کی ان کے نطق کرنے سے نہیں۔ قرآن کہتا ہے آیت اللہ کو دیکھنے گئے تھے جب دیکھا آیت اللہ کو دیکھا۔ اللہ کو نہیں۔ آیت اللہ کو جب دیکھا:

لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی۔ سورۂ والنجم

قرآن میں ہے: "مَا زَاغَ وَمَا طَغٰی" آنکھوں نے دیکھنے میں کوئی غلطی نہیں کی۔ صحیح دیکھا اور پہچان گئے۔ مگر خود جب پہنچے اتنی جلدی اور جب دیکھا اس آیت اللہ کو۔ دل میں آسکتی تھی بات کہ میں اتنی جلدی پہنچا تو یہ کیسے پہنچا۔

"مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی"

اور دل نے بھی نہیں جھٹلایا۔ قبول کر لیا۔ قرآن کی تصدیق۔ دل نے بھی مان لیا آنکھ نے بھی پہچان لیا کہ ہے وہی۔ تو تھا کہ؟ اب اس کے لئے لفظ آنے ہیں کہ وہ تھا کہ۔ قرآن بتا رہا ہے کہ اللہ کی آیت کبریٰ کو دیکھا۔ معلوم ہوا آیت اللہ دو قسم کی ہیں۔ آیت کبریٰ، آیت صغریٰ۔ چھوٹی آیتیں معرفت تو کراتی ہیں مگر آیت کبریٰ کے درجہ کی نہیں۔

حضورؐ نے دیکھا کیا آیت کبریٰ کو، سب سے بڑی آیت کو۔ سب سے بڑی آیت اللہ کی حضورؐ خود ہیں کیونکہ آپ سے افضل اور بہتر کون ہے جو معرفت حقیقی خدا کرا دے۔ حضورؐ نے جس کو دیکھا وہ بھی آیت کبریٰ۔ تو اب یوں کہئے کہ آیت کبریٰ نے آیت کبریٰ کو دیکھا۔ جس کو دیکھا آیت اللہ ہے اللہ نہیں۔ کوئی نبی مرسل نہیں، امتی نہیں، فرشتہ نہیں۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ جس کی جنس اور آپ کی جنس ایک ہو۔ تو مجھے عالم اسلام بتائے کہ کس نے کہا؟ رسولؐ نے کہا کہ میں اور وہ ایک نور سے ہیں۔ اب منکر بتائے کہ رسولؐ اللہ سے ہمکلام ہونے کے لئے کس کا

انتخاب ہوا۔ اس کا جواب اور تو کچھ نہیں بس اللہ جانے یا اس کا رسولؐ۔ البتہ مرد درویش شاہ شمس الحق پر غالباً القا ہوا ہوگا جو یوں لکھ دیا۔

آں شاہ سرفرازکہ اندر شب معراج
با احمد مختار یکے بود علی بود

حدیثیں بتاتی ہیں کہ گفتگو علیؑ کی زبان میں ہوئی (خاطبتک بلسان علیؑ) تو جس زبان سے بول رہا تھا اس کو "لسان اللہ" کہو گے۔ زبان تنہا نہیں ہو سکتی جب تک چہرہ نہ ہو۔ ماننا پڑے گا کہ پردے کے پار (وجہُ اللہ) چہرہ بدصورت ہوتا ہے اگر آنکھیں نہ ہوں تو ماننا پڑے گا کہ "عین اللہ" پردے کے پار تھا۔ چہرے کی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر کان نہ ہوں تو ماننا پڑے گا کہ "اذن اللہ" پردے کے پار تھا اتنا حصہ ہو نہیں سکتا۔ اگر بازو نہ ہوں تو ماننا پڑے گا کہ "یداللہ" پردے کے پار تھا۔ بازو ہو نہیں سکتے جب تک پہلو نہ ہو۔ ماننا پڑے گا "جنب اللہ" پردے کے پار تھا اور ترجمانی نہیں ہو سکتی جب تک دل نہ ہو۔ ماننا پڑے گا کہ "نفس اللہ" پردے کے پار بول رہا تھا۔

مفاتح الغیب
حضور سیدنا صادق آل محمد علیہ السلام کی تصنیف واقعی خزانۂ غیب کی کلید ہے۔ ہدیہ: -/۵۰ روپے

خزینہ جفر
علم نادر، عربی، عبرانی و سریانی قواعد مستند کا مرقع۔ لیاقت اللہ قریشی کی علم جفر پر مبتدی حضرات کے لئے ایک نہایت ہی لطیف سہل کتاب جو آپ کو ہر طرح سے مطمئن کرے گی۔
قیمت: -/۲۵ روپے

وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ۝ ١٥

(قرآن مجید)

ترجمہ: اور بنا میرے واسطے اپنے پاس سے ایک غالب نصرت والا۔

اے علیؑ! تمہیں خدا نے وہ فضیلت دی ہے کہ اگر میں اُسے بیان کروں تو لوگ تمہاری خاک قدم بطور تبرک اُٹھا کر رکھتے۔

ینابیع المودت

متذکرہ بالا ارشاد رب العزت اور حدیث رسولؐ کے بعد مجھے وہ الفاظ کہاں مل سکتے ہیں جو میرے تاثرات ظاہر کریں۔ جب میں ان کلمات کو پڑھتا ہوں جن کی تشریح میں زبان عاجز ہو کر ٹھہرتی ہے اور عقل حیران ہو جاتی ہے تو میرا قلم لرزہ براندام ہو کر رُک جاتا ہے۔ لہٰذا اس موقع پہ میں صرف اپنے عجز اور کوتاہ بیانی کا اعتراف ہی کر لینا اچھا سمجھتا ہوں بہ نسبت قلم اٹھاؤں اور پھر موضوع کا حق ادا نہ کر سکوں۔ کیونکہ میرا تاثر اور قلبی احساس پڑھنے کے موقع پہ میری طاقت اظہار سے بالاتر ہے۔ اگرچہ زبور کے ترانے، تورات کے نغمے، انجیل کے زمزمے، سام وید اور شریمد بھگوت کی پرارتھنائیں، گرنتھ سپرا اور گیتا کی اپاسنائیں اور ژندواوستا میں زردشت کی گاتھائیں اور دوسرے ادیان عالم کے مقدس صحیفوں کی دعائیں بھی اس کی شاہد ہیں لیکن جنگ خیبر درپیش ہے۔ قلعہ قاموس کے سوا اور سب مفتوح ہو

چکے ہیں۔ اس قلعہ کی فتح حاصل نہیں ہو رہی اور بنا بر مشہور فتح کے وعدہ کی معیاد میں ایک دن باقی ہے۔ بانی اسلام حالات دیکھ رہے ہیں۔ وحی جبرائیلؑ کا، انتظار ہے اچانک وحی جبرائیل کا نزول ہوتا ہے۔ حکم خدا مل جاتا ہے۔ فوج اسلام فریضۂ مغربین ادا کر نے خدمت رسولؐ خدا میں حاضر ہے۔ آپ اعلان فرماتے ہیں "مسلمانو! مطمئن رہو۔ میں کل علم جنگ اس مرد کو عطا کروں گا جو بار بار حملہ کرنے والا ہے اور غیر فرار ہے وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ خدا اس کے ہاتھ پہ فتح دے گا"۔ رسولؐ خدا نے بوقت شب بحکم رب ان الفاظ میں آواز دی جو جبرائیل کی زبان سے اس طرح ادا ہوئے۔

نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ فِي النَّوَائِبِ
كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِي بِعَلِيٍّ بِعَلِيٍّ بِعَلِيٍّ بِعَلِيٍّ

یہ دعا نادِ علی کے نام سے اسلامی کتب میں موجود ہے۔ چونکہ رسولؐ نے بحکم خدا اپنی مدد کے لئے علیؑ کو آواز دی۔ ندا دی۔ اس لئے حضرت امیرالمومنین علیؑ سے مدد طلب کرنا منصوص ثبوت ہے۔ سنت رسولؐ خدا کا اور جواز ہے ان سے طلبِ نصرت کا جو کہ (اِیَّاكَ نستعین) کے قطعاً خلاف نہیں۔ کیونکہ بامر اللہ اور سنت رسولؐ خدا ہے جس پہ اعتراض کرنا جہالت یا جاہلانہ انکار پہ مبنی ہے۔ چونکہ بغیر وضاحت مضمون زیر عنوان منازل تکمیل طے نہ کر سکتا تھا اس لئے غیر اللہ۔ امر اللہ پہ روشنی ڈالی گئی۔

غیر اللہ ۔ امر اللہ

صَلْ مِنْ مَعْبُوْدٍ غَيْرَ اللّٰهِ
لَا عِبَادَةَ اِلَّا اللّٰهِ

صَلْ مِنْ سَجُوْدٍ غَيْرَ اللّٰهِ
وَلَا سَجْدَةَ اِلَّا اللّٰهِ

پس خداوند عالم کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ غیر اللہ کی عبادت حرام

اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام۔ (ایسا عمل کرنے والا فرد ضرور کافر و مشرک ہوگا اور
ہوجاتا ہے) لیکن خداوند عالم فرماتا ہے۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِينٍ
فَإِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا
لَهٗ سٰجِدِينَ ۱۴/۳۳

جب تیرے رب نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں مٹی سے ایک بشر کو خلق کرنے
والا ہوں۔ پس میں جب اس کو درست اور ٹھیک بنا کر اس میں اپنی روح میں
سے پھونک دوں تو تم فوراً اس کے لئے سجدہ کرنا۔

پس آیت سے ثابت ہے کہ خداوند عالم نے ملائکہ سے آدم کو سجدہ کرایا۔ غور
کریں ملائکہ نے خلافت آدم پہ اعتراض کیا تھا مگر سجدہ پہ کوئی اعتراض نہیں کیا۔
اس لئے کہ ملائکہ نے سجود کو نہیں دیکھا بلکہ امر الٰہیہ کو دیکھا با امر خدا فوراً مستعد
ہوگئے۔ لیکن عزازیل سوچ رہا تھا کہ یہ تو غیر اللہ کے سجدہ کی تیاری کر رہے ہیں
میں تو غیر اللہ کو سجدہ نہ کروں گا کہ خدا نے غیر اللہ کے سجدہ کو حرام قرار دیا ہوا ہے
یہ کرتے ہیں تو کرتے رہیں میں تو اس خطا کا ہرگز شکار نہ بنوں گا۔ وہ غیر اللہ کو
سجدہ کے جواز و ناجواز کو ہی سوچتا رہا۔ ملائکہ کے ساتھ سجدہ آدم میں شامل نہ
ہوسکا۔ اپنے اس خیال کو وہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِي

اس نے کہا اے رب جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا (کہ غیر اللہ کو سجدہ حرام
قرار دے کر پھر عمل کرا رہا ہے) پھر کہا:

قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا : ۱۵/۷

وہ کہنے لگا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے خلق کیا۔ پس شیطان
اپنی رائے اجتہادی کی خطا میں پھنس گیا۔ وہ ایک طرف آدم کو غیر اللہ سمجھ رہا تھا
اور ظاہر ہے کہ آدم غیر اللہ ہی تھا۔ اللہ نہ تھا اور دوسری طرف وہ اس رائے
میں پھنس گیا کہ مٹی کے بنے ہوئے جسم کو کس طرح سجدہ کروں۔ یہ بھی اس کا قیاس
ظاہریت پہ مبنی تھا کہ آدم کا ظاہری وجود مٹی کا ہی تھا لیکن اس کی اس اجتہادی و

قیاسی رائے کو کفر میں کس نے داخل کیا۔ وہ کافر یوں کہلایا حالانکہ اس نے اپنے
عمل نہ کرنے کی دو وجہیں پیش کر دی تھیں۔ ایک غیر اللہ کے سجدہ کا حرام ہونا اور
دوسرا مٹی کے پتلے یعنی بشر کو اعلیٰ ماننا۔ لیکن ان دونوں امروں میں اس نے حکم
خدا کی طرف خیال نہ کیا۔ اس لئے خدا نے فرمایا:

فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ

"پس اس نے اپنے رب کے امر میں فسق کیا۔"

وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ۱۵/۷

"اور کافروں میں سے ہوگیا۔"

الغرض آدم کے سجدہ کو غیر اللہ میں داخل کرنے کا جواز اس ابلیس نے پیدا
کیا اسی وجہ سے اس کو ابلیس بھی کہا گیا۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ ملائکہ جو ابلیس سے زیادہ
عالم اور خدا کے فرمانبردار اور وحدت کے پرستار تھے اور غیر اللہ سے بیزار
اور پرہیزگار تھے اور جن کے حق میں (لَا يَعْصُونَ بِأَمْرِ اللّٰهِ) عصمت کی نص قرآنی
موجود ہے۔

انہوں نے نفخ روح کی تکمیل پہ فوراً سجدہ کر دیا تھا۔ صرف حکم رب العزت کو
دیکھا۔ الغرض کوئی ایسا امر نہیں تھا جو غیر اللہ کی طرف منسوب کیا جاسکے۔ لیکن یہ
دیکھنا مقصود ہے کہ غیر اللہ کی حد کیا ہے کہاں پہ ہم عمل کرنے میں غیر اللہ کی حدود
میں داخل ہوجاتے ہیں اور کون سے امور ہیں جو ہمیں غیر اللہ میں داخل کر دیتے ہیں
اور وہ کونسے امور ہیں جو ہمیں من اللہ یا فی اللہ یا باللہ یا الی اللہ میں داخل کر
دیتے ہیں۔

آخری مثال کو دے کر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔

عمل ذبیحہ کو دیکھئے کہ جانور حلال ہے اس کو ذبح کرنا جائز ہے اور اس کو
ذبح کرتے وقت خدا کا نام لینا فرض ہے لیکن باحالت اختیاری اگر رو بہ قبلہ ذبح
نہ کیا جائے تو مذبوحہ حرام ہو جائے گا۔ جانور حلال تھا، ذبح کرنے والا مسلمان تھا
خدا کا نام لے کر ذبح کیا تھا۔ شرائط ذبح سب درست اور ٹھیک تھیں صرف
رو بہ قبلہ نہ ہونے سے وہ ذبیحہ حرام ہوگیا۔ اس مقام پہ قبلہ کو غیر اللہ میں داخل

Scanned with CamScanner

کیا جائے تو ارتکاب کفر ہوگا۔ اگرچہ قبلہ خدا نہیں ہے لیکن بامراللہ میں داخل ہے لہٰذا قبلہ غیر اللہ ہو کر بھی غیر اللہ نہیں ہے جب تک قبلہ کو بامراللہ و باللہ و من اللہ تسلیم کر کے عمل نہ کرو گے مذبوحہ حلال نہ ہوگا :

واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیراً ہ ۱۵/۹

" اور بنا میرے واسطے اپنے پاس سے اپنی طرف سے ایک غالب مددگار "

پس اس حکم سے رسولؐ پر لازم اور فرض ہو گیا اور واجب ہو گیا کہ وہ خداوند عالم سے ایک غالب مددگار کی دعا کریں، خدا سے طلب کریں اور وہ مددگار خدا کی طرف سے ہو جس کی مدد عین اللہ کی مدد ہو۔ غیر اللہ کی مدد میں داخل نہ ہو۔ رسولؐ نے بامر خدا تعالیٰ خدا سے دعا کی اور خدا نے حسب امر اور وعدہ اپنی طرف سے ایک غالب نصیر مددگار آپ کو عطا فرمایا۔ وہ کون غالب مددگار آپ کو عطا فرمایا گیا۔ رسولؐ کا فرمان دیکھنا ہے یا پھر سلطان نصیر کا اعلان اور دعویٰ دیکھنا ہے۔ رسولؐ فرماتے ہیں :

یا علی انت نصرت الانبیاء سراً و نصرتنی جہراً

" یا علی تو نے تمام انبیاء کی پوشیدہ رہ کر نصرت کی اور میری نصرت تو نے ظاہراً کی "

اس کے ساتھ فرمایا :

و نور علی محیط بالقدرۃ

" اور نور علی خدا کی قدرت پر محیط ہو گیا" (حدیث نور)

یعنی خدا تعالیٰ کی قدرت کا متحمل ہو کر اس کی قدرت کا دائمی مظہر بن گیا جب بھی خدا کی قدرت کا اظہار ہو گیا وہ علیؑ کے وجود اقدس سے ہی ہوگا اور ہوتا رہا ہے اس واسطے جناب علیؑ خود فرماتے ہیں :

" میں نے تمام انبیاء کی پوشیدہ رہ کر نصرت کی اور محمدؐ کی نصرت ظاہر ہو کر کی " پس حضرت امیر المومنین علیؑ ہی ناصر الکل ماسوی اللہ ہیں لہٰذا العلیؑ سلطاناً نصیراً ہیں ان کے سوا اور کوئی سلطان نصیر نہیں ہے اور انہوں نے

ہی تمام عوالم کی مخلوق کی مدد کی ہے اور کرتے ہیں اور کریں گے۔ یہ عہدہ ان کا دائمی اور ابدی ہے جو ختم ہونے والا نہیں اور خدا کی ساری کتابیں اس کی شاہد و مبین ہیں۔ آپ کی نصرت سے کوئی زمانہ اور کوئی قوم اور کوئی فرد خالی نہیں ہے۔ لغات مختلفہ کے تحت نام ضرور بدلے گئے ہیں مگر حقیقت وہی ایک ہی ہوتی اور رہتی ہے۔ وہ نہیں بدلتی۔ آپ سے نصرت طلب کرنے والوں نے نام ضرور بدلے مگر اصلی نصرت سلطاناً نصیراً کا وجود نہیں بدلا جا سکتا وہ وہی رہتا ہے۔

حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے :

کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ خَلقاً

"میں ایک مخفی خزانہ تھا پس مجھے محبوب ہوا پسند ہوا کہ میں پہچانا جاؤں، پس میں نے پیدا کیا خلق کیا خلق کو "

وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالاِنسَ اِلّا لِیَعبُدُون ۲۶/۲

" اور نہیں خلق کیا ہم نے جنوں اور انسانوں کو مگر واسطے عبادت کے "

غرض خلقت جنّ و انس محض عبادت۔ عبادت بغیر معرفت نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا معرفت عبادت کا جزو لازمی۔ بلا معرفت عبادت بے کار اور عبث۔ اسی لئے معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہے :

اِلّا لیعبدون ای یعرفون

"یعنی لیعبدون سے مراد یعرفون ہے "

معرفت خدا عبادت خدا سے ثابت مقدم ہونے پر۔ آیت و حدیث قدسی کے مضمون کے درمیان وحدت ثابت ہو گئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ قادر مطلق نے جس وجود اقدس کو اپنی معرفت تام یعنی پوری معرفت کے لئے سب سے اول خلق فرمایا اس کو اپنی معرفت کی تکمیل کے آخری درجہ پر خلق فرمایا تھا کیونکہ علت خلق ہی معرفت ہے جس کے بعد عارف و معروف، عابد و معبود، حامد و محمود اور مقرب (جس کا قرب حاصل کیا جائے) کے درمیان کوئی حدِ فاصل نہ تھی اور خدا نے اپنی معرفت کرانے کے لئے اپنے اوصاف پر خلق کیا اور رب العزت کے اوصاف کمالیہ میں لامکانیت بھی ہے۔ لہٰذا اس نے اپنی خلق کو ہر شئے سے قبل خلق فرما کر ثابت

کر دیا کہ یہ سب سے اوّل میری صفت لا مکانی کے مظہر ہیں۔ ہماری کیا بساط کہ ہم اپنے خیال سے ان کے لئے کسی بلندی اور پستی کا ذکر کریں۔ جب تک یہ خود نہ ارشاد فرمائیں اور ہماری ہدایت و رہبری نہ کریں۔ اسی طرح ہماری کیا مجال کہ ان کی فرمائشات و ہدایات کی تصدیق نہ کریں اور سر تسلیم و رضا ان کے قدموں پہ نہ رکھیں۔ ان کے کسی فرمان کو سمجھنا ہماری قابلیت یا کہ تقدس پہ یا کہ عقل کی پرواز پہ منحصر نہیں۔ یہ تو محض ان کی عنایت اور خداوند عالم کی رحمت وفضل وکرم پہ منحصر ہے مذکورہ بالا بیان پہ ارشاد فرمایا گیا ہے (ترجمہ: کوکب دری)

رسول خدا فرماتے ہیں کہ "خدا کو میرے اور علیؑ کے سوا کسی نے نہیں پہچانا اور مجھ کو خدا اور علیؑ کے سوا کسی نے نہیں پہچانا اور علیؑ کو خدا اور میرے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔"

جو کچھ اب تک عرض کیا گیا ہے اور جو آیات و احادیث پیش کی گئی ہیں ان کی تائید میں ایک حدیث رسولؐ کا حصّہ بقدر مناسبت مضمون پیش کر کے اپنے سفر مضمون سے سبکدوش ہونے کی سعی کرتا ہوں:

هفتم بحار الانوار علامہ مجلسی۔ کشف الاسرار

علامہ محمد سبطین سرسوی

ترجمہ: جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو شئے سب سے اوّل خلق فرمائی وہ میرا نور ہے جس کی ابتدا اپنے نور سے کی جس کو اس نے اپنے جلال عظمت سے خلق فرمایا پس وہ نور خطیرہ قدس کے گرد طواف کرنے لگا یہاں تک کہ اسّی ہزار سال الوہیت میں جلال عظمت تک پہنچ گیا پھر خدا کا سجدہ تعظیمی ادا کیا پس خدا نے اس نور سے علیؑ کا نور نکالا، جدا کیا۔ پس میرا نور تو عظمت الٰہیہ کو محیط ہو گیا اور نور علی علیہ السلام قدرت الٰہیہ کو محیط ہو گیا۔

عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اور زبانیں تو بجائے خود فصیح ترین زبان عربی بھی حقیقت واقعہ کو اظہار کرنے سے قاصر ہے اور ہونی چاہئیں کیونکہ زبانیں بھی مخلوق ہیں اور وہ فعل الٰہیہ کے اظہار پہ قدرت نہیں رکھتیں اور نہ ہی ذہن مخلوق

میں اتنی پرواز ہے کہ وہ فعل الٰہیہ کی حقیقت واقعہ کو الفاظ کے پردوں سے علیحدہ ہو کر معلوم کر سکے۔

سلطان نصیر کا اعلان

البرھان جلد نمبر ۱۴

معرفتہ الائمہ بالنورانیہ از مولوی نبی بخش صاحب مرحوم مشھدی بحار الانوار ہفتم۔ روایت محمد بن صدقہ سے بخوف طوالت بقدر ضرورت لیا گیا۔

ترجمہ بزبان اردو درج ذیل ہے۔

.... اے سلیمان و جندب۔ ہو گئے محمدؐ وہ ذکر جس کو خدا نے بیان فرمایا ہے کہ نازل کیا ہے اللہ نے تمہاری طرف ذکر کو جو رسول ہے پس تم پر آیات خدا کو پڑھتا ہے۔ بالتحقیق دیا گیا ہے مجھ کو علم منایا اور بلایا یعنی مخلوقات اور ان کے فیصلے اور سونپا گیا ہے مجھ کو قرآن پاک کا علم اور ان تمام چیزوں کا جو قیامت تک ہونے والی ہیں اور محمدؐ نے حجت خدا کو مخلوق پر قائم کیا اور میں خود حجت خدا ہوں اس کی تمام مخلوقات پر اور مجھ کو خدائے منان نے وہ کچھ دیا ہے جو اور کسی کو اولین اور آخرین میں سے نہیں دیا۔ نہ کسی نبی مرسل کو اور نہ کسی ملک مقرب کو۔

اے سلیمان والے جندب: ہم نے کہا لبیک یا امیر المومنینؑ۔ پس فرمایا آگاہ رہو۔ میں نے نوحؑ کو کشتی میں سوار کیا اپنے پروردگار کے حکم سے یعنی اس طوفان سے بچایا اور میں نے یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے زندہ اور سلامت نکالا اپنے رب کے حکم سے اور میں نے موسیٰؑ کو دریا کے پار اتارا اور فرعون کو اس میں غرق کیا اپنے رب کے حکم سے اور میں نے ابراہیمؑ کو نمرود کی آگ سے صحیح و سلامت نکالا اپنے رب کے حکم سے۔ روئے زمین پر ندی نالے اور دریا جاری کئے اور پہاڑوں سے چشمے جاری کئے اپنے رب کے حکم سے اور زمین پہ ہر طرح کے درخت لگائے اپنے رب کے حکم سے اور وہ میں ہی ہوں جس نے قوم رس پہ آسمان سے آگ برسائی اور میں ہی ندا کروں گا جس کو کل جن و انس اس طرح سنیں گے کہ کوئی شخص ان کے پاس کھڑا ہے

جو ندا کر رہا ہے جس کو سن کر سب ہی سمجھیں گے اور میں تمام جباروں اور منافقوں کی زبان جانتا ہوں اور سنتا ہوں اور میں وہ خضر ہوں جس سے موسیٰؑ تعلیم پانے کو گئے تھے (نہ وہ خضر جو بادشاہ کا فرزند تھا اور آج تک زندہ ہے) اور میں ہی سلیمانؑ بن داؤدؑ کو تعلیم دینے والا ہوں اور میں ذوالقرنین ہوں اور میں ہی خداوند ذوالجلال کی قدرت ہوں یعنی میں ہی خداوند جلیل کی قدرت کا مظہر ہوں۔ عالم حدوث میں جب بھی خدا کی قدرت ظاہر ہوئی ہے وہ میرے ہی ہاتھوں سے اور میری ہی زبان سے ظاہر ہوئی ہے ....

اے سلیمان و جندب: ہم نے عرض کی لبیک یا امیر المومنین خدا کی طرف سے آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ فرمایا کہ آگاہ رہو کہ خدائے منان نے ہم کو اس سے کہیں زیادہ چیزیں عطا کی ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ امیر المومنینؑ۔ وہ کیا چیز ہے جو خدا نے آپ کو عطا کی ہے کہ وہ ان سب سے اعظم و اجل ہے۔ فرمایا بالتحقیق وہ عطیہ ہمارے پروردگار کا یہ ہے کہ اس نے ہمیں اسمِ اعظم کی تعلیم دی ہے۔ اس اسمِ اعظم کی قوت و اثر سے اگر ہم چاہیں تو زمین و آسمان و جنت و نار کو شگافتہ کریں اور عروج کریں اس کے ذریعہ سے آسمانوں پر اور نازل ہوں زمین پر اور مشرق و مغرب میں جائیں اور اس کے ذریعہ سے عرش پر پہنچیں، اس کے سامنے عرش پر بیٹھیں خدا کے حضور میں اور عالم امکان کی ہر شئے ہماری اطاعت کرے حتیٰ کہ آسمان اور زمین اور شمس و قمر اور سیارے اور پہاڑ۔ درخت اور حیوانات، دریا اور جنت اور دوزخ وغیرہ سب کچھ خداوند عالم نے ہم کو اسمِ اعظم کی تعلیم سے عطا فرمایا ہے جو خاص ہم کو ہی تعلیم فرمایا ہے اور محض ہمارے ساتھ ہی مخصوص فرمایا ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے ہم کھاتے ہیں، پیتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور ان تمام چیزوں کو ہم اپنے رب کے حکم سے کرتے ہیں اور ہم ہی وہ بندگان خدا مکرم و معزز ہیں جو اپنے قول و فعل سے ہرگز اس پر سبقت نہیں کرتے اور محض اس کے امر کی اطاعت کرتے ہیں ......

مختصر حوالہ جات کے لئے مجھے صعب اور مشکل و دشوار سفر طے کرنا پڑا جس کے لئے ایسے سنگلاخ مقاموں سے بھی گزرنا پڑا ہے کہ اگر ذرا بھر اوپر نیچے حرکت ہو جائے تو جہنم کی گہری کھائی میں گرنے کا خوف تھا۔ بلندی میں انوار وحدت واجب الوجود سے

جلنے کا خوف تھا اور پستی میں اس کے اوصاف جمالیہ کمالیہ جلالیہ کلیہ کے مظاہرین کے انوار سے جلنے کا خوف تھا۔

اب میں محور و مرکز مضمون کی طرف گامزن ہوتا ہوں۔ کوئی بات کہہ دینی تو آسان ہے مگر واقعات کی کڑیاں ملانے اور تحقیقات سے سو فیصدی ثابت کرنا بہت کٹھن کام ہوتا ہے۔ بشریت کو پیش نظر رکھنے والوں کے پاس وہ معیار کہاں جس سے ان ہستیوں کے انسانی فضائل کی جانچ پڑتال صحیح ہو سکے۔ اس تمام ابتدائیہ کے بعد اصل مضمون کی طرف لوٹتا ہوں۔

کشتی نوحؑ

حضرت نوحؑ قوم کو سینکڑوں برس دعوت دیتے رہے۔ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْن۔ لوگو! میں تمہیں ڈرانے اور آخرت کا خوف دلانے آیا ہوں۔ اِنِ اعْبُدُوْنِیْ وَاتَّقُوْہ پس اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس سے ڈر کر صحیح پرہیزگار بن جاؤ۔ قوم خدائی پیغام و خدائی وعید کا اثر قبول کرنے کی بجائے الٹا تمسخر کرتی ہے۔ آپ نے رَبِّ لَا تَذَر کے مہیب الفاظ میں بد دعا کی کہ الٰہی ایسا طوفان نازل کر اور ایسے سیلاب کو مہین کا جامہ پہنا کہ ان کافروں سے ایک بھی بچ کر نہ نکل سکے۔ آپ بڑی تیزی سے کشتی بنانے میں مصروف ہیں تختیاں جوڑتے ہیں میخیں لگاتے اور کبھی آہ و زاری بھی کرتے ہیں اور آنسو پونچھتے ہوئے دعا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ بِرَحْمَتِكَ

خداوندا! اپنی رحمت سے مجھے محفوظ رکھ۔

اَللّٰھُمَّ نَجِّنِیْ وَعَافِنِیْ

الٰہی! مجھے نجات دے اور عافیت بخش۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ

اے اللہ! میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔

بِوَسِیۡلَةِ نَبِیِّكَ الۡاٰخِرُ

اپنے آخری نبی کے وسیلہ سے۔

بِوَسِیۡلَةِ اِمَامِكَ الۡاَوَّلُ

اپنے پہلے امام کے وسیلہ سے

اِسۡمُهٗ الۡاَعۡظَمُ اِیۡلِیَا

جس کا بزرگ نام ایلیا ہے

بِوَسِیۡلَةِ سَیِّدَةِ الۡعَالَمِیۡنَ

اور دونوں جہاں کی سردار کے وسیلہ سے۔

بِوَسِیۡلَةِ الشَّهِیۡدَیۡنِ

دونوں شہیدوں کے وسیلے سے۔

بِوَسِیۡلَةِ هِیَ الۡمَعۡصُوۡمِ تَجَرَّحُ عُنُقَهٗ بِالرَّمۡیِ

اس معصوم بچے کے وسیلے سے جس کی گردن تیر سے زخمی کی جائے گی۔

بِوَسِیۡلَةِ مُطَهَّرَةٌ لَا ثَوۡبَ لَهَا لِرَاسِهَا

اس پاک بی بی کے وسیلہ سے جس کے سر پر کوئی کپڑا نہ رہے گا۔

بِوَسِیۡلَةِ جَمِیۡعِ مَعۡصُوۡمِیۡنَ الۡمَظۡلُوۡمِیۡنَ

تمام معصوموں اور مظلوموں اور پاک ہستیوں کے وسیلے سے۔

(امراۃ الدقیق فی تحقیق العتیق مؤلفہ محمد فدیہ العلوی ۔ اعجاز الانبیاء مصنفہ سرہدی مطبوعہ ایران، کتاب الآثار الغریبیہ مصنفہ ابو الفتح زنجانی، اخبار الآثار مطبوعہ مصر، سیدۃ المرسلین مؤلفہ محمد کبیر خاں شیرازی)

ایک مکان میں تنور جل رہا ہے۔ تنور زور سے پھٹتا ہے اور پانی کا ایک دھارا شدت سے پھوٹ کر بہنے لگتا ہے۔ حق کی غیرت جوش میں آچکی ہے سیلاب دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ مخلوق ڈوبتی جا رہی ہے اور نوحؑ: یَا رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۔ یَا مُحَمَّدُ سَیِّدُ الۡکَوۡنَیۡنِ وَالثَّقَلَیۡنِ ۔ یَا اِیۡلِیَا اِمَامُ الدَّارَیۡنِ کہہ کہہ کر کشتی میں اپنے رفقائے خاص کو ساتھ سوار کر رہے ہیں۔ حضرت نوحؑ کی

کشتی عالم عصیان و عدوان اور اس کی عبرتناک سزا یا بیوہ کے مناظر دیکھتی ہوئی بالآخر وقت معینہ میں ایک خاص مقام پہ پہنچتی ہے۔ اللہ کا نبی اپنے ساتھیوں سمیت کشتی سے اترا۔ اس نے تشکر و امتنان کے طور پہ نفل ادا کئے اور حمد و ثنا کہتا ہوا یوں لب کشا ہوا۔ (منقول از جواہر الادعیہ مطبوعہ نولکشور ۱۸۹۹ء تاریخ عالم از سجاد یزدانی مطبوعہ بمبئی ۱۹۱۳ء)

اِنِّیۡ اَحَامِدَ اَللّٰهُمَّ لَا تَعَدَّ

الٰہی! میں تیری بے حساب تعریف کرتا ہوں۔

اِنِّیۡ اَشۡکُرُكَ رَبِّیۡ لَا عَدَدَ

پروردگار! تیرا بے شمار شکر ہے۔

اَحۡفَظۡتَ بِعَذَابِ الۡاَشَدِ

تونے مجھے سخت عذاب سے بچایا۔

وَالشُّکۡرُ لِرَسُوۡلِكَ الۡاَحۡمَدُ

اور تیرے رسولؐ احمد کا بھی شکر گزار ہوں۔

وَالۡاِیۡلِیَاءِ مَنۡ اسۡتَمَدَّ

اور اس ایلیا کا بھی شکریہ جس نے مدد فرمائی۔

مَنۡ فِیۡ بَیۡتِكَ تَوَلَّدُ

وہی ایلیا جو تیرے گھر میں جنم لے گا۔

وَبِنۡتِ نَبِیِّكَ مُحَمَّدٌ

اور تیرے نبیؐ محمدؐ کی بیٹی کا بھی شکریہ۔

وَابۡنَاهُمَا مِنۡ اَمۡدَادِ

اور اس کے دونوں بیٹوں کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے میری امداد کی۔

اس واقعہ کو سینکڑوں نہیں ہزاروں برس بیت گئے کسی کو یاد بھی نہیں رہا کہ نوحؑ کی کشتی کہاں ٹھہری تھی؟ قاف کہاں ہے؟ اور جودی کہاں ہے؟ مگر وہ قادر قدیر جس نے اپنے محبوب کو وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِکۡرَكَ کی بشارت دے کر اہل عالم کو آگاہ کر دیا ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کا اسم معظم ہمیشہ بلند ہوتا

رہے گا۔ اور اس کا ذکر اقدس کسی نہ کسی صورت زبان پہ آتا رہے گا۔ اور اسی مسبب الاسباب نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ نفوسِ قدسیہ کے اسمائے گرامی ایک دفعہ پھر اپنے اعجاز و کرامات اور اپنی رفعت و علویت کے ساتھ اُبھریں اور اسی ملک میں اُبھریں جو ہستی باری تعالیٰ کا منکر ہو۔ ان زبانوں پہ ان کا ذکر پاک ہوا جو اپنے خالق کا نام لینے سے بھی عاری ہے۔

تخصیص اہلبیت

جب کشتی نوحؑ تیر رہی تھی اور پانی کے تھپیڑے بلند ہو کر دنیا اور اس کی معاصی مخلوق کی غرقابی کا تماشہ دیکھ رہے تھے کہ اہل بیت کا مسئلہ سامنے آگیا خداوند عادل نے اپنے نوحؑ نبی سے وعدہ فرمایا تھا کہ میں تیرے اہل کو بچاؤں گا ایک مقام پہ کوئی انسانی سر پانی سے اُبھرا اور دردناک چیخ کے ساتھ آواز آئی ابا جان مجھے بچا لیجئے۔ شفقت پدری غالب آئی۔ نوحؑ نے بیٹے کا بازو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ حکم الٰہی نے وہیں کا وہیں روک دیا۔ یہ کہہ کر کہ اے نوحؑ! خبردار اسے مت پکڑ یہ تیرے اہلبیت میں سے نہیں ہے۔ بدبخت عمر بھر تیری تکفیر و تکذیب کرتا رہا اور تجھ سے اور تیرے رفیقوں سے دشمنی رکھتا رہا۔ اب کہتا ہے مجھے بچا لو۔ دیکھ تیرے اہل وہ اور صرف وہ ہیں جو کشتی میں تیرے ساتھ ہیں۔ اور جو ابتدا سے ہی تیرے تربیت یافتہ اور سچے اطاعت گزار رہے ہیں۔ ذوی القربیٰ کی ایک شرط یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا بھی تو تھی۔ اسی لئے پیغمبر اعظم محمدؐ نے یہ فرمایا۔ میرے اہل بیت کی شان کشتی کی مانند یعنی کشتی نوحؑ کی مانند ہے کہ جو اس میں سوار ہوا اور کما حقہٗ اطاعت کی نجات پا گیا۔

کشتی نوحؑ اور ایک لوح

۱۹۵۱ء کی جولائی میں روسی ماہرین آثار قدیمہ کی ایک ٹولی وادی قاف میں دیکھ بھال اور غالباً کسی نئی کان کی تلاش میں مصروف تھی۔ ایک مقام پہ اسے لکڑی کے بوسیدہ سے ٹکڑے نظر آئے۔ گروپ آفیسر نے اس جگہ کو کریدنا شروع

کیا تو معلوم ہوا کہ بہت سی لکڑیاں سنگلاخ زمین میں دبی ہوئی ہیں۔ ماہرین نے چند سطحی علامات سے اندازہ کیا کہ یہ لکڑیاں کوئی غیر معمولی اور پوشیدہ راز اپنے اندر رکھتی ہیں۔ انہوں نے اس مقام کی کھدائی نہایت توجہ سے کرائی۔ بہت سی لکڑیاں اور کچھ دیگر اہم اشیاء برآمد ہوئیں۔ لکڑی کی ایک مستطیل نما تختی بھی دستیاب ہوئی مگر ماہرین یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ باقی لکڑیاں تو بوسیدگی و کہنگی اختیار کر چکی ہیں لیکن چودہ انچ طول اور دس انچ عرض رکھنے والی یہ تختی امتدادی تغیرات سے محفوظ ہے اور خفیف ارضی اثرات قبول کرنے کے سوا اس میں خستگی پیدا نہیں ہوئی ۱۹۵۲ء کے اخیر میں ماہرین نے اپنی تحقیقات کو لباس تکمیل پہنا کر یہ انکشاف کیا کہ مذکورہ لکڑی حضرت نوحؑ کی اس معروف کشتی سے تعلق رکھتی ہے جو کوہ قاف کی ایک چوٹی (وجودی) پہ آکر ٹھہری تھی۔ اور یہ تختی بھی جس پر کسی قدیم ترین زبان میں چند حروف کندہ ہیں اس کشتی میں لگی ہوئی تھی (جدید ماہرین آثار قدیمہ اور مؤرخین اور مصنفین نے بہ دلائل واضح کیا ہے کہ مشہور تصوراتی "پرستان" کوہ قاف روس میں واقع ہے اور اس کا ایک بلند ترین حصہ وجودی کہلاتا ہے)

روس کی تحقیقات اور جدید ترین انکشاف اجمال یہ ہے جب یہ تحقیق ہو چکی کہ قاف سے برآمد ہونے والی لکڑیاں واقعی کشتی نوحؑ کی ہیں تو اب یہ امر تشنہ تدقیق رہ گیا کہ پراسرار چوبی تختی اور اس پہ لکھے ہوئے حروف کی حقیقت کیا ہے؟ روس کی سوویت حکومت کے زیر اہتمام اس کے ریسرچنگ ڈیپارٹمنٹ نے مذکورہ تختی کی تحقیق کے لئے ماہرین آثار کا ایک بورڈ قائم کیا ہے جس نے ۲۷ فروری ۱۹۵۳ء میں اپنا کام شروع کر دیا۔

اس بورڈ کے اراکین مندرجہ ذیل تھے۔

۱۔ سولے نوف پروفیسر ماسکو یونیورسٹی شعبہ لسانیات

۲۔ ایفاہان خینو۔ ماہر السنہ قدیمہ۔ لولوہان کالج چائنہ

۳۔ میشانن۔ لو۔ فارن افیسر اعلیٰ آثار قدیمہ

۴۔ تانمول گورف۔ استاد لسانیات۔ کیفز و کالج

۵۔ ڈی راکن۔ ماہر آثار قدیمہ۔ پروفیسر لائینین انسٹی ٹیوٹ

۶۔ ایم۔ احمد۔ کولاڈ۔ ناظم زٹکومن ریسرچ الیوسی ایشن

۷۔ میجر کولٹوف۔ نگران دفتر تحقیقات متعلقہ اسٹالن کالج

چنانچہ ساتوں ماہرین نے اپنی تحقیقات پر پورے آٹھ مہینے صرف کئے اور اس پراسرار تختی سے متعلق یہ انکشاف کیا کہ جس لکڑی سے نوح ؑ کی کشتی تیار ہوئی تھی اسی لکڑی سے یہ تختی بھی بنائی گئی اور نوح ؑ نے اس کو اپنی کشتی میں تبرک اور تقدس کے طور پر حصول امن و عافیت اور ازدیاد برکت و رحمت کے لئے لگایا تھا۔ موصوف تختی کے درمیان ایک پنجہ نما تصویر ہے جس پر قدیم سامانی زبان میں ایک مختصر سی عبارت اور کچھ متبرک نام مرقوم ہیں۔

(زمانہ نوح ؑ میں اور اس کے بعد کے چند ازمنہ میں جو زبانیں رائج تھیں ان کو سامی یا سامانی زبانیں کہا جاتا ہے۔ چنانچہ عبرانی، سریانی، قیہانی، قبطی اور عربی وغیرہ سامانی کی ہی شاخیں ہیں۔ جناب آدم ثانی نوح ؑ کی اولاد ہیں اور ان کے رفقاء کی نسلیں جہاں جہاں آباد ہوئیں۔ وہاں نئی زبانوں نے معمولی تصرف و تخلف کے ساتھ نیا روپ دھارا اور ترقی کرتے کرتے کہیں سے کہیں پہنچ گئیں۔ ترکی۔ ایرانی، ژندی پاژندی اور سنسکرت وغیرہ بھی سامانی سے مخرج ہیں)

روسی ماہرین نے ان حروف کو آٹھ ماہ کی مغزماری اور دماغی کاوشوں سے بمشکل تمام پڑھا اور ان کے "تلفظ (ہجے) کو روسی زبان میں یوں منتقل کیا: (اردو ہجے میں درج ذیل ہے)

= الغنا ایلاھسم۔ ای قل بیدج، فوریک بن۔ زی شاؤ۔ محما۔ ایلیا۔ شبرا۔ شبیرا۔ فاطمہ۔ غقیو مابیون افیقو۔ ابھکاری نازونہ۔ تلال بی یور۔ نہتردبی باش۔ کوقائدثیولم =

حوالہ کے لئے: СОВЕТСКАЯ... TA Ф A II E H З ᗜ ᓀ (ماسکو) بابت نومبر ۱۹۵۳ء۔ اخبار WEEKLY MIRROR۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۳ء لنڈن روزنامہ "الھدیٰ" قاہرہ ۲۱ مارچ ۱۹۵۴ء۔

مسٹر این۔ الیف ماکس ماہر السنہ قدیم برطانیہ نے مندرجہ ذیل الفاظ کا انگریزی میں یوں ترجمہ کیا۔

اے میرے خدا، میرے مددگار	O MY GOD MY HELPER
اپنے رحم و کرم سے میرا ہاتھ پکڑ	KEEP MY HAND WITH MERCY
اور اپنے مقدس نفوس کے طفیل	AND WITH YOUR HOLY BODIES
محمد	MOHAMMAD
ایلیا	ALIA
شبرّہ	SHABBAR
شبیّر	SHABBIR
فاطمہ	FATIMA
یہ تمام عظیم ترین اور	THEY ARE ALL BIGGESTAND
واجب الاحترام ہیں	HONOURABLES
تمام دنیا انہی کے لئے قائم کی گئی ہے	THE WORLD ESTABLISHED FOR THEM
ان کے نام کی بدولت میری مدد کر	HELP ME BY THEIR NAMES
تو ہی سیدھے رستہ کی رہنمائی کرنے والا ہے۔	YOU CAN REFORM TO RIGHT.

حوالہ ماہنامہ اسٹار برٹینا ماہ جنوری ۱۹۵۴ء مطبوعہ لندن۔ اخبار سن لائٹ، مانچسٹر ۲۳ جنوری ۱۹۵۴ء۔ اخبار ویکلی مرر، لندن یکم فروری۔

القصہ جس وقت یہ عبارت منظر عام پر آئی تو ملاحدہ و زنادقہ اور کفار و منکرین کی آنکھیں کھل گئیں اور انہیں شدید حیرت میں مبتلا اس بات نے کیا کہ کشتی کی تمام لکڑیاں خوردہ و بوسیدہ حالت میں برآمد ہوئیں مگر نفوس قدسیہ خمسہ کے اسمائے پاک والی یہ تختی ہزارہا سال گزرنے پر بھی بالکل محفوظ رہی اور تغیرات ازمنہ اس کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ یہ تختی روس کے مرکز آثار و تحقیقات (ماسکو) میں حفاظت سے رکھی ہوئی ہے۔

ے نور خدا ہے کفر کی حالت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

داؤدؑ کے صحیفہ زبور

زبور کی چند سطور جو قدیم عبرانی میں مذکور ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

"اِمطعنی شِل فتونیم تنث پاھنیوانی وزایلی متانزہ امطع ملغ شلوا شمائث پنزا نماں ھمینقہ خلنز وفنث فل حدار کو توہ شبھو بلپٹ انی تاہ بوتاہ خزبماہ درثِ جین کعا باہ بنہ اشودِ کلیامہ کا ذر فتوتی تتم عنہ وبریما لبفریتم فل خلنز ملخ خایوشنی یمؑ مغلینم عت حنجاریون"

نوٹ:

موجودہ اناجیل کے عتیق وجدید ناموں میں تحریف، تنسیخ اہل علم سے ڈھکی چھپی نہیں۔ یہ عبارت قدیم نسخہ زبور سے لی گئی جو پادری احزان الدمشقی کے قبضہ میں ہے مفتی مصر کا بیان ہے کہ انہوں نے وہ نسخہ دیکھا ہے اور اگر اس کو منظر عام پر لایا جائے تو مسیحیت کی عمارت مسمار ہو جائے۔

ترجمہ:

اس ذات گرامی کی اطاعت کرنا واجب ہے جس کا نام ایلی، اس کی فرمانبرداری ہی سے دنیا اور دین کے کام بنتے ہیں اس گرانقدر ہستی کو حدار (حیدرؑ) بھی کہتے ہیں جو بیکسوں کا سہارا، شیر ببرؑ، بہت قوت والا اور کعابا (کعبہ) میں پیدا ہونے والا ہے۔ اس کا دامن پکڑنا اور اس کی فرمانبرداری میں ایک غلام کی طرح رہنا ہر شخص پر فرض ہے۔ سن لو جس کے کان ہیں، سوچ لو جس کا دماغ ہو، سوچ لو جس کا دل ہو کہ وقت گزر گیا تو پھر ہاتھ نہ آئے گا اور میری جان میرے جسم کا تو وہی ایک سہارا ہے۔

زبور قدیم کی مذکورہ عبارت ہیں حضرت داؤدؑ نے کسی رمز و کنایہ، کسی اشارہ و استعارہ سے کام نہیں کیا بلکہ اعلانیہ اور مبرہن الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

"وہ علیؑ جس کو حیدر بھی کہا جائے گا اس کی اطاعت و متابعت دین اور دنیا کی کامیابیوں کی کلید اور باعث بخشش و نجات ہے وہ مقدس ہستی کعبہ میں جنم لے گی اس کی غلامی اختیار کرنے سے ہر کام انجام کو پہنچتا ہے وہ شیر ببرؑ (اسد اللہ الغالب)

بہت قوت والا (علی القوی) ید اللہ، قوۃ اللہ۔ اور میری جان اور جسم تو اسی کے ہی سہارے پر قائم ہے یعنی ہر مشکل و مصیبت میں وہی دستگیر بنتا ہے۔

جناب داؤدؑ نے یہاں تک متنبہ کر دیا ہے کہ جو شخص وقت کو ضائع کر دیگا اور علیؑ سے لو لگا کر ان کا مطیع نہ بنے گا وہ دنیا اور آخرت میں ہر جگہ پچھتائے گا۔

غزل الغزلیات

اب حضرت سلیمانؑ کی بشارت سنیئے۔ آپ کے صحیفہ "الغزلیات" باب پنجم مروجہ عبرانی پرانے نسخہ میں جو ۱۸۰۰ء کا طبع شدہ ہے۔ یہ عبارت با الفاظ صحیح درج ہے۔

" دودی صح وادم دغول مربابیہ ۃ روشوکشو پاز قصوثا تلیکم شحوفتا کفوریبؕ عنادکیو نیم ۃ عل افیقی مائم بوشیرث ۃ عل ملیثِ لحا بارٗ کعر رخت سبر سم معہ لوث مرتاجیم ۃ سفر نائ شوشیم لبطا فوتث ۃ مدعر بیرہ ۃ باد اوا کلیلی ذاھاب محلائم تبرسیس ۃ معیائ عشیث شِبِن ۃ معلفت سپریم ۃ شوقا ئو عمودی شیِن میہا دلیم ۃ علی ادنی پاز مرط میھو کلیا تون ۃ باجور کارا ادلیم خلو محمد نیم ۃ دودی ذذہ رعی یا ثبوث پروشلائم ۃ "

ترجمہ: میرا دوست جو قدرے گندمی گوں ہے ہزاروں میں منفرد ہے اس کے سر کا نور الماس کی طرح چمکتا ہے۔ اس کی زلفیں کھنگھریال اور پر زاغ کی مانند سیاہ ہیں۔ اس کی دونوں آنکھیں ایسی ہیں جیسے دودھ سے دھوئے ہوئے طشت میں پانی پڑا ہو اور اس پر دو کبوتر تیر رہے ہوں یا جیسے دو قیمتی نگینے اپنے خانوں میں جڑے ہوئے ہوں۔ اس کے رخساروں پر ریش مبارک خوشبودار بیل کی مانند چھائی ہوئی ہے اس کا ہلالی منہ خوشبو میں بسا ہوا ہے۔ اس کے دونوں لب پھول کی پنکھڑیوں جیسے ہیں جن سے عجب روح افزا خوشبو نکلتی ہے۔ اس کے ہاتھ سونے کے ڈھلے ہوئے ہیں جن میں جواہرات چمکتے ہیں۔ اس کا شکم ہاتھی دانت کی لوح کی مانند سفید اور جواہر سے مرصع ہے۔ اس کی پنڈلیاں جیسے سنگِ مرمر کے ستون جو سونے کے پایوں پر مضبوطی سے رکھے ہوں۔ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہے۔ وہ صنوبر کی طرح جوان ہے۔ نہایت خلیق ہے۔ وہ میرا دوست، میرا

محبوب محمدؐ ہے ۔ اے دختران یروشلم ؑ

صحیفہ موصوفہ کی عبارت کے بعض فقرات پر قوت غائرہ فکر یہ صرف کئے بغیر مقصد حاصل نہ ہوگا (اس کا سر نور الماس کی طرح چمکتا ہے) یہاں سر سے مراد علیؑ ہیں رسولؐ کا ارشاد ہے :

عَلِیٌّ مِنِّی بِمَنْزِلَۃِ الرَّاْسِ مِنْ جَسَدِی

علی میرے جسم کے سر کی مانند ہے ۔

پھر رسولؐ فرماتے ہیں :

اَنَا نُورٌ وَعَلِیٌّ نُورٌ

میں بھی نور ہوں اور علی بھی نور ہے ۔

اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ

میں اور علی ایک نور سے ہیں ۔

گویا رسولؐ کے سر اور نور علیؑ ہی ہیں ۔ الماس یعنی ہیرے کی تشبیہ کیوں دی گئی ۔ اس لئے اور صرف اس لئے کہ ہیرے کا ہر ٹکڑا جب کان سے نکلتا ہے تو وہ قدرتاً اور فطرتاً پنج پہلو ہوتا ہے اور پھر جب اسے سورج یا چراغ کے سامنے رکھا جائے تو ہر پہلو سے پانچ کرنیں نکلتی ہیں ۔ پس حضرت سلیمانؑ نے الماس کی مثال دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ میرا محبوب پنجتن سے تعلق رکھتا ہے ، اور ان کے دوست (علیؑ) کا رشتہ بھی انہی نفوس خمسہ قدسیہ سے ہے ۔ پھر حسنؑ اور حسینؑ کو دو کبوتروں سے تشبیہ دینا اس امر پہ دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں حضرات خدا کے آخری پیغام (قرآن) کے ناشر و مبلغ ہوں گے ۔ یہ دونوں نور چشمان رسولؐ عالم کون و فساد میں امن بھی قائم فرمائیں گے ۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ امام حسنؑ نے اپنی زہر خورانی کے سانحہ میں جس انتہائی ضبط و تحمل سے کام لیا وہ ظلم اور استبداد کے خلاف ایک دائمی پیام امن تھا ۔ حسینؑ مظلوم نے میدان کربلا میں جس صبر و سکون کا اظہار فرمایا وہ شقاوت اور بربریت کے لئے ابدی پیغام مرگ تھا ۔

دونوں آنکھوں کی صفات ۔ دودھ اور آب پاکیزہ سے دھونا ۔ ایک محاورہ ہے جس سے انتہائی پاکیزگی مراد لی جاتی ہے ۔ ویسے رسولؐ کا ارشاد ہے :

الحسنؑ و الحسینؑ عینانی

حسنؑ اور حسینؑ دونوں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں (اسیرۃ الاعیہ شعبانی ص۱۱۹)

ایران کا مشہور شاعر اثر تہرانی حنفی اپنے قصیدہ میں حسنینؑ کی توصیف یوں کرتا ہے :

آں دو چشمان نبیؐ شبیر و شبّر با صفا — آں دو چشمان شستہ در چرخ بریں از شیر و آب

آں دو چشمان نبیؐ نورِ نگاہِ مصطفےٰؐ — مادر آں سیّدہ و والدِ آں ابوتراب

ترجمہ : پاک اور صاف روح و تن والے حسنؑ اور حسینؑ نبیؐ کی دو آنکھیں ہیں جن کو آسمان کے اندر دودھ اور پانی سے دھویا گیا اور نبیؐ کی یہ وہی دو آنکھیں ہیں جو محمد مصطفیٰؐ کی نگاہوں کا نور ہیں جن کی اماں جان سیدہ پاک دختر شاہ لولاک اور جن کے ابا جان ابوتراب علیؑ ہیں ۔

کبوتر : کبوتر کو جملہ طیور میں پاکیزگی کی خصوصیت حاصل ہے ۔ پیغام رسانی کا کام بھی ان سے لیا جاتا رہا ہے ۔ جب بھی کسی پیغامبر کو عالم مکتوم سے منصۂ شہود پر لایا جاتا ہے تو اس کو "کبوتر" کی تصوراتی شکل دی جاتی ہے مثلاً روح القدس یا روح الامین کی تخیلاتی تصویریں کبوتر کی صورت میں نظر آئیں گی ۔ نیز کائنات عالم میں امن و عافیت کے قیام کے اظہار کے لئے بھی کبوتر کو ہی منتخب کیا گیا ہے ۔ روس میں ذرا سی تبدیلی کر کے اسے " امن کی فاختہ " کی شکل میں پیش کیا گیا ہے ۔ لیکن یورپ اور امریکہ میں کہیں بھی چلے جائیے وہاں " امن کے دیوتاؤں " کے سر پر علامتی رنگ میں کبوتر ہی سایہ فگن نظر آئے گا ۔ چہرہ مبارک ، ہلالی صفحہ کہہ کر انا کا شمس و علی کالقمر کی تصدیق فرمائی ہے ۔ چہرے کو صفحہ کہنا بھی ایک راز ہے ۔ یعنی اس ماہ تاباں کا چہرہ کتاب حق کی مانند مقدم و محترم ہوگا ۔ اس لئے علیؑ فرماتے ہیں اَلْقُرْآنُ صَامِتٌ وَاَنَا قُرْآنٌ نَاطِقٌ " حضرت سلیمانؑ نے جو نفوس خمسہ کی مدح و ثنا بیان کی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے ۔

لوح سلیمانی

۱۹۱۶ئہ۔ پہلی جنگِ عظیم کی بات ہے۔ بیت المقدس سے چند میل دور فوجی دستے یلغار کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ " اونترہ " نامی ایک چھوٹے سے گاؤں کے ٹیلے سے اندھیری رات میں عجیب سی چمک نکلتی دکھائی دی۔ ایک فوجی دستہ جو اس کے قریب سے گزر رہا تھا یہ نرالی قسم کی چمک دیکھ کر ٹھہر گیا۔ چند سپاہی اس روشنی کی طرف بڑھے۔ جب وہ نزدیک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خاکِ سنگ کا ایک تودہ امتداد زمانہ سے شق ہو چکا ہے اور اس کی دراڑوں سے حیرت ناک روشنی نکل کر ہر راہ گیر کو مشتاق نظارہ بنا رہی ہے۔ سپاہیوں نے اس مقام کو کھودنا شروع کر دیا تو چار گز کی روشنی میں چاندی کی ایک مرصع لوح نظر آئی جس سے روشنی کی سفید شعائیں پھوٹ کر تحیر و استعجاب میں مبتلا کر رہی ہیں۔ انہوں نے نقرئی لوح کو جو پون گز لمبی نصف گز چوڑی تھی۔ باہر نکالا تو روشن شعاؤں کا اخراج بند ہو گیا۔ انقطاع نور کے اس واقعہ نے متحیّر انسانوں کو اور بھی انگلیاں چبانے پر مجبور کر دیا۔ ایک طرف وہ بیش قیمت لوح کے حصول پر شاداں اور فرحاں بھی دکھائی دیتے تھے۔ دوسری طرف اس کی روشنی یکایک منقطع ہو جانے سے خوف و دہشت بھی مسلط تھا۔ آخر وہ لوح کو لے کر اپنے

افسرِ اعلیٰ کے پاس پہنچے۔ یہ انگریزی فوجی افسر میجر اے۔ این گرینڈل تھا۔ اس نے ٹارچ کی روشنی میں لوح کو دیکھا تو وہ مبہوت رہ گیا۔ اس کا حاشیہ گراں بہا جواہرات سے مرصع تھا اور درمیان میں طلائی حروف تھے۔ میجر کو حروف کی شناخت تو نہ ہو سکی لیکن اس کو یہ علم ضرور ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی چیز نہیں اپنے اندر کوئی بڑی فضیلت اور اہمیت اور تقدیس و تحریم رکھتی ہے۔ میجر گرینڈل کی سعی و وساطت سے لوح موصوف منزلیں کاٹتی پایان کار افسر انچارج برطانیہ لیفٹیننٹ جنرل ڈی۔ اے گلیڈسٹون کے ہاتھ میں پہنچی جس۔ نے اس کو برطانیہ ماہرین آثار قدیمہ کے سپرد کر دیا۔

جنگِ عظیم کے خاتمہ پر ۱۹۱۸ئہ میں اس لوح سے متعلق تحقیق و تدقیق کا آغاز ہوا۔ ماہرین کی ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں برطانیہ امریکہ فرانس اور بعض دوسرے یورپی ممالک کے EXPERTS OF OLD LANGUAGES نے شمولیت کی محنت شاقہ کے بعد یہ راز کھلا کہ یہ ایک مقدس لوح ہے۔ جو لوح سلیمانی کہلاتی ہے۔

۳ جنوری ۱۹۲۰ئہ کی صبح کو وہ اس صدیوں کے مکتوم راز اور سرِ مکنون کو منکشف کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لوح مقدس کے عبرانی الفاظ۔ اردو زبان کے (ہجے) میں بمعہ ترجمہ ذیل ہیں۔

اللہ	احمد ایلی
یاہ ایلی انصطاہ	یا علیؑ ! میری مدد کیجیو۔
یاہ احمد مقدا	یا احمدؐ پہنچو
یاہ باھتول اکاشی	یا بتولؑ نگاہ رکھو
یاہ حسن آفرمظع	یا حسنؑ کرم فرماؤ
یاہ حامین بارفو	یا حسینؑ خوشی بخشو
ایلی۔ ایلی۔ ایلی	یا علیؑ۔ یا علیؑ۔ یا علیؑ

امر سلیمان صوہ عنحب نا الھلا و اقتا : یہ سلیمانؑ انہی پانچوں سے فریاد کر رہا ہے۔

بذات اللہ کھر ایلی	اور اللہ کی قوت علیؑ ہے۔

چاندی کی لوح کے الفاظ کا محقق ہونا اور ماہرین کی تحقیقات کا پایۂ تکمیل کو پہنچنا تھا کہ بالآخر احمدؐ۔ علیؑ۔ بتولؑ۔ حسنؑ۔ حسینؑ کے اسمائے مبارک پڑھ کر ارکان کمیٹی کی آنکھیں کھل گئیں۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ اس پاک لوح کو برٹش امپریل میوزیم (شاہی عجائب خانہ برطانیہ) کی زینت بنایا جائے۔ لیکن جونہی انگلستان کے اسقف اعظم لاٹ پادری (LORD BISHOP) کو تحقیقات کی تفصیل معلوم ہوئی۔ تو یکم مارچ ۱۹۲۳ء کو ایک خفیہ حکمنامہ تحریر کیا جس کا ملخص یہ ہے اگر اس لوح کو کسی میوزیم یا کسی ایسے مقام پر رکھا گیا یہاں عوام و خاص کی آمد و رفت رہتی ہے تو مسیحیت کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں گی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ اس کو کلیائے فرنگ کے خفیہ مخصوص کمرہ (SECRET CHURCH ROOM) میں رکھا جائے چنانچہ جب سے آج تک یہ لوح اسی مخصوص کمرہ میں پانچ نفوس مطہرہ کا نور پھیلا رہی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیے۔ رسالہ تحقیقات عربیہ مؤلفہ ابو حسن شیرازی صہ ۲۱ تا ۲۴، ۲۷۔ ونڈرفل سٹوریز آف اسلام مصنفہ کرنل پی سی امپلے لندن صہ ۲۴۹۔

بات یہیں ختم نہیں ہوتی جس بات کو اخفا و اکتام کے آہنی پردہ میں لپیٹنے کی کوشش کی جائے وہ کسی نہ کسی دن ظاہر ہو کر رہتی ہے لوح موصوف کی تحقیق مکمل ہونے کے بعد جو اسراری گفتگو ماہرین و محققین کے درمیان ہوئی وہ در و دیوار نے سنی، بادِ۔ و آب نے سنی اور رہتے ہوتے نسیم سحر اور شمیم گلشن نے سنی اور اس طرح متعدد افراد تک پہنچ گئی۔ ولیم اور ٹامس اس واقعہ کی خبر کے فوراً بعد نیوکیسل روانہ ہوئے ان دنوں ایران کے مجتہد مولانا حسن مجتبیٰ تہرانی نیوکیسل موجود تھے ان کی خدمت میں پہنچ کر دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ ٹامس کا نام فضل حسین اور ولیم کا نام کرم حسین رکھا گیا۔ اس واقعہ کے دو سال بعد ۱۹۲۵ء ہی یہ دونوں نیک بخت زیارت بیت اللہ اور زیارت کربلا معلیٰ سے مشرف ہوئے۔

(ماخوذ از مسلم کرانیکل لنڈن ۳۔ دسمبر ۱۹۲۶ء
رسالہ "الاسلام" دہلی فروری ۱۹۲۷ء)

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۞ ۹/۱۶ قرآن

ترجمہ: اور نہیں پھینکی تو نے مٹھی خاک جبکہ تو نے پھینکی تھی لیکن وہ اللہ نے پھینکی تھی۔

اس آیہ مبارکہ میں خداوند عالم نے ایک عمل اور واقعہ کی خبر دی ہے۔ اس خبر میں ایک عمل کو خدا نے دو طرف نسبت دی ہے۔ ایک رسولؐ کی طرف اور دوسری اپنی ذات اقدس کی طرف۔ ایک عمل کے دو عامل بیان فرمائے ہیں اور بیان فرمانے والا خداوند عالم ہے جو اصدق الصادقین ہے جو تمام سچ بولنے والوں سے زیادہ سچا ہے۔ اب سمجھنے کی بات ہے۔

۱۔ یہ کہ کنکریاں پھینکنے کا عمل رسولؐ خدا کے ہاتھ نے کیا تھا یا کہ خدا کے ہاتھ نے کیا تھا۔ اگر ایک کا ہاتھ تسلیم کریں تو خدا کی تکذیب ہوگی جو کفر ہے اگر دونوں کے ہاتھ تسلیم کریں تو اشتراک عمل پیدا ہوگا۔ اس کی عملی صورت کیا ہوگی۔ اس سے توحید پرستی ثابت نہ ہوگی کہ وحدت اپنے عمل میں محتاجِ غیر ثابت ہوگی جس سے اللہ کے عمل میں غیر اللہ کو شریک ماننا پڑے گا۔

اگر رسولؐ کی نسبت دیں گے تو بشر کے عمل میں خالق بشر بے مثل و بے مثال قادر مطلق کو شریک ماننا پڑے گا۔ یہ بھی توحید پرستی کے خلاف ہوگا۔ لہٰذا اس آیت میں

بیان کردہ عمل کی اصلی صورت کیا تھی۔

۲۔ اگر تاریخ کے بیان کے مطابق اس عمل کو رسولؐ خدا کی طرف منسوب کریں تو دیکھنا پڑے گا کہ رسولؐ خدا نے خدا سے اجازت طلب کی تھی اور اس کی منظوری کے لئے جبرائیل نازل ہوئے تھے۔ اس کا ثبوت کیا ہے اور اگر آپؐ نے اذن حاصل نہ کیا تھا تو بلا اِذن فعل بشر کو خدا نے اپنی طرف کس بنا پر منسوب فرمایا۔

پس اس آیت میں ذرا سے تدبر سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس ارشاد سے خدا کی مصلحت اور منشا یہ ہے کہ لوگ میرے رسولؐ کو بشریت کے تحت نہ دیکھیں بلکہ میری رسالت میرے رسولؐ ہونے کے تحت دیکھیں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝ قرآن ۲۲/۲

"اور محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کا بھی باپ نہیں لیکن اللہ کا رسول ہے اور خاتم النبین ہے۔"

رسالت کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ رسولؐ اپنے ہر فعل سے رسالت کو ادا کرے۔ اگر ایسا نہ ہو تو رسالت بیکار ہو جاتی ہے اور یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ رسولؐ کا اپنا ذاتی و نفسی فعل کونسا ہے اس صورت میں مقصد رسالت ختم ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میرے رسولؐ کے ہاتھ کا فعل خود میرا فعل ہے۔ رسولؐ کا ذاتی اور نفسی نہیں بلکہ اس کے ہاتھ کا فعل میرا فعل ہے کہ رسول میرا ہاتھ ہے، اس کا ہر فعل میری رسالت پر مبنی ہے۔ لہٰذا میرا فعل ہے اس لئے فرمایا ہے کہ رسولؐ کا کنکریاں پھینکنا میرا عمل ہے (ولکن اللّٰہ رمٰی)

نص ہے کہ رسولؐ کا ہر فعل خدا کا فعل ہوتا ہے۔ اسی امر کو دوسری جگہ زیادہ صاف فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۝ ۲۶/۹

بے شک جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اس جگہ کلمہ حصر سے محصور کر کے کس قدر واضح فرمایا گیا ہے کہ رسولؐ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے بلکہ رسولؐ کا وجود ہی اللہ کا ہاتھ ہے کیونکہ خدا نے رسالت سارے وجود کی عطا فرمائی نہ صرف ہاتھ کو۔ اس لئے رسولؐ کا ہر فعل اللہ کا فعل ہے اگر ایسا نہیں تو امرِ رسالت بے کار ہو جاتا ہے۔ یہاں خدا نے صاف فرما دیا ہے کہ رسولؐ میرا ہاتھ ہے۔ پس رسولؐ خدا ہر حالت میں خدا کے رسولؐ ہیں۔ خواہ دنیا میں آنے سے قبل ہوں یا کہ دنیا میں ہوں یا کہ دنیا سے چلے جانے کے بعد ہوں۔ وہ آج بھی رسولؐ ہیں۔ کلمہ توحید کے ساتھ کلمہ رسالت کا پڑھنا دو باتوں کا ثبوت ہے ایک خدا کی طرح دائمی زندگی کا اور دوسرا ان کی رسالت کلید کا۔

پس جب یہ ثابت ہے کہ رسولؐ خدا کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے تو اب اس آیت کی طرف توجہ فرمائیں۔

قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۚ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۤءُ ۝ ۶/۱۳

"اور یہودی جماعت کے لوگ کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ بندھ جائیں ان کے ہاتھ اور اس کہنے کی وجہ سے ان پر لعنت ہو۔ بلکہ خدا کے دونوں ہاتھ ہی کھلے ہیں جس طرح چاہتا ہے ان سے نفاق کرتا ہے۔"

پس ایک آیت میں یہودیوں نے دو جھوٹ بولے ہیں ایک یہ کہ خدا کا ایک ہاتھ ہے اور دوسرا یہ کہ وہ ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ خداوند عالم نے ان کے دونوں جھوٹوں کی رد فرمائی ہے کہ میرا ایک ہاتھ نہیں بلکہ دو ہاتھ ہیں اور دو سے زیادہ بھی نہیں صرف دو ہی ہیں اور وہ دونوں کھلے ہیں جن سے خدا نفاق روزی کا کام لیتا ہے یعنی تقسیم و عطا رزق کرتا ہے جس طرح اس کی منشا ہو۔ خدا کے ان دو ہاتھوں کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اگر انکار کریں گے تو خداوند عالم کے دعوی کی رد اور آیت کا انکار ہوگا۔ اقرار کریں تو وہ خدا کے دو ہاتھ کون ہیں۔ پس جن کو بھی تسلیم کریں وہ غیر اللہ میں داخل ہوں گے کہ خدا کا جسم نہیں جس سے اس کے جسمانی ہاتھ دکھا سکیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ خدا اپنے دونوں ہاتھوں سے عطیہ رزق کا کام لیتا ہے اور جب سے

خدا نے عطیہ رزق جاری فرمایا ہے تب سے لے کر جب تک عطیہ رزق جاری رکھے گا تب تک ان دونوں خدا کے ہاتھوں کا وجود ہونا لازمی و واجبی و فرض ہے۔ خدا کے دونوں ہاتھوں کا کل مخلوق سے اول موجود ہونا لازمی و واجبی ہے کہ ادھر مخلوق پیدا ہو ادھر اس کو روزی اور رزق ان دونوں ہاتھوں سے پہنچایا جائے اور جب تک مخلوق موجود رہے گی ان دونوں ہاتھوں کا موجود ہونا لازمی و واجبی۔ جس طرح پہلے موجود ہونا لازم و واجب تھا۔

يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ

أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ۝ ۱۳/۴ قرآن

"اے ابلیس تجھے کس نے اس کو سجدہ کرنے سے منع کیا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا اور بنایا اسے کیا تو نے "تکبر" کیا ہے یا کہ تو عالین بلند مرتبہ لوگوں میں سے تھا"

خداوند عالم نے اپنے ارشاد میں اپنے ان دو ہاتھوں کا ذکر فرمایا ہے جس سے آدمؑ کو پیدا کیا تھا اور سب سے اوّل خلق:

(أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ نُورِي وَأَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ حدیث)

کے سوا اور کوئی نہیں۔ لہٰذا یہی وہ دو ہاتھ ہیں۔ بعض اہل اسلام منشاء الٰہیہ تو تسلیم نہ کریں تو نہ کریں لیکن اس سے ہرگز گریز نہیں کر سکتے کہ وہ خدا کے دو ہاتھ نہ مانیں۔ خواہ کسی طرح سے ہی مانیں۔ ماننا ضرور پڑے گا کہ خدا کے دو ہاتھ ہیں جن سے وہ خلق کرتا، رزق دیتا اور مدد کرتا ہے وغیرہ۔

وہ ہاتھ خدا کے اپنے جسمانی نہیں کہ خدا جسم نہیں رکھتا تو ضروری ہے کہ وہ ہاتھ اس کی ذات اقدس سے علیحدہ ہوں۔ اور علاوہ وعلیحدہ ہونے کے وہ ہاتھ غیر اللہ میں داخل ہوں گے۔ اور ہیں۔ لہٰذا خدا کے ہاتھ ماننے بغیر انسان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خداوند عالم اپنے ان ہاتھوں کے بغیر یہ کام بذات خود نہیں کر سکتا۔ اگر تسلیم کیا جائے نہیں کر سکتا تو اس صورت میں خداوند قادر مطلق نہ رہیگا۔ لہٰذا یہ باطل ہوا۔

پس معلوم ہوا کہ وہ قادر مطلق ہے کر سکتا ہے لیکن کرنا پسند نہیں کرتا کہ اس کی

شان اس سے اعلیٰ وارفع و بلند و برتر ہے کہ وہ ایسے افعال میں بذات خود ملوث ہو اس لئے اس نے اپنے دو ہاتھ سب سے اوّل خلق فرمائے جس سے آئندہ اپنے کام کرانے تھے اور کراتا رہا ہے اور یہی کار اور راز خلافت ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ

كُلِّ أَمْرٍ ۝ سورہ القدر

"ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں اپنے رب کے حکم سے تمام امور میں یہی راز فرمایا گیا ہے"

پس ایک ہاتھ کا اعلان تو خداوند عالم نے صریحاً فرما دیا کہ یہ ایک ہاتھ میرا رسولؐ ہے جس سے انکار کفر میں داخل ہے اور دوسرے ہاتھ کو:

أَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ ۳/۱۱

اور

وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۹/۱۹

اور

جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۱۶/۶

کی آیات میں بیان فرمایا ہے اور رسولؐ کی زبان سے (انا وعلی من نور واحد) اس واسطے ہی ان کو آیت مباہلہ میں نفس رسولؐ بھی بیان فرمایا ہے اور نفس بھی جسم سے تعلق رکھنے والی چیز ہے جس طرح خداوند عالم جسم و جسمانیت سے پاک ہے اسی طرح نفس و نفسانیت سے پاک۔ لہٰذا (یحذرکم اللہ نفسہ) سے مراد خدا کا ذاتی نفس نہیں بلکہ اضافی نفس ہے جس طرح ہاتھوں کو اضافی اور نسبتی مقام دیا ہے اس طرح نفس کو بھی ذاتی نہیں بلکہ اضافی اور نسبتی درجہ دے کر اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔

کتاب مناقب میں درج ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ نے کل اہل مدینہ کی موجودگی میں دن کے وقت اسی ڈاچی یعنی اونٹنی جو سامان یمنی سے لدی (بار کی) ہوئی تھی ابو صمام کو زمین سے نکال کر دی تھی اور اس سے وہ تحریر رسولؐ خدا نے واپس لی جو اس کو رسولؐ خدا نے لکھ کر دی تھی۔ (کوکب دری وارجح المطالب وصواعق محرقہ وغیرہ)

یہاں پر عبرت کے لئے قرآن و حدیث کا ایک واقعہ پیش کرتے ہیں :

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۲۳۔ یٰسین ۔ قرآن

"اور ایک نشانی آفتاب ہے جو اپنے ٹھکانے پر چل رہا ہے یہ سب سے غالب واقف کار خدا کا باندھا ہوا ہے اور ہم نے چاند کے لئے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ ہر ماہ کے آخر میں کھجور کی پرانی ٹہنی کا سا پتلا اور ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔"

ان دونوں آیات میں سورج اور چاند کے عمل پر تقدیر اور قدر کے الفاظ فرمائے گئے ہیں جن کا تعلق عزیز اور علیم کی تقدیر سے ہے جس سے واضح ہے کہ شمس اپنے مقام مدار یعنی چلنے کے رستے کو نہیں بدل سکتا اور قمر اپنی منازل کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر یہ دونوں اپنے سفر اور منازل کو چھوڑ دیں تو تقدیر العزیز بدل جائے گی جس سے خداوند غالب اور علیم نہ رہے گا اس صورت میں اس کی خدائی کا ابطال لازم آئے گا اور امر باطل کا وجود خود باطل ہی ہوا کرتا ہے پس خداوند عالم بے شک اپنی تقدیر کو بدلنے پر قادر تو ضرور ہے لیکن ایسا کرنا اس کے علیم ہونے کے خلاف ہے اس واسطے باوجود قادر ہونے کے نہیں بدلتا۔ اس کے بعد اس کی تقدیر کو وہ بدل سکتا ہے جس کو اس نے اپنی تقدیر کے بدلنے کی قدرت اور عہدہ عطا فرمایا ہو۔

اب اس آیت پر غور کریں :

اقترب الساعة وانشق القمر ۲۷/۸

"وقت قریب آگیا اور چاند پھٹ گیا"

چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔ تفاسیر قرآن اور احادیث رسولؐ اور تاریخ اسلامی کا متفقہ اقبال اور اقرار ہے۔

پس قمر کے پھٹ جانے سے تقدیر بدل گئی جتنی دیر وہ حرکت کرتا رہا ہے پھٹا ہوا، خواہ اس کو چند منٹ یا کہ چند سکینڈ یا کسی وقفہ کے لئے بھی تسلیم کر لو۔ اتنی دیر تقدیر بدلی رہی اور یہ واضح ہے کہ یہ تقدیر حسب ضرورت بدلی تھی۔ دائمی طور پر نہ بدلی تھی کہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ جس قدر وقت کے لئے بدلنے کی ضرورت تھی

اسی قدر وقت تک بدلی جاتی تھی۔

معترض نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھانے کا سوال کیا لہٰذا اسی قدر دیر کے لئے تقدیر خدا کو بدل کر دکھایا گیا۔ اس عمل کو اعجاز محمدیؐ مانا گیا اور اس کا ثبوت مانا گیا اس وقت کا معترض آنکھوں سے دیکھ کر تسلیم کر گیا لیکن مسلمان ہونے سے بچنے کے لئے یہ کہہ گیا کہ اس کا جادو آسمان پر بھی چل گیا ہے جہاں دوسرے جادوگروں کا نہیں چل سکتا لیکن تسلیم کر گیا کہ تقدیر خدا کو بدل دیا ہے۔

یہ واقعہ صرف رسولؐ سے ہی تعلق رکھتا ہے لیکن حضرت علیؑ ساتھ موجود تھے اور واقعہ کے شاہد و معاون تھے۔

دوسرا واقعہ ردِّ شمس کا ہے یہ دو دفعہ ہوا پہلی دفعہ جنگ خیبر سے واپسی میں منزل صہبا پر ہوا۔ حدیث اور تاریخ کا بیان ہے کہ نماز عصر ادا ہو جانے کے بعد حضرت علیؑ کسی حکم رسولؐ خدا کی تعمیل سے واپس آئے تو رسولؐ خدا نے اپنا سر ان کی گود میں رکھا اور آرام فرمانے لگے۔ حضرت علیؑ نے نماز عصر کو اشاروں سے ادا کیا مگر رسولِ خدا کے آرام میں خلل نہ ڈالا۔ غروب آفتاب کے وقت آپؐ بیدار ہوئے تو پوچھا "اے علیؑ نماز عصر کو ادا کیا" عرض کی یا رسولؐ اللہ اشاروں سے ادا کی" فرمایا۔ نبی اور وصی کی نماز ناقص نہیں ہوا کرتی۔ اٹھو اور سورج کو واپس بلاؤ"

حضرت علیؑ نے وضو فرمایا اور سورج کی طرف توجہ فرمائی اور اشارہ کیا۔ سورج اسی طرف واپس ہوا جس طرح آرہ سے چیرتی ہوئی لکڑی آواز دیتی ہے اور فوراً عصر پر آگیا آپ نے عصر ادا کیا تو واپس اپنے مقام پر چلا گیا۔

بعض روایات نے یہ الفاظ بھی روایت کئے ہیں کہ رسولؐ خدا نے فرمایا "یا اللہ علیؑ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں رہا ہے اس کے لئے سورج کو واپس کر"

اس پر تبصرہ سے خوف طوالت مانع ہے۔

دوسرا واقعہ آپؑ کو سفر صفین میں شہر بابل کی مغضوبہ زمین پر پیش آیا کہ نماز کا وقت آگیا۔ لوگوں نے ادائیگی نماز کے لئے عرض کی تو فرمایا۔ نبیؐ اور امامؑ مغضوبہ زمین پر نماز نہیں ادا کرتے۔ کچھ لوگوں نے نماز عصر ادا کر لی اور کچھ رہ گئے کہ جہاں آپؑ ادا کریں گے وہاں ہم بھی ادا کر لیں گے۔ اس زمین سے گزرتے گزرتے سورج غروب ہو گیا

آپؑ نہر فرات کو عبور فرما کر جب اس مقام سے جس کو آج حلہ کہا جاتا ہے اس کی حد سے نکلے تو وضو فرما کر سورج کی طرف متوجہ ہو کر ایسی زبان کے الفاظ ادا فرمائے جس کو کسی نے نہ سمجھا بس اشارہ فرمایا۔ سورج نکل کر مقام عصر پہ آیا تو آپؑ نے معہ جماعت نماز ادا فرمائی تو سورج فوراً واپس ہوا اور مقام مغرب پہ پہنچ گیا تو وہیں نماز مغرب ادا فرمائی۔ اس بات کو آپ نے اپنے خطبوں میں فرمایا۔

انا الذی ردّت لہ الشمس مرتین

"میں ہی وہ شخص ہوں جس کے لئے دو دفعہ سورج واپس ہوا"

ہر زمانہ کے علماء، محدثین اور شعراء حامدین نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور اس مقام پہ بطور یادگار ایک مسجد بنائی گئی ہے جو بوسیدہ صورت میں آج تک موجود ہے اس کو مسجد ردالشمس کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ امیر المومنینؑ نے خدا کی تقدیر کو بدلنے کا ذریعہ اور وجہ نماز اور عبادت کو قرار دیا۔ تقدیر خدا کو بدل کر اس کی عبادت کر کے اس کا سجدہ کر کے اپنی عبودیت کا ثبوت دے رہے ہیں کہ ہم اس کے وہ عبادت گزار اور تابعدار بندے ہیں جو خدا کی تقدیر کو بدلنے کی قوت اس کے عطیہ سے رکھتے ہیں۔

نظام عالم کو مدنظر رکھتے ہوئے اس واقعہ کی یہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ ایک صورت یہ ہے کہ سورج اپنے نظام کو وہیں چھوڑ کر خود واپس ہو یا کہ واپس کیا جائے اور پھر اپنے ٹھہرے ہوئے کھڑے ہوئے نظام سے جا ملے۔

۲۔ دوسری یہ کہ نظام چلتا رہے اور سورج ہی واپس ہو پھر عصر سے چل کر اپنے چلتے ہوئے ستاروں سے جا ملے۔

۳۔ تیسری یہ کہ سورج معہ اپنے نظام واپس آئے اور پھر بلا وقفہ مغرب میں چلا جائے۔

نظام عالم کی تقدیر تو ان تینوں صورت ہائے سے انکار کرتی ہے اور انکار اپنے مقام پہ بالکل درست ہے کہ جب تک نظام عالم کی تقدیر کو نہ بدلا جائے۔ یہ واقعہ صورت وقوعہ میں آ ہی نہیں سکتا اور وقوعہ کا ثبوت بطریق اسلامی و شرعی موجود ہے جس سے انکار اسلامی و شرعی سلسلہ روایات کے طریقہ اور وجود روایات

کا انکار ہے کہ اس طرح اسلامی روایات کی صحت و صداقت ختم، جس سے اسلام ہی ہباء منثورا ہو جائے گا۔

پس اس کے سوا چارہ ہی نہیں کہ نظام عالم کی تقدیر کو بدلنے کا اقرار کیا جائے۔ جب اقرار کرنا پڑا تو اب یہ بھی اقرار کرنا ہوگا کہ جس نے نماز پڑھنی تھی۔ نظام عالم کی تقدیر کو وہ بدلے۔ نماز تو حضرت علیؑ نے پڑھنی تھی جو ان پہ خدا نے فرض کی تھی پس نماز پڑھنے والے نے سورج کو واپس کرنا تھا اور وہ تب ہی واپس کر سکتا ہے، جب اس کو خدا کی تقدیر کے بدلنے کا اختیار اور قدرت دونوں حاصل ہوں چونکہ واقعہ کے وقوع کا ذکر اور ثبوت اسلامی روایات میں موجود ہے جو صرف ایک ہی فرد واحد حضرت علیؑ کی طرف منسوب ہے جس سے ثابت ہے کہ خداوند عالم نے آپ کو اپنی تقدیر بدلنے کی قدرت اور اختیار خلافت نبویہؐ کے عہدہ کی صورت میں عطا فرمایا ہوا تھا۔ اس معرفت کے سمندر میں جواہر مکنونہ کی حد نہیں لیکن اگر غواص نہیں جانتا تو کنارہ پہ ہی بیٹھ جائے۔ غرق ہونے کا خوف ہے۔ اگر کسی میں فضائل کو برداشت کرنے کی قوت اور طاقت نہیں تو اس میں انکار کی قوت و طاقت و استطاعت بھی نہ ہونی چاہیئے۔ اہل اسلام میں سے ایک جماعت ملائکہ کو تو مدبر امور الٰہیہ اور مظاہر اسماء حسنہ الٰہیہ بلا توقف مانتی ہے لیکن مقام تعجب ہے کہ خلفائے الٰہیہ انبیاء و مرسلین اور اولوالعزم صاحبان شریعت اور آئمہ طاہرینؑ جو کہ بلاشبہ ملائکہ سے افضل ہیں کو مدبر امور مظہر اوصاف الٰہیہ نہیں مان سکتی۔ حالانکہ ملائکہ ان کی امت میں مثل جن وانس داخل ہیں اور اُمت کی طرح ان کے کلمہ گو ہیں۔

اختتام مضمون سے قبل ایک آیت قرآنی کا حوالہ دیتا ہوں جو کہ حوالہ بطور محور و مرکز مضمون ناگزیر ہے۔

تنزیل وتاویل

یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ہ (توبہ)

ترجمہ: اے نبیؐ کفار و منافقین سے جہاد کرو۔

آپ تمام تفاسیر کا مطالعہ فرمادیں، تاریخ بینی کریں، حضور ختمی مرتبتؐ کے

تمام غزوات و سریات کو بنظر عمیق دیکھیں۔ آپ کو کفار و مشرکین مکہ سے تو حضور اکرمؐ کی لڑائیاں ملیں گی۔ لیکن ایک بھی جنگ ایسی نہ ملے گی جو سرکار دو جہاںؐ نے منافقین سے لڑی ہو۔ وجہ یہ تھی کہ مسلمان ظاہری طور پر مسلمان کہلاتے تھے۔ اقرار شہادتین کرتے تھے۔ لڑائیوں میں رسول اکرمؐ کے ہمرکاب اور فوج رسولؐ میں شامل تھے تو پھر ان سے جنگ کیسی۔ غرض کہ رسولؐ نے منافقین سے کوئی جنگ نہ لڑی۔ اب حکم قرآن ملاحظہ فرمائیں :

"اے نبیؐ! آپ کفار اور منافقین سے جہاد کریں۔"

یہاں پر صیغہ امر ہے۔ اگر آپؐ حکم خدا بجا لائے تو جنگ دکھائیں۔ اگر کوئی جنگ نظر نہیں آتی۔ تو پھر آیت کا تاویلی ترجمہ ہوگا یا تنزیلی۔ یہاں پر جب تک حدیث رسولؐ کو سامنے نہ رکھا جائے۔ اس آیت کا صحیح ترجمہ نہیں ہو سکتا۔

ارشاد احمد مختارؐ ہے :

اَنَا اُقَاتِلُ عَلٰی تَنْزِیْلِ الْقُرْآنِ وَ عَلِیٌّ یُقَاتِلُ عَلٰی تَاوِیْلِہٖ

"میں نے تنزیل قرآن پر جہاد کیا اور علی تاویل قرآن پر جہاد کریں گے۔"

یعنی قرآن مجید میں مجھے جو حکم ملا ہے اس کے دو حصے ہوں گے۔ تنزیل کا تعلق کفار سے ہوا۔ اس سے میری جنگ جبکہ تاویل کا تعلق منافقین سے ہوا۔ ان سے علیؑ جنگ کریں گے۔ فریضہ میرا ادا ہوگا۔ تلوار علیؑ کی ہوگی جہاد میرا ہوگا۔

"عمل علیؑ میرا فعل ہوگا بلکہ علیؑ میری تکمیل نبوت میں شریک ہوگا۔"

کیونکہ اگر علی کی جنگ کو میری جنگ تسلیم نہ کیا جائے تو اس آیت پر عمل تشنہ رہے گا۔

امور اسرارِ مخفیہ باطنیہ کا نہ تو سمجھنا آسان ہے اور نہ ہی ان سے حجاب و پردہ کو اٹھانا آسان ہے اور نہ ہی پردہ اٹھانے کی اجازت ہے کہ پردہ اٹھانے سے۔

لَوْ عَلِمَ اَبُوْ ذَرٍّ مَا فِیْ قَلْبِ سَلْمَانَ لَقَتَلَہٗ

"اگر ابوذرؓ سلمان کا حال جان لیتا، اسے قتل کرا دیتا۔" (حیات القلوب ۶۱۵/۶۱۶)

کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

بے شک حضرت ابوذرؓ مستبصر اور اسرار اہلبیت کے حامل اور امین اور سلمان

کے دینی بھائی تھے لیکن باوجود اس کے حضرت سلمانؓ اس مقام پر پہنچے ہوئے تھے جو ابوذرؓ کی قوت برداشت سے باہر تھا۔ اس وادی میں ہر قدم پر جل جانے کا خوف ہے۔

پس جو شخص اپنے اندر قوت برداشت نہ پاتا ہو اس کو حضرت جبرائیل کی تقلید میں صاف گوئی سے کہہ دینا مناسب ہے اگر میں اپنے مقام سے بال بھر بھی آگے بڑھوں محال قدس کے قریب جاؤں تو ضرور ہی جل جاؤں گا۔ نہ کہ فاضلیت کی لاج رکھنے کے واسطے قیاسی اجتہاد کی چھوٹی گوئیوں سے حدود قائم کر کے اوصافِ الٰہیہ اور مظہر اوصاف الٰہیہ کُلیہ کے درمیان تفریق پیدا کر کے مصنوعی خود ساختہ عظمت الٰہیہ کی پناہ لے کر اپنی فاضلیت کو بچانا مناسب ہے۔

پانڈوں اور کوروں کی مشہور جنگ میں سری کرشن کی طلب نصرت

پانڈوں اور کوروں کی جنگ میں جب سری کرشن جی مہاراج کورو کیشتر کے میدان میں تشریف لاتے ہیں تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ سچائی کے طرفدار تو محض مٹھی بھر ہیں مگر پرستاراں کے ٹڈی دل لشکروں سے زمین اٹی پڑی ہے۔ کرشن جی اپنے سرفروشوں کو ضروری اپدیش دینے کے بعد تخلیہ میں جاتے ہیں اور اپنے مالکِ حقیقی کے سامنے زمین بوس ہو کر دعا مانگتے ہیں۔

"ہے پرمیشور! سنسار پرم آتما! تجھے اپنی ذات کی قسم اور اس کی قسم جو آکاش اور دھرتی کا جنم کارن ہے اور اس کی قسم جو تیرے پیارے کا پیارا ہے تیرے پربھتم کا پرنیتم ہے۔ تجھے اس کا واسطہ جو آہلی ہے۔ جو سنسار کے سب سے بڑے مندر میں کالے پتھر کے نزدیک اپنا چمتکار دکھائے گا تو میری بنتی سن۔ جھوٹے راکشسوں کو نشٹ کر اور سچوں کو فتح دے۔ ہے ایشورا۔ ایلا۔ ایلا۔ ایلا۔

(رسالہ کرشن بنتی۔ مؤلفہ پنڈت رام دھن۔ صفحہ ۷۲)
(شائع کردہ ساگری پستکالیہ۔ دہلی مطبوعہ ۱۹۳۱ء)

کرشن جی کے ان دعائیہ فقروں کے ایک ایک لفظ پہ غور کیجئے کہ وہ کس خوبی و خوش اسلوبی، کس وضاحت و بے حجابی اور کس بکا اور تضرّع سے آکاشش اور دھرتی کے جنم کارن یعنی باعث تکوین ارض وسما، موردِ، لولاک لما خلقت افلاک کو پکار رہے ہیں۔ پھر زینت ارض وسما کے پیارے کے پیارے (محبوب رسول اکرمؐ) اور اس کے پرِ تیم کے "پرِ تیم (حبیب نبیؐ محترم) کی قسم دے رہے ہیں اس کے بعد اس کا نام بھی پکارتے ہیں "آہلی" یہ سنسکرت کا ایک قدیم لفظ ہے جو عربی کے عالی یا علی کے ہم پلہ ہے مگر کرشن جی مذکورہ اسم گرامی کی خود ہی تشریح فرما رہے ہیں کہ وہ جو سنسار کے سب سے بڑے مندر (دنیا کے قبلہ و کعبہ حرم محترم) میں کالے پتھر (سنگ اسود) کے نزدیک اپنا چمتکار (جلوہ یا معجزہ) دکھائے گا۔ آخر میں انہوں نے تین دفعہ پکارا :

ایلا ! ایلا ! ایلا !

اب محل نظر یہ بات ہے کہ یہ "ایلا" کون ہے ؟ اس کے معنی ہم سے نہیں۔ بلکہ ایک ودیارتھی پنڈت ہی سے سُن لیجئے۔ لکھتا ہے !

پراچین سمے کی پرانی زبانوں میں ایک سنسکرت بھی ہے جس کا دعویٰ ہے کہ وہ سب سے پرانی بولی ہے۔ اس میں کوئی شاکھیا ایسے بھی ہیں جو آجکل لکھنے پڑھنے اور بولنے میں نہیں آتے۔ اس طرح کا ایک نام "ایلا" ہے۔ اس کا مطلب ہے بڑے ہی درجے والا یا بڑے ہی اونچے نام والا۔

آہلی یا آہلی یا آلی بھی اس سے نکلا ہے۔ جیسا کہ عربی زبان میں کہتے ہیں :

اعلی۔ علی۔ عالی۔ تعالیٰ وغیرہ۔ پراچین ویدوں میں ایسے بہت سے لفظ ملتے ہیں جن کو پڑھنے والے شبہ کر سکتے ہیں کہ وہ عربی کے بگڑے ہوئے ہیں یا سنسکرت سے عربی میں چلے گئے ہیں۔

(کتاب ناگر ساگر۔ مؤلفہ پنڈت کرشن گوپال)
(مطبوعہ کپورن پریس۔ شائع کردہ نارائن بکڈپو آگرہ)
۱۹۱۷ء صفحہ ۲۱۱ - ایڈیشن دوم)

لفظ ایلا کی مندرجہ بالا تشریح سے ثابت ہوا کہ کرشن جی اپنی دعائیہ فریاد

میں "آہلی" یا "ایلا" کہنا حضرت علیؑ سے امداد کی درخواست کرنا تھا اس لئے انہوں نے بار بار آپ کا اسم وردِ زبان کیا ہے۔ اگر نہیں تو اہل ہنود عالمان سنسکرت بتائیں کہ آہلی یا ایلا کے کیا معنی ہیں اور سنسار کا سب سے بڑے مندر کا "کالا پتھر کہاں ہے ؟ اور اس میں کس آہلی یا ایلا نے اپنا چمتکار دکھایا تھا ؟

ع صدائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

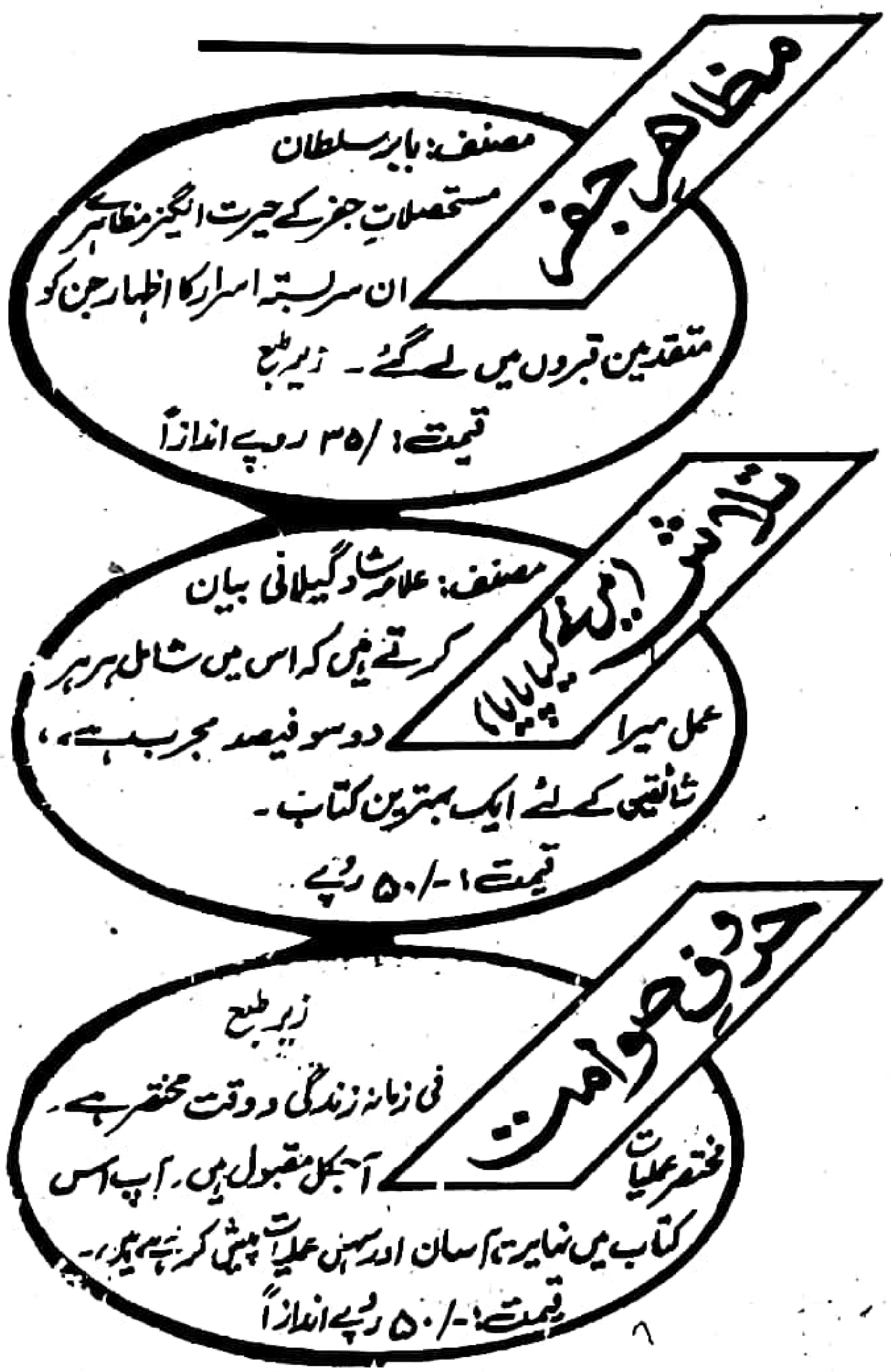

يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (قرآن)

ترجمہ: "کافر لوگ کہتے ہیں کہ تو رسول نہیں ہے۔ تم جواب دو کہ: اللہ تعالیٰ تمہارے اور میرے درمیان میری رسالت کی گواہی کے لئے کافی ہے اور وہ شخص جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔"

اس آیت میں خدا نے اپنے رسولؐ کی رسالت کی شہادت کے لئے اپنی ذاتِ اقدس کو پیش فرمایا ہے کہ میں اس کو رسول بنا کر بھیجنے والا گواہی کے لئے کافی ہوں۔ اور وہ شخص جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔ بے شک خدا کی گواہی کافی تھی اور کافی ہے۔ مگر خدا نے اپنے قانون میں ہر امر کے لئے دو عادل گواہ قرار دیئے ہیں اس لئے دوسرے گواہ کی ضرورت فرما کر اُمت رسولؐ میں سے جس کو رسولؐ کی رسالت کا گواہ پیش فرمایا ہے اس کا نام و قوم و قبیلہ وغیرہ کچھ نہیں بیان فرمایا بلکہ اس گواہ کی شناخت کے لئے اس کا یہ وصف بیان فرمایا ہے کہ وہ گواہ وہ شخص ہے جس کو کل کتاب کا علم ہے لیکن کتاب کا نام بھی نہیں لیا۔ کہ وہ کتاب توریت ہے کہ انجیل یا کہ زبور ہے یا کہ قرآن ہے۔

اس گواہ کی شناخت کا معیار (الکتاب اور اس کے علم) کو قرار دیا ہے۔ لہٰذا

کتاب اور اس کے علم کی تشخیص سے اس گواہ کی شناخت ہوگی اس کے بغیر اس کی شناخت کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

سورہ رعد میں یہ آیہ مبارکہ موجود ہے اس کو اوّل سے لے کر چودھویں صدی کی شروع تک علمائے اسلام مکی سورہ مانتے ہیں اور لکھتے آئے ہیں۔ کتب خانہ مقبول عام د مقبول عام پریس ریلوے روڈ لاہور جو مولوی نواب الدین کا تھا اس پریس میں چھاپہ شدہ قرآن مجید جو (ایم محمد اقبال مینجر) کے زیر اہتمام چھپ کر فروخت ہوتے رہے ہیں اس میں سورہ رعد کو مکی لکھا گیا ہے جو سابقہ سندات کے مطابق ہے لیکن تاج کمپنی وغیرہ کے چھاپ کردہ قرآن مجید جو قرآن منزل لاہور سے شائع ہو رہے ہیں اس میں سورہ رعد کو مدنی لکھا گیا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک اس تبدیلی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا اور نہ ہی ہوگا۔

خداوند عالم غیب دان ہے اور وہ ایسی حرکات کو جانتا ہے اس لئے اس نے اپنی کتاب میں اس امر کا انتظام کر دیا تاکہ صاحبان عقل کو اصلیت معلوم ہو جائے۔

خداوند عالم نے کتاب اور علم کتاب کو بیان فرما کر (ومن عندہ علم الکتاب سے مراد عبد اللہ بن سلام جو یہودی مذہب کا عالم تھا اور مدینہ میں مسلمان ہوا تھا) کی تردید کر دی ہے۔

اگر کوئی نہ سمجھے تو یہ اس کا قصور ہے اس سے واقعہ نہیں بدل سکتا وہ اپنے مقام پر ہی رہے گا۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے:

ترجمہ: "حضرت سلیمانؑ نے کہا اے دربار والو یا کہ اے سردار و تم میں سے کون ہے جو بلقیس کے تخت کو اس کے فرمانبردار ہو کر حاضر ہونے سے پہلے میرے پاس لا دے یا لے آوے۔"

قوم جن میں ایک بڑا قوی جوان بولا کہ میں تیرے اپنے مقام سے اُٹھنے سے پہلے تجھے لا دیتا ہوں اور میں اس کو اٹھانے میں طاقتور اور امین بھی ہوں۔ اس شخص نے کہا جس کے پاس تھوڑا سا علم تھا یا کتاب کے علم میں سے کچھ علم تھا کہ میں تیرے آنکھ جھپکنے یا تیری نظر کے پلٹنے سے پہلے لا دیتا ہوں۔ پس اس نے تخت کو اپنے سامنے آرام سے رکھا ہوا پایا

تو کہنے لگا کہ یہی میرے رب کا فضل ہے (۱۹/۱۸ قرآن)
اس آیت میں دو باتوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ ایک یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ رسول ہیں ان کو تخت بلقیس کی ضرورت ہے وہ خدا سے نہیں عرض کرتے اور نہ ہی خود علمِ رسالت سے تخت لاتے ہیں بلکہ اہل دربار سے سوال کرتے ہیں کہ تم میں سے کون ہے جو میرا یہ کام کر دے۔ خیال رہے یہ حکم نہیں سوال ہے حکم کسی مخصوص شخص کو دیا جاتا ہے بلکہ فرمایا ہے تم میں کون ہے اس سے سوال کرنے کا اور امداد طلب کرنے کا جواز ثابت ہے۔

۲۔ دوسرا یہ عرض کرنا ہے کہ آیت میں خدا نے فرمایا ہے (کہ اس شخص نے کہا جس کو کتاب کے علم میں سے کچھ علم عطا ہوا تھا) اس لئے کتاب اور اس کے علم کو معلوم کرنے سے مقصد حاصل ہوگا۔

دونوں آیات میں لفظ کتاب نکرہ جس پر ال داخل ہے الف لام یا تو جنسی ہوتا ہے یا معرفہ ہوتا ہے اگر الف لام جنسی لیا جائے تو مراد کُل کتب وصحائف آسمانی ہوں گے اور اگر معرفہ لیا جائے تو اس سے قرآن ہوگا۔ جو کُل کتب وصحائف آسمانی کا مصدق ونگران اور ان کا ناسخ ہے اور ناسخ سے مراد ہوتی ہے کہ جو کچھ ان میں نازل نہیں ہوا وہ بھی ناسخ میں من حیث الکل موجود ہو۔ لہٰذا الف لام کی دونوں صورتوں میں کُل کتب آسمانی میں نازل شدہ علم کے کچھ حصّہ کا علم حضرت آصف بن برخیا کو عطا ہوا تھا اور یہی صورت واقعہ بھی ہے کہ اس وقت تک توریت اور زبور ہی نازل ہوئے تھے۔ انجیل اور قرآن نہیں نازل ہوئے تھے (اہل اسلام کوئی ایسا واقعہ نہیں دکھا سکتے جو عبد اللہ بن سلام سے وقوع ہوا ہو جو جزوی علم کتاب رکھنے والے حضرت آصف بن برخیا نے حضرت سلیمانؑ کو دکھایا تھا)

تخت بلقیس شہر سبا علاقہ یمن سے بیت المقدس میں لایا گیا تھا جن میں تقریباً پندرہ سو میل کا فاصلہ ہے پس اس سے ثابت ہے کہ خدا کی کتاب قولی کے علمِ حقیقی سے خدا کی کتاب فعلی پر یہ تصرف حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ تصرف عبد اللہ بن سلام ہوں یا کوئی اور درسی وکسبی علوم کے بس کی بات نہیں۔ پس عبد اللہ بن سلام خداوند عالم کی طرح شہید رسالت کس طرح ہو سکتا ہے۔ شہید وہ ہوتا ہے جو واقعہ پہ حاضر

ہو، وقوعہ کو آنکھ سے دیکھے۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ شہید نہیں ہوتا۔ واقعہ رسول کی رسالت کا ہے اور رسول کو رسالت عطا ہونے کا ہے اور خدا نے اس کی شہادت کو اپنی شہادت سے ملا کر بیان فرمایا ہے۔ گواہ کا عادل ہونا بھی ضروری ہے۔ کہ فاسق کی گواہی قبول نہیں ہو سکتی۔ رسولؐ کی رسالت کا جس طرح خداوند عالم شہید ہے اسی طرح بعینہٖ وہ عالم کتاب بھی شہید ہے اور جب سے خداوند عالم رسولؐ کی رسالت کا شہید ہے وہ بھی شہید ہے اور خداوند عالم رسولؐ کی رسالت کا اس وقت سے شہید ہے جبکہ اس نے رسولؐ کو اپنا رسولؐ بنایا۔ پس یہ شہید رسولؐ بھی اس وقت سے شہید ہے اور یہ تب ہی ہو سکتی ہے جب وہ شہید اس وقت واقعہ پر موجود ہو اور رسولؐ کو رسالت کا عہدہ ملتے دیکھا ہو ورنہ وہ خدا کی طرح شہید نہ ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ خداوند عالم کے کلام کی تکذیب لازم آئے گی۔

لہٰذا قہراً تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ گواہ وہ شہید رسالت رسولؐ اس وقت ضرور موجود تھا اور رسولؐ کو رسالت کا ملنا قرآن مجید کے عطا ہونے پر موقوف ہے۔ بغیر عطیہ قرآن رسالت بیکار عمل ہے اور رسولؐ کو قرآن مجید عطا ہونے کا ذکر خداوند عالم اس طرح فرماتا ہے:

ترجمہ: رحمٰن وہ ہے جس نے قرآن سکھایا اور انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان کرنا سکھایا۔

نیز آیہ میثاق سے ثابت ہے کہ خدا نے اپنے رسولؐ کو انبیاء سے اقرار لینے سے پہلے اپنی رسالت کا عہدہ عطا فرما دیا ہوا تھا پس اس وقت عبد اللہ بن سلام یا کوئی اور صاحب کہاں تھے جو شہید رسالت ہوتے۔ پس اس وقت نہ عبد اللہ بن سلام موجود تھا اور نہ ہی کوئی اور صاحب تھے لہٰذا وہ اس آیت کا مصداق ہرگز نہ تھے اور قطعاً نہ تھے اور اس کا مصداق وہی ہے جس کے متعلق رسولؐ نے فرمایا ہے۔

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"

پس (عندہ علم الکتاب) کا مستحق ومصداق وہ پاک اور مقدس وجود ہے جو زمین وآسمان کی ہر چیز ظاہر وغائب خشک وتر کو جانتا تھا۔ پس اگر جزوی علم رکھنے

والے آصف بن برخیا کی یہ روحانی قوت۔ تو کُل کتاب کے عالم کی روحانی قوت کیا ہوسکتی ہے۔

علیؑ کے روحانی اقتدار کو پرکھنے کا ہمارے پاس کوئی معیار نہیں۔ ایک اندھا اگر آفتاب کی تعریف کرے تو فرضی ہوگی یا سماعی وہ کیا جانے اس کا وجود کتنا درخشاں ہے اور ضوفشانی کی کیا شان ہے۔ اویس قرنی روحانی دنیا کی کتنی عظیم المرتبت ہستی ہے۔ امام طریقت مان لئے گئے۔ کشف باطن کا یہ حال کہ آنحضرتؐ کے دندان مبارک اُحد میں شہید ہوئے تو اویس نے یمن میں یہ کہہ کر اپنے دانت توڑ لئے کہ:

"جب حبیب کبریا کے دانت نہ رہے تو میرے کیوں رہیں" صفائے نفس کا یہ عالم کہ آنحضرتؐ پر غائبانہ ایمان لائے تھے۔ ایک دن مشتاقان دیدار کو پتہ چلا کہ اویس سرِ راہ بیٹھے ہیں دوڑ پڑے۔ پوچھا! حضور آپ یہاں کیسے؟ فرمایا کسی کے انتظار میں ہوں۔ انھوں نے کہا: آپ اور انتظار؟ وہ کون خوش نصیب انسان ہے۔

فرمایا: "وہ ہے جس کے قدموں کی خاک اویس کی آنکھوں کا سُرمہ ہے"

یہ علیؑ تھے جو جنگ صفین کے لئے لشکر لے جا رہے تھے۔ سلیم بن کوفی عامری حضرت امیرالمومنینؑ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ اکتیس[۳۱] علمائے اسلام نے آپ کی کتاب سے احادیث لی ہیں۔ آپ کی کتاب کا نام "السقیفہ" ہے جو مطبع حیدریہ نجف اشرف سے شائع ہوئی۔ آپ تابعی ہیں حضرت علیؑ، سلمان اور ابوذر کو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ کی کتاب میں اکثر احادیث انہی حضرات سے مروی ہیں۔ چنانچہ سلیم بن قیس سے روائتی حدیث کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔

سلیم بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر غفاری سے سُنا جن کا نام جندب بن عبادہ ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو ایک رات حضرت علیؑ سے کہتے ہوئے سُنا کہ:

"اے علیؑ جب صبح کا وقت ہو تو بقیع کے پہاڑوں کو چلے جانا۔ جب سورج نمودار ہو تو اس پر سلام کہنا۔ خداوند عالم نے سورج کو حکم دیا ہے کہ وہ تجھے جواب دے کر تیری حیثیت کو ظاہر کرے۔"

صبح کو مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے ساتھ جس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے بقیع کے پہاڑوں کی طرف تشریف لے گئے۔ جب سورج

ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا:

"اے اللہ کی فرمانبردار نئی مخلوق علیؑ کا تجھ پہ سلام ہو" تو سورج نے جواباً سلام عرض کیا اور کہا:

"اے اوّل اے آخر اے ظاہر اے باطن اے وہ شخص جو ہر چیز کا جاننے والا ہے"

جب ان لوگوں نے حضرت علیؑ سے سورج کو کلام کرتے ہوئے دیکھا تو سب کے سب گھنٹوں تک بے ہوش پڑے رہے۔ آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔ جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور مہاجرین اور انصار کو ہوش آیا تو رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:

"آپؐ تو فرماتے ہیں کہ علیؑ ہم جیسا انسان ہے حالانکہ آج ہم نے سورج کو اُن سے کلام کرتے ہوئے سُنا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا کیا کہتا تھا۔ انہوں نے کہا: سورج کہہ رہا تھا کہ "تم پہ میرا سلام ہو اے اول اے آخر اے ظاہر اے باطن اے وہ شخص جو ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

رسولؐ خدا نے فرمایا:

"سورج نے سچ کہا ہے۔ علیؑ ہی مجھ پر سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ علیؑ ہی سب سے آخر میرے ساتھ رہیں گے۔ مجھے غُسل دیں گے، کفن پہنائیں گے اور مجھے قبر میں اتاریں گے۔ علیؑ ہی وہ ہیں جن پر میرا کُل علم ظاہر ہوا۔ علیؑ ہی وہ ہے جو میرے سب رازوں کا خزانہ ہے۔ علیؑ ہی وہ ہے جو تمام حلال حرام فرض سنت کو جاننے والے ہیں"

یہ سُن کر تمام لوگ کھڑے ہو گئے اور کہا:

"آج محمدؐ نے ہم کو حیرت میں ڈال دیا ہے"۔ اور مسجد سے باہر چلے گئے۔

جنگِ خیبر

چوتھا پارہ پڑھیں۔ سورہ آل عمران میں دیکھ لیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ قرآن کیا کہہ رہا ہے:

ترجمہ: اگر یہودی ایمان لے آتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ ان میں سے کچھ مومن ہو جائیں گے مگر اکثریت فاسق رہے گی۔ تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔

مگر صرف اذیت دیں گے اور اگر تم سے جنگ کریں گے تو تمہیں پشت دکھا کر بھاگ جائیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۔

بقولے انتالیس دن مقابلہ ہوتا رہا۔ یہودی بھاگے نہیں۔ موقع ملا یہودیوں کو یہ کہنے کا کہ کہاں ہے وہ خدا تمہارا، وہ رسولؐ اور وہ قرآن الہامی کتاب جس میں وعدے ہیں اور وہ پورے نہیں ہوئے بلکہ بعض نے کہہ دیا کہ اللہ نے ہم سے دھوکے کا وعدہ کیا۔ اب فرمائیں ایسے وقت جب توحید خطرہ میں ہو جس کا وعدہ سچا نہ ہو وہ خدا نہیں جس کی پیشین گوئی میں صداقت نہ ہو وہ رسولؐ نہیں اور جس کا وعدہ سچا نہ ہو وہ الہامی کتاب نہیں اور جس دین میں سچائی نہ ہو وہ دین بھی حق نہیں تو اسلام کو، قرآن کو رسولؐ کو اور خدا کو اس وعدہ کو سچا ثابت کرنے کے لئے ایک مرد کی ضرورت تھی قرآن کی روشنی میں پتہ لگا کہ ضرورت تھی ایک مرد کی۔ کہ وہ مرد آئے اور یہودیوں کو بھگائے اور ثابت کر دے کہ میرے خدا کا وعدہ سچا ہے، میرا نبی سچا ہے، میرا قرآن سچا ہے، میرا اسلام سچا ہے کہ اللہ خیبر میں نہیں تھا اور محمدؐ رسول اللہ بھی تھے، وعدہ پورا نہ ہوا جب تک علیؑ نہ تھے خیبر فتح نہ ہوا۔ یہودی نہیں بھاگے خیبر کا در نہ اکھڑا۔ مرحب کا سر جدا نہ ہوا۔ خدا اور رسولؐ، قرآن و اسلام سب کا وعدہ پورا ہو گیا۔ صرف ایک ذات علیؑ ابن ابی طالب کی جنگ سے۔ اب آپ اندازہ کر لیجئے کہ امیر المومنین علیؑ صرف مدد کے لئے بنائے گئے۔ قدرت نے ان کو مدد کے لئے پیدا کیا۔ اس لئے تو رسولؐ خدا نے بحکم رب العزت علیؑ کو مدد کے لئے پکارا۔

نام لو تم خدا کا سب سے پہلے نام لو
اور پھر دامن حبیبؐ کبریا کا تھام لو
پھر علیؑ مرتضیٰ کا نام صبح و شام لو
میکدے سے پھر حسین ابن علیؑ کا جام لو

آیت الکرسی باموکل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ وَ اَقْسَمْتُ عَلَیْکُمْ بِرَبِّ الْمَلَائِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ اَجِبْ یَا جِبْرَائِیْلُ یَا کَمَائِیْلُ سَامِعًا مُطِیْعًا بِحَقِّ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۝ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ وَ اَقْسَمْتُ عَلَیْکُمْ بِرَبِّ الْمَلَائِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ اَجِبْ یَا اِسْرَافِیْلُ یَا کَوَاکِیْلُ یَا تَنْکَفِیْلَ سَامِعًا مُطِیْعًا بِحَقِّ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ وَ اَقْسَمْتُ عَلَیْکُمْ بِرَبِّ الْمَلَائِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ اَجِبْ یَا مِیْکَائِیْلَ یَا حَرَبَائِیْلَ یَا نَائِیْلَ یَا تُمْقَائِیْلَ سَامِعًا مُطِیْعًا بِحَقِّ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ عَزَمْتُ عَلَیْکُمْ وَ اَقْسَمْتُ عَلَیْکُمْ بِرَبِّ الْمَلَائِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ اَجِبْ یَا شَوْرَائِیْلَ یَا سَامَائِیْلَ یَا اَحْمَائِیْلَ یَا سَامِعًا

مُطِيعًا بِحَقِّ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهٖ عَزَمْتُ
عَلَيْكُمْ يَا رَبِّ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ اَجِبْ يَا
مِيكَائِيْلَ يَا حَفْلَائِيْلَ يَا طَوْطَائِيْلَ يَا مُوْطَائِيْلَ
سَامِعًا مُطِيعًا بِحَقِّ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ
الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۔ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ بِرَبِّ الْمَلَائِكَةِ
الْمُقَرَّبِيْنَ اَجِبْ يَا بِرْتَائِيْلَ يَا تَرْتَائِيْلَ يَا
هَرْبَائِيْلَ سَامِعًا مُطِيعًا بِحَقِّ الْاَعْظَمِ اَنْ
تَقْضِيَ حَاجَتَنَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔

زبردست ترین حصار ہے اور ارواح مخفی کے عاملین کے لئے ازحد ضروری ہے۔ اس حصار کے بعد عامل حاضرات کو حاضر کر کے جو مناسب حکم دے وہ بجا لائیں گے اور سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتے۔ عامل کامل حضرات کے لئے بیش بہا خزانہ ہے۔ اثرات عامل خود دیکھے۔

نادِ علی صغیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ
وَغَمٍّ سَيَنْجَلِيْ بِعَظَمَتِكَ يَا اللّٰهُ بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ بِوِلَايَتِكَ
يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ

نادِ علی کبیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي
النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ اِلَى اللّٰهِ حَاجَتِيْ وَعَلَيْهِ
مُعَوَّلِيْ كُلَّمَا رَمَيْتُ مُتَقَاضِيْ فِي اللّٰهِ يَدُ اللّٰهِ وَلِيُّ
اللّٰهِ لِيْ اَدْعُوْكَ كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِيْ بِعَظَمَتِكَ
يَا اللّٰهُ بِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ بِوِلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ اَدْرِكْنِيْ
بِحَقِّ لُطْفِكَ الْخَفِيِّ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ
اَكْبَرُ اَنَا مِنْ شَرِّ اَعْدَائِكَ بَرِيٌّ بَرِيٌّ اَللّٰهُ صَمَدِيْ
بِحَقِّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ يَا اَبَا الْغَيْثِ
اَغِثْنِيْ يَا عَلِيُّ اَدْرِكْنِيْ يَا قَاهِرَ الْعَدُوِّ يَا وَالِيَ الْوَلِيِّ
يَا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ يَا مُرْتَضٰى عَلِيُّ يَا قَهَّارُ تَقَهَّرْتَ
بِالْقَهْرِ وَالْقَهْرُ فِيْ قَهْرِكَ يَا قَهَّارُ يَا ذَا الْبَطْشِ
الشَّدِيْدِ اَنْتَ الْقَاهِرُ الْجَبَّارُ الْمُهْلِكُ الْمُنْتَقِمُ
الْقَوِيُّ الَّذِيْ لَا يُطَاقُ اِنْتِقَامُهٗ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْ
اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ
الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ يَا غِيَاثَ
الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اَغِثْنِيْ يَا عَلِيُّ اَدْرِكْنِيْ بِرَحْمَتِكَ
وَمَنِّكَ وَجُوْدِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔

حصار برائے حاضرات کے علاوہ لامحدود اثرات کی حامل ہے ہر غرض مرض میں موثر ہے اور تمام افعال کے بارے میں مستند ہے۔ ہر کام میں تیر بہدف ہے۔ اثرات کے لئے دفتر درکار ہے اس کے اثرات کا احاطہ ناممکن ہے۔

اوّل آخر درود شریف محمدؐ وآل محمدؐ پر ضروری ہے۔ عاملین عظام ہی حقیقی اثرات جان سکتے ہیں۔ میرے بس میں اثرات کو محدود کرنا ہرگز نہیں ہے۔

نادِ علی با مؤکل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صَمَدِیْ مِنْ عِنْدِكَ مَدَدِیْ وَعَلَيْكَ مَدَدِیْ وَعَلَيْكَ مُعْتَمَدِیْ بِحَقِّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ بِحَقِّ مُحَمَّدِ الْعَرَبِیِّ يَاكَرِيْمُ تَكَرَّمْ مِنِّیْ وَالْكَرِيْمُ يَاكَرِيْمُ فِیْ كَرَمِ كَرَمِكَ يَاكَرِيْمُ نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ وَالْجَلِيْلُ فِیْ جَلَالِكَ يَاجَلِيْلُ اَجِبْ يَا جِبْرَائِيْلُ سَمِيْعًا مُطِيْعًا بِحَقِّ هٰذَا الْاَسْمَاءِ الْاَعْظَمِ الْاَكْرَامِ اَنْ تَقْضِیْ لَنَا حَاجَاتَنَا كُلَّهَا هَاءِ هَاءِ هَاءِ هُوَ هُوَ هُوَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِی النَّوَائِبِ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ يَاقَاهِرُ يَاذَا الْبَطْشِ الشَّدِيْدُ يَاقَاهِرُ اَجِبْ يَاعِزْرَائِيْلُ سَمِيْعًا مُطِيْعًا بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ الْاَعْظَمِ الْاَعْظَمِ الْاَعْظَمِ الْاَكْرَمِ اَنْ تَقْضِیْ حَاجَاتَنَا كُلَّهَا هَاءِ هَاءِ هَاءِ هُوَ هُوَ هُوَ وَالْعِزَّتِیْ عِزَّتِكَ يَا عَزِيْزُ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِيْمِ يَا سَمَائِيْلُ بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ الْاَعْظَمِ الْاَعْظَمِ الْاَعْظَمِ اَنْ تَقْضِیْ لَنَا حَاجَاتَنَا كُلَّهَا اللّٰهُ تَعَالٰی هُوَ هُوَ هُوَ كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ

الظّٰلِمِيْنَ ۝ يَامَنْ نَظَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَجِبْ يَاعَمْرَائِيْلُ سَمِيْعًا مُطِيْعًا بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ الْاَعْظَمِ الْاَكْرَمِ اَنْ تَقْضِیْ لَنَا حَاجَاتَنَا كُلَّهَا هَاءِ هَاءِ هَاءِ هُوَ هُوَ هُوَ بِحَقِّ يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ يَاعَظِيْمُ لِعَظَمَتِكَ يَاعَظِيْمُ بِنُبُوَّتِكَ يَامُحَمَّدُ بِوَلَايَتِكَ يَاعَلِیُّ يَا عَلِیُّ يَاعَلِیُّ اَدْرِكْنِیْ اَيُّهَا الْمُرْتَضٰى يَاوَلِیَّ اللّٰهِ يَا قَاهِرَ الْعَدُوِّ يَامَظْهَرَ الْعَجَائِبِ يَامُرْتَضٰى عَلِیُّ بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ الْاَعْظَمِ الْاَعْظَمِ الْاَعْظَمِ الْاَكْرَمِ اَنْ تَقْضِیْ لَنَا حَاجَاتَنَا كُلَّهَا هَاءِ هَاءِ هَاءِ هُوَ هُوَ هُوَ بِحَقِّ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ اَحْفَظْنَا مِنْ اٰفَاتِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ يَاغِيَاثُ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اَغِثْنِیْ يَا عَلِیُّ اَدْرِكْنِیْ مِنْ شَرِّ اَعْدَائِكَ بَرِیْ بَرِیْ بَرِیْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝

نادِ علی صغیر کے اثرات کا احاطہ ناممکنات سے ہے ہر غرض میں کام آتی ہے۔ نادِ علی کبیر کا دائرہ اس سے وسیع ہے۔ کتابیں اثرات کے تذکرہ سے پُر ہیں۔

نادِ علی با مؤکل عامل چالیس دن پرہیز مجوزہ کے ساتھ (١١٠) مرتبہ روزانہ پڑھنے سے عامل بن سکتا ہے۔ ایمرجنسی میں مبتدی بھی کام لے سکتا ہے۔

حاضرات کے لئے بہترین زبردست طاقتور ترین چیز ہے۔ مخفی مخلوق نادِ علی با مؤکل کے عامل سے لرزہ براندام ہو جاتی ہے اور سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتی۔ ہر کام میں فائدہ دیتی ہے۔

اوّل و آخر محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درودِ ابراہیمی پڑھے۔

چہل کاف باموکل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کَفَاکَ رَبُّکَ یَا اَخۡتَنَا یِیۡلَ ۔ کَمۡ یَکۡفِیۡکَ وَ اکِفَۃٍ یَا ذَوُلَا ئِیۡلَ ۔ کِفۡکَا فُہَا کَکَمِیۡنٍ یَا جِبۡرَا ئِیۡلَ ۔ کَانَ مِنۡ کُلّہَا ۔ یا کنکائیل ۔ تَکَرُّ کَرًّا ۔ یا میکائیل ۔ کَکَرًّا لِکَرٍّ ۔ یا نعمائیل ۔ فِیۡ کَبَدِ تَحۡکِیۡ ۔ یَا سَرۡ کَائِیۡلَ مُشۡکَشۡکَۃً کَلۡکَا لَکِ کَلۡکَا ۔ یا ھمرائیل کَفَاکَ مَا بِیۡ کَفَافُ الۡکَافِ کُرۡبَتَہٗ یا عزرائیل یا کوکبا کُنۡتَ تَحۡکِیۡ یَا دردائیل ۔ کَوۡکَبُ الۡفَلۡکَا ۔ یا میکائیل ۔

یا شاہِ محمود سرہالی لنگوٹ بند چہل کاف۔

دُعائے عافیت

جو شخص چاہے کہ اس کا حشر محمدؐ و آلِ پاک ان کی کے ساتھ ہو اور وہ حضرت موت، قبر، برزخ، قیامت، حساب اور کتاب وغیرہ کے مواقع پر بالخصوص اس پر رحمت فرمائیں تو اس دُعا کو ہر فرض نماز کے بعد ایک دفعہ پڑھے۔

دُعا یہ ہے :

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنِیۡ مَعَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فِیۡ

کُلِّ عَافِیَۃٍ وَّ بَلَآءٍ وَاجۡعَلۡنِیۡ مَعَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فِیۡ مَثۡوًی وَّ مُنۡقَلَبٍ اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡ مَحۡیَایَ مَحۡیَاھُمۡ وَمَمَاتِیۡ مَمَاتَھُمۡ وَاجۡعَلۡنِیۡ مَعَھُمۡ فِیۡ مَوَاطِنَ کُلِّھَا لَا تُفَرِّقۡ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَھُمۡ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ٥

مکتبہ آئینہ قسمت لاہور کی شہرہ آفاق کتب

تقویم سیارگان ۱۹۵۱ء علم النجوم کے ہر طالب علم کے لئے یکساں مفید۔ جس میں سبع سیارگان کے علاوہ یورانس نیپچون اور پلوٹو کی لمحہ بہ لمحہ کی تعیین موجود ہے۔ جس کی امریکن نیوی تصدیق کر چکی ہے۔ قیمت : ۵۰۰ روپے ٹے ۱۰

مصباح الجفر (مکمل) آئمہ معصومین کا پاک و پاکیزہ علم سیکھنے کے لئے علامہ حافظ کفایت حسینؒ فرماتے ہیں کہ اس سے بہترین کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ قیمت : ۱۰۰ روپے ٹے ۵

خزینہ جفر : جفری حضرات کیلئے علم الجفر پر ایک آسان سہل تصنیف۔ قیمت : ۵۰ روپے ٹے ۴

مصباح القیافہ : دنیا و مردم شناس کے لئے منجم اعظم کی ایک صدا بہار تصنیف۔ قیمت : ۴۰ روپے ٹے ۴

مصباح الرمل : نقطوں اور لکیروں کے بے پایاں علم، ماضی، حال اور مستقبل جاننے کے راز۔ قیمت : ۶۰ روپے ٹے ۴

رموزِ سوال : (دقیق زائچہ) تشنگان علوم فلکیات کے لئے اطمینان و اعتماد کا دلکش مرقع۔ قیمت : ۱۰۰ روپے ٹے ۵

جامع النجوم : علم النجوم سیکھنے کے شائقین کے لئے ایک آسان سہل تصنیف۔ قیمت : ۲۵ روپے ٹے ۴

مصباح الاعداد : علم الاعداد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹ سے پیشگوئیاں کرنے کے قواعد۔ قیمت : ۲۵ روپے ٹے ۲

مصباح الرویا : حضرت یوسف علیہ السلام کا ورثہ، خوابوں کی حقیقت کیا ہے؟ قیمت : ۴۰ روپے ٹے ۲

مصباح الریمیا : شعبدہ بازی کیا ہے؟ اور اس کے سربستہ راز کیا ہیں؟ قیمت : ۳۵ روپے ٹے ۲

مصباح الفراست : المشہور دنیا والوں کے ہاتھ، دست شناسی پر ایک جامع تصنیف۔ قیمت : ۴۰ روپے ٹے ۲

مصباح العملیات : اعمال خاندان زنجانیہ عالیہ، اعمال قادریہ، اعمال چشتیہ کے قرآنی و روحانی مجربات کا روحانی تحفہ۔ قیمت : ۷۰ روپے ٹے ۴

آپ کی تاریخ ولادت : آپ کا ماضی، حال اور مستقبل، یہ کتاب آپ کو نجمین سے بے نیاز کر دے گی۔ قیمت : ۴۰ روپے ٹے ۲

تسخیرات ھمزاد : ہمزاد کیا ہے؟ آپ کے جسم لطیف کی تسخیر کیسے ممکن ہے؟ قیمت : ۴۰ روپے ٹے ۲

استخارہ قرانیہ : جفار اعظم حضرت اکبر محی الدین ابن عربی عراقی کے فال نکالنے کے قرانی قوائد۔ ہدیہ : ۲۵ روپے ٹے ۲

استخارہ سجادیہ : سیدنا امام زین العابدین ابن حسینؑ شہید کربلا کا زندہ معجزہ۔ ہدیہ : ۱۵ روپے ٹے ۱

مفاتح الغیب : حضور سیدنا صادق آل محمدؐ کی تصنیف واقعی خزانہ غیب کی کلید ہے۔ ہدیہ : ۲۵ روپے ٹے ۲

کلیہ ریس و سٹہ : شائقین ریس و سٹہ کے لئے انمول تحفہ۔ قیمت : ۲۵ روپے ٹے ۲

فیوضِ طلسمات : بد اعمال طلسمات سحر جادو سے نیکی کی جنگ۔ قیمت : ۶۰ روپے ٹے ۴

بیاضِ عملیات : (تلاش) دو سو فیصد درست عملیات کا گلدستہ۔ قیمت : ۶۰ روپے ٹے ۴

قانونِ طلسمات : صدیوں پرانے عظیم و نادر عرابی سریانہ قوائد کا مرقع۔ قیمت : ۱۰۰ روپے ٹے ۵

سحرِ اسود : پاک و ہند میں کالے جادو پر اس سے بہترین کتاب موجود نہیں۔ قیمت : ۴۰ روپے ٹے ۲

نوٹ : بیرون ملک منگوانے کے لئے قیمت میں ڈاک خرچ شامل ہے جبکہ اندرون ملک ڈاک کے چارج تقریباً دس روپے فی کتاب الگ سے ہوں گے۔

منگوانے کا پتہ : مکتبہ آئینہ قسمت ۱۲۵ ۔ ڈی نزد مین مارکیٹ گلبرگ ۲ لاہور ۔ کوڈ ۵۴۶۶۰

نقش پنجتن پاکؑ باموکل

یہ نقش مقدس اسمائے پنجتن علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ جو شخص اس نقش متبرک کو حسب حال موکلان و اسمائے مقدس الٰہی کے ساعت نیک میں صاف کاغذ کے ٹکڑے پر تازہ روشنائی طاہر اور قلم جدید سے لکھے۔ بوقت ورد سامنے رکھے۔ نیز بازوئے راست پر باندھے۔ روز بروز اس کا مرتبہ بالا اور دولت سے بہرہ مند۔ عجائب و غرائب ظاہر ہوں۔

اعداد نام محمدؐ بانوے ۹۲، نام علیؑ کے ایک سو دس ۱۱۰، نام فاطمہؑ کے ۱۳۵، نام حسنؑ کے ۱۱۸ اور نام حسینؑ کے ۱۲۸ ہیں۔ پانچ اسم ہائے مبارک پروردگار کے یا حلیمُ، یا کریمُ یا رحیمُ یا قدیمُ یا عظیمُ معہ نام مؤکلان کے نقش مبارک اگلے صفحے پر ہے۔ اس کے فوائد لامحدود ہیں۔ ہر جائز کام میں مؤثر ہونے کے علاوہ اس قدر طاقتور نقش نایاب ہے باعث کون و مکان اور اسمائے عظیمہ کی بناء پر عظیم تاثیر اور عجائب و غرائب ظہور میں آتے ہیں جن کا اظہار نہ کرے ورنہ لطائف ربانیہ سے مستفید نہ ہو سکے گا۔

نقش اگلے صفحہ پہ ملاحظہ کریں

نقش یہ ہے۔

حلیم / ۱۰۴ / حسنؑ / تنکفیل	قدیم / ۱۲۹ / محمدؐ / عطرائیل	کریم / ۱۲۳ / علیؑ / حرزرائیل	عظیم / ۱۱۷ / فاطمہؑ / یومائیل	رحیم / ۱۱۰ / حسینؑ / اموائیل
کریم / ۱۱۸ / علیؑ / حرزرائیل	عظیم / ۱۱۱ / فاطمہؑ / یومائیل	رحیم / ۱۰۵ / حسینؑ / اموائیل	حلیم / ۱۲۵ / حسنؑ / تنکفیل	قدیم / ۱۲۴ / محمدؐ / عطرائیل
رحیم / ۱۲۶ / حسینؑ / اموائیل	حلیم / ۱۲۰ / حسنؑ / تنکفیل	قدیم / ۱۱۹ / محمدؐ / عطرائیل	کریم / ۱۱۲ / علیؑ / حرزرائیل	عظیم / ۱۰۶ / فاطمہؑ / یومائیل
قدیم / ۱۱۳ / محمدؐ / عطرائیل	کریم / ۱۰۷ / علیؑ / حرزرائیل	عظیم / ۱۲۷ / حسینؑ / اموائیل	رحیم / ۱۲۱ / فاطمہؑ / یومائیل	حلیم / ۱۱۵ / حسنؑ / تنکفیل
عظیم / ۱۲۲ / فاطمہؑ / یومائیل	رحیم / ۱۱۶ / حسینؑ / اموائیل	حلیم / ۱۰۹ / حسنؑ / تنکفیل	قدیم / ۱۰۸ / محمدؐ / عطرائیل	کریم / ۱۲۸ / علیؑ / حرزرائیل

دُعا اختتام ورد۔ باموکل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ يَا اِلٰهِيْ بِحَقِّ سِرِّ هٰذِهِ الْاَسْرَارِ وَبِحَقِّ الْخَفِيِّ وَبِحَقِّ اِسْمِكَ الْاَعْظَمِ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَقْضِيَ حَاجَتِيْ وَتُوْصِلَنِيْ بِلُطْفِكَ اِلٰى مُرَادِيْ وَاَنْ تَدْفَعَ عَنِّيْ شَرَّ خَلْقِكَ بِحَقِّ كُنْ فَيَكُوْنَ وَاَنْ تُسَخِّرَ لِيَ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ لِيُجِيْبُوْنِيْ مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا قَمْطَائِيْلُ يَا عَمْطَائِيْلُ يَا طَمْطَائِيْلُ

يَا صَلْمَطَائِيْلُ يَا طَمْقَائِيْلُ يَا عَطْفَائِيْلُ يَا طَمْطَائِيْلُ يَا مَعْلَلْيَائِيْلُ
اَفَحَسِبْتُمْ اِنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔

اس دُعا با مؤکل میں اس قدر اسرار ہیں کہ جن کا احاطہ مشکل ہے۔ دفع شر، آسیب جن بھوت وغیرہ کے لئے مؤثر ہے۔ بوقت ورد سامنے رکھے ہوئے پانی پر دم کر کے خود پئے اور اگر کوئی مریض آسیب زدہ وغیرہ ہو کو پلا دے۔ خود حفاظت اللہ میں رہے اور بیمار کو قدرت کاملہ شفا دے۔ اول و آخر درودِ ابراہیمی اور کامل طہارت شرط ہے۔

اسمِ اعظم

حضرت امیرالمومنین و امام المتقین علی ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں کہ جو شخص ان اشکال سبعہ کو سفر بحر و بر میں اپنے درمیان اپنے متاع و اسباب کے رکھے غرق و حرق و سرق سے امین و سالم رہے اور وہ اشکال معظم یہ ہیں۔

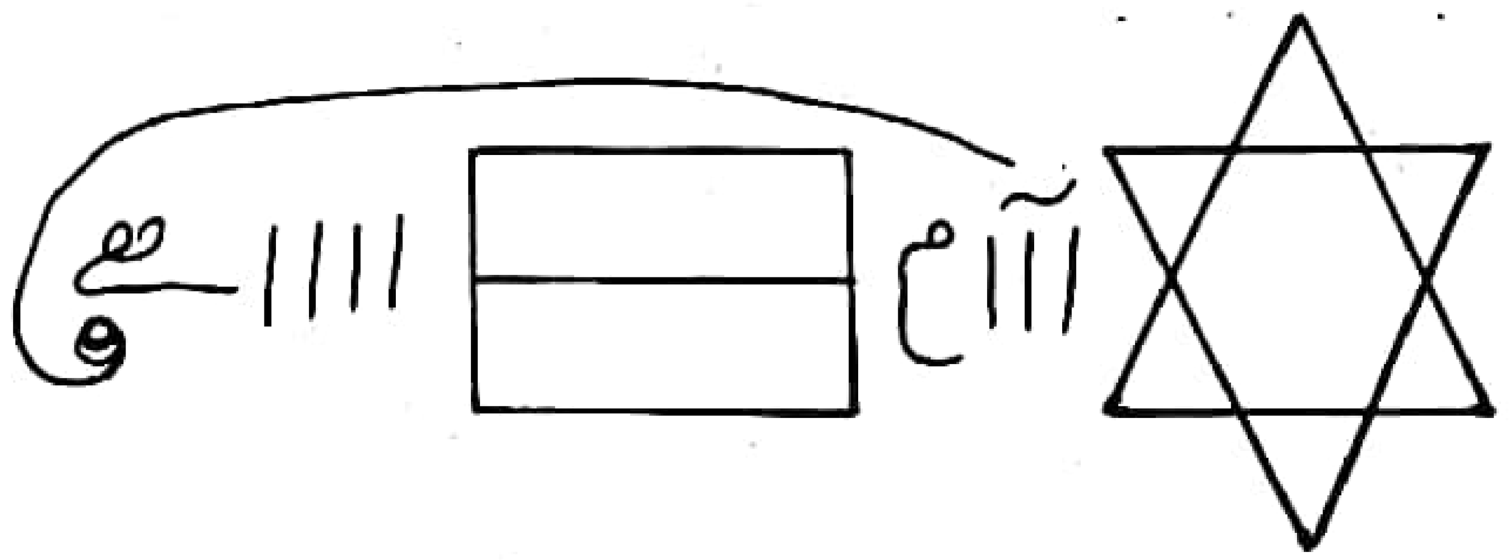

حروف مقطعات کی تفسیر ما سوائے معصوم کوئی نہیں کر سکتا۔ کٓھٰیٰعٓصٓ کی تفسیر بمطابق قول معصوم یہ ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب کوکب دری۔

ک : کربلا

ھ : ہلاکت

ی : یزید

ع : عطش

ص : صبر

روایت بہترین اسناد کتب معتبرہ کے مطابق منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا اوپر دو شاخ گاؤ کے اور گاؤ کو پشت ماہی کے اور ماہی کو اوپر پانی کے اور پانی

کو اوپر ہوا کے اور ہوا کو اوپر سنگ کے اور سنگ کے اوپر فرشتہ کو اوپر بازو پشتہ کے اور پشتہ کو بقوت ان ناموں کے قائم کیا۔ پس جو شخص ان ناموں کو لکھ کر اپنے دین یا دنیا سے جب اس عمل کو بجا لاوے گا اور با طہارت کامل کے جب اس خاتم کو زیر سر رکھ کر سووے گا۔ مجز غیب اس مشکل کو حل کرے گا۔ یہ خاتم استخراج کنوز و خزائین و مخفیات میں اثر عظیم رکھتی ہے۔ عامل تجربہ بیں یقین کامل کے ساتھ لائے۔ تاکہ حقیقت قول مکشوف ہو اور اگر اس کو متضرع نہ ہو تو وہ تقصیر عامل کی وجہ سے ہو۔ شرائط و آداب اس لوح کی یہ ہیں۔ وفق حرفی کو اوپر ظاہر لکھیں کہ فعل اور اثر خصوصیت کے ساتھ ہو کسی ساعت میں لکھیں۔ وفق عددی کو پشت پر لکھیں۔ فعل اس کا ساتھ طبیعت کے ہے۔

الواح یہ ہیں۔

کھیعص

ص	ع	ی	ھ	ک
ی	ھ	ک	ص	ع
ک	ص	ع	ی	ھ
ع	ی	ھ	ک	ص
ھ	ک	ص	ع	ی

صادق

۹۰	۷۰	۱۰	۵	۲۰
۱۰	۵	۲۰	۹۰	۷۰
۲۰	۹۰	۷۰	۱۰	۵
۷۰	۱۰	۵	۲۰	۹۰
۵	۲۰	۹۰	۷۰	۱۰

چہاردہ معصومین کے حجاب

ان پاک و مطہر ہستیوں کے انوار تخلیق موجودات سے کئی ہزار سال پہلے تسبیح خدا میں مشغول تھے۔ ان انوار نے بارہ حجاب طے فرمائے اور ہر حجاب میں ایک مخصوص تسبیح پڑھی جو ذیل ہیں۔

۱۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی

۲۔ سُبْحَانَ عَالِمَ السِّرِّ

۳۔ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ دَائِمٌ لَا يَسْهُوْ

۴۔ سُبْحَانَ الرَّفِيْعَ الْاَعْلٰی

۵۔ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ قَائِمٌ لَا يَلْهُوْ

۶۔ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ غَنِیٌ لَا یَفْتَقِرُ

۷۔ سُبْحَانَ الْعَلِیْمُ الْکَرِیْم

۸۔ سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ الْعَظِیْم

۹۔ سُبْحَانَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْن

۱۰۔ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ

۱۱۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ

۱۲ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم

معصومینؑ کی تسبیح ہے اس سے زیادہ لکھنا ہی کیا ہے۔ اگر کوئی شخص شرائط متعینہ کے ساتھ ہر روز ایک کلمہ کو ایک ہزار بار پڑھا کرے تو بارہ روز کے بعد حسب استحقاق انشاء اللہ جو چاہے حاصل کرے۔

اگر علیحدہ مکان یا جگہ یا مسجد میں طہارت کے علاوہ بخور عطر وغیرہ بوقت ورد استعمال کرے بڑی چیز نہیں کہ وہ مقام ورد پہ ہی ایسے مشاہدے کرے جن کے انکشافات سے مانع ہوں۔ یہ سب قاری کی عبادت ریاضت ایمان و یقین پہ منحصر ہے۔

خالی ہاتھ ان ہستیوں سے واپس آج تک نہیں سنا۔ البتہ دشمن رسولؐ خدا اور اہلبیت اطہار کچھ نفع نہ حاصل کرے۔

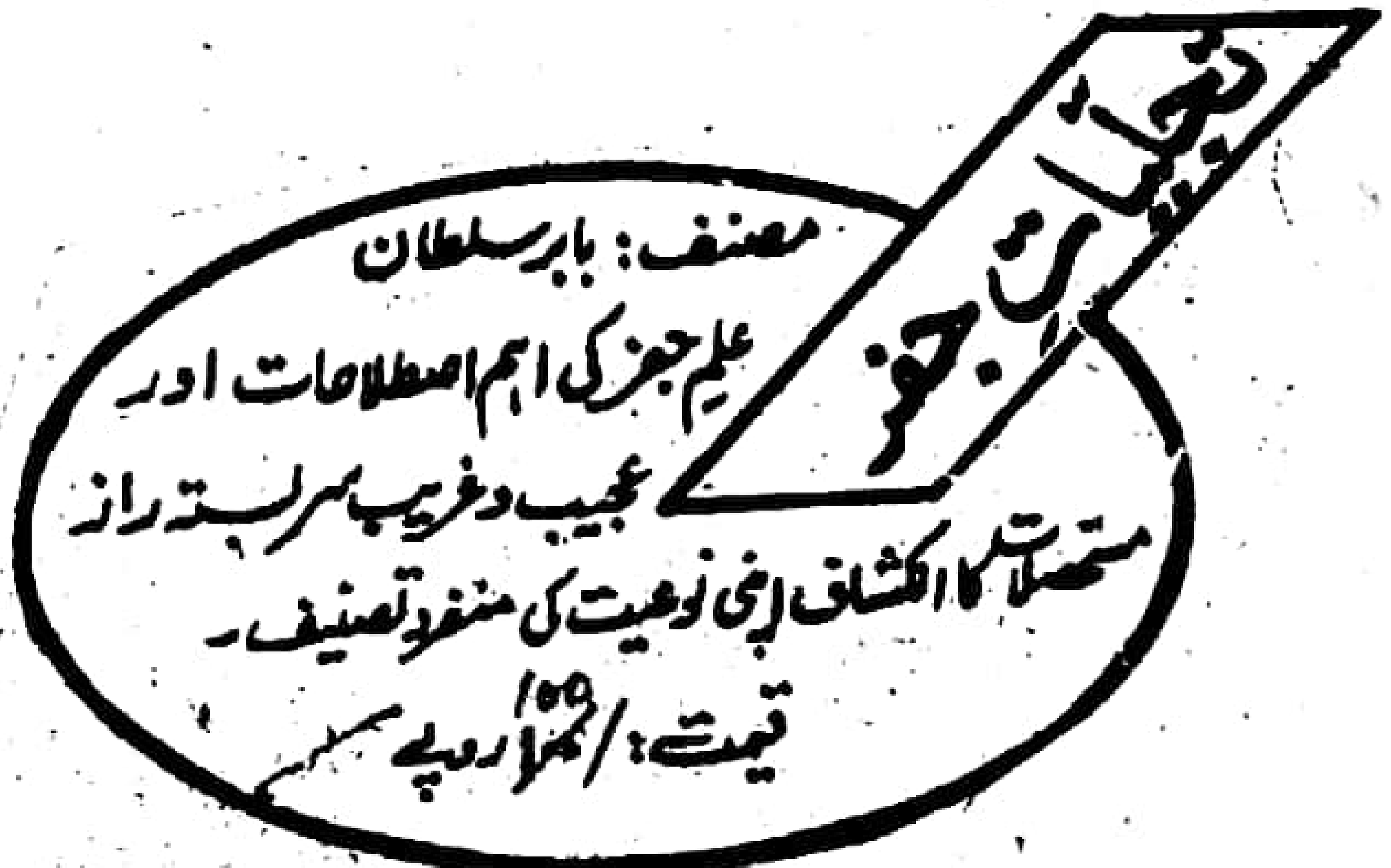

مہرِ نبوت کی مختلف اشکال (بنقوش)

اگر کاتب اور کاری ان دونا موں کا حامل اس لوح معظم کا ہو تو عمل اس کا اتم اور اکمل اور نتیجہ بروجہ احسن السیر میسر ہو اور اس نقش مربع کے رکھنے میں بھی خواص عجیب و بسیار رکھے ہیں۔ مثل رفع قساوت وقلب و رفع احتیاج باسمائے حبس و خلاصی فقر و فاقہ سے وہ لوح معظم و محترم یہ ہیں۔

۳۰	۶	۱۰	۱۰۰	۱۰	۸
۱۰	۱۰۰	۴۰	۸	۱۰	۶
۱۰	۸	۶	۱۰	۴۰	۱۰۰
۸	۱۰	۱۰۰	۱۰	۶۶	۴۰
۱۰۰	۴۰	۱۰	۶۰	۸	۱۰
۶	۱	۸	۴۰	۱۰۰	۱۰

م	و	ی	ق	ی	ح
ی	ق	م	ح	ی	و
ی	ح	و	ی	م	ق
ح	ی	ق	ی	و	م
ق	م	ی	و	ح	ی
و	ی	ح	م	ق	ی

اما حصہ سوئم میں صورتیں مہر نبوت کی اور نقوش نعلین مبارک جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واسطے زیارت و مشاہدہ مومنین و مومنات بنابر حصول برکت و

حسنات و ثواب آخرت۔ صاحب رسالہ نور العیون لکھتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو کوئی مہر نبوت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے بعد نماز صبح کے تو ثواب پچاس حج حضرت آدم علیہ السلام کا پائے گا اور اگر بعد نماز ظہر کے دیکھے تو دو سو حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ثواب پائے گا۔ اور اگر بعد نماز عصر کے دیکھے پانچ سو حج مثل حج حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ثواب پائے گا اور اگر بعد نماز مغرب دیکھے تو ساٹھ حج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ثواب حاصل کرے گا اور اگر بعد نماز عشاء دیکھے تو اس قدر ثواب پائے کہ اس نے ہزار حج مثل حج حضرت رسول مقبولؐ کے ادا کئے ہوں اور ہزار بندے آزاد کئے ہوں اور ہزار بھوکے بندوں کو سیر کیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

چونکہ کتب میں صورتیں مہر نبوت کی بنقوش مختلف نظر سے گذری ہیں لہٰذا سب نقوش مہر نبوت کے موافق تحریر اہل کتاب کے اس کتاب میں لکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ نقش اول مہر نبوت کا اس شکل سے دیکھا گیا ہے۔

حضرت علیؑ (غیر مسلم کی نظر میں)

کجا کرشن کا قصہ کجا امامِ زمنؑ !
مکاں ہے عرشِ بریں ان کا اُن کا بندرابن
کرشن جی کا رہا جمنا جی پہ گر مسکن
تو ناز کرتی ہے میرے رشی پہ نہر لبن
وہ ہمراہی کرے جس کو نہ ہو خود اپنی سُدھ
منوجی ان کے برابر ہوئے نہ گوتم بدھ

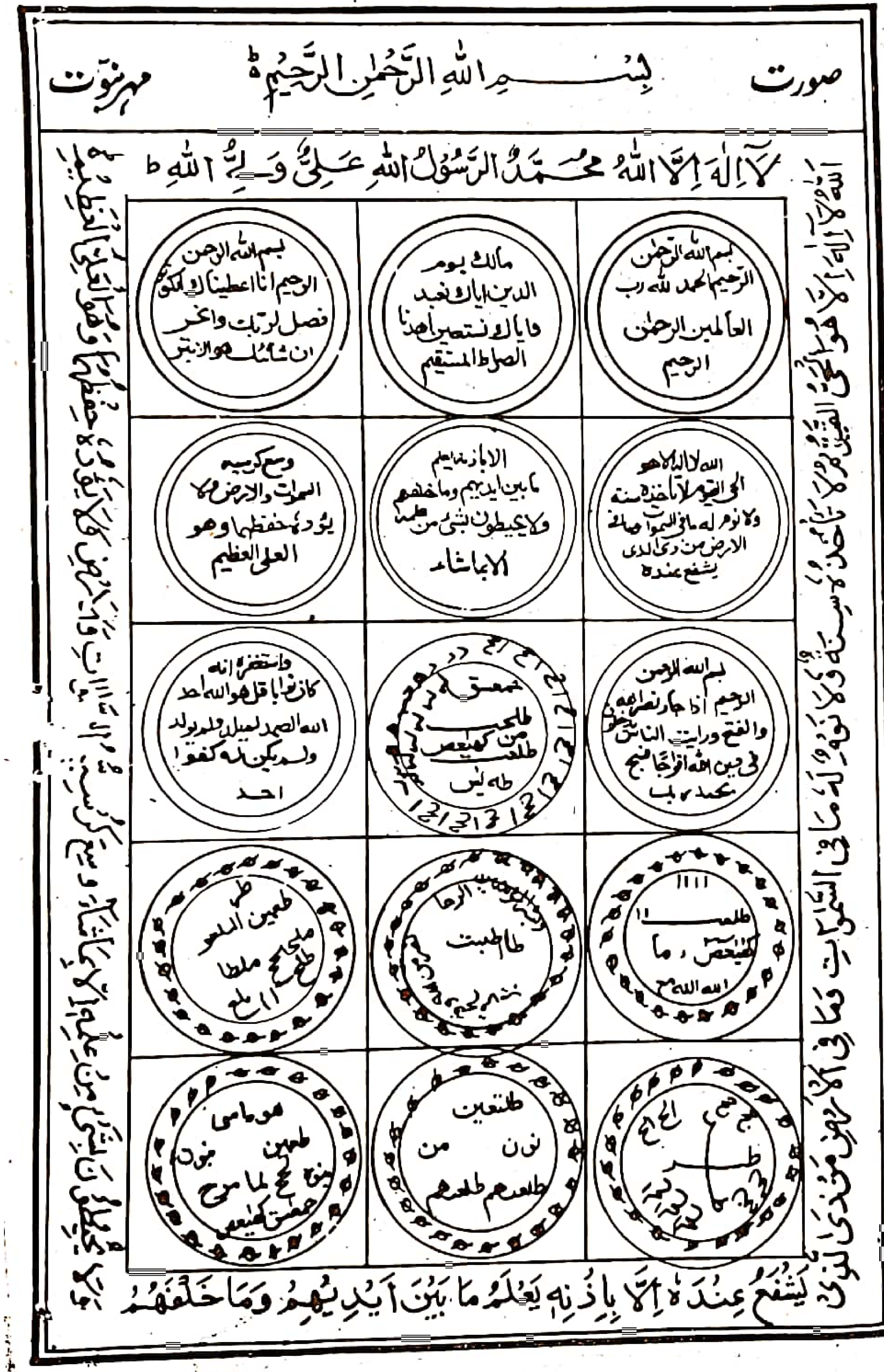

بعض نسخوں میں نقش مہر نبوت کا بایں شکل نظر سے گزرا ہے

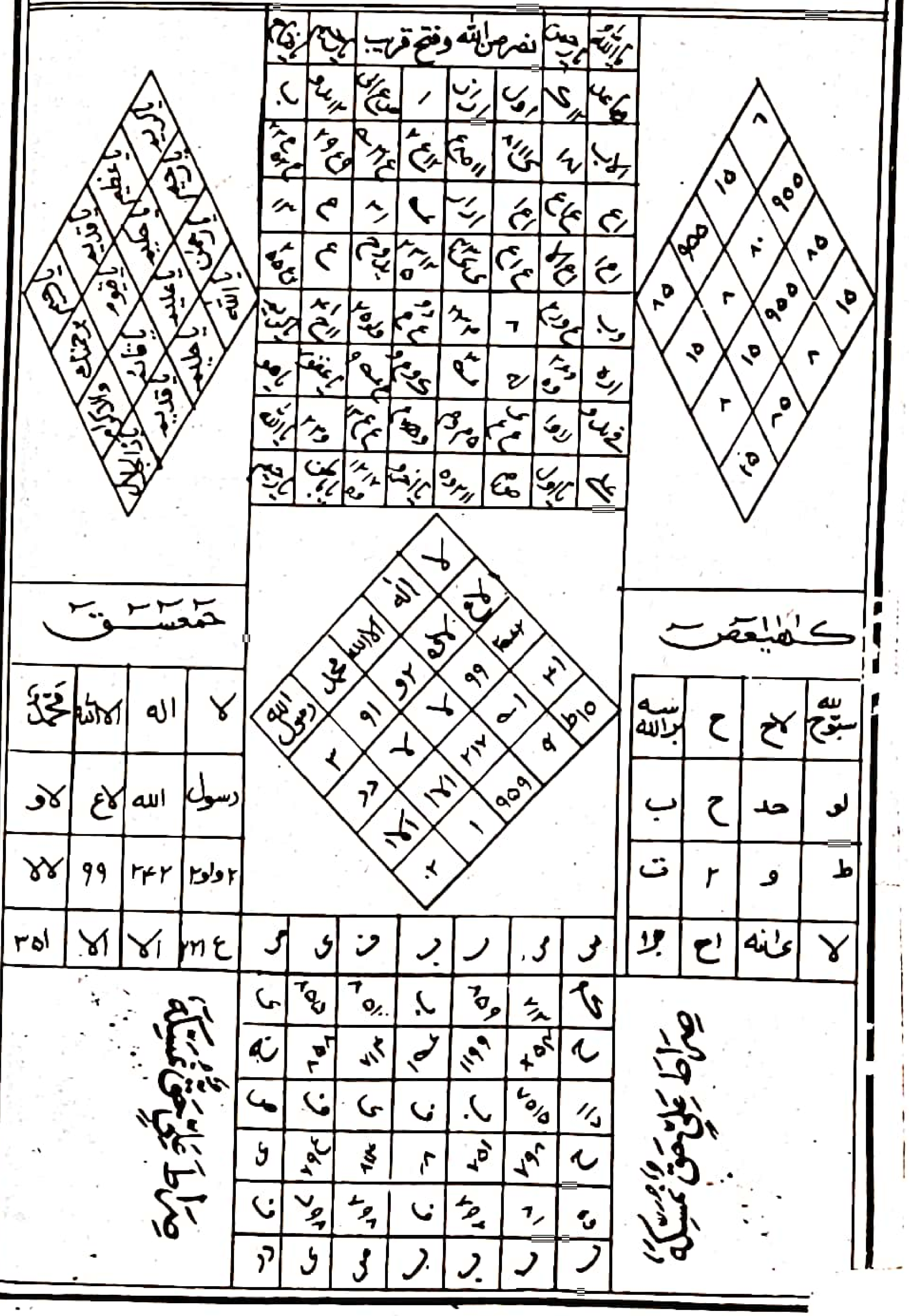

دیگر یہ بھی ایک شکل مہر نبوت کی کتب اخبار میں منقول ہے

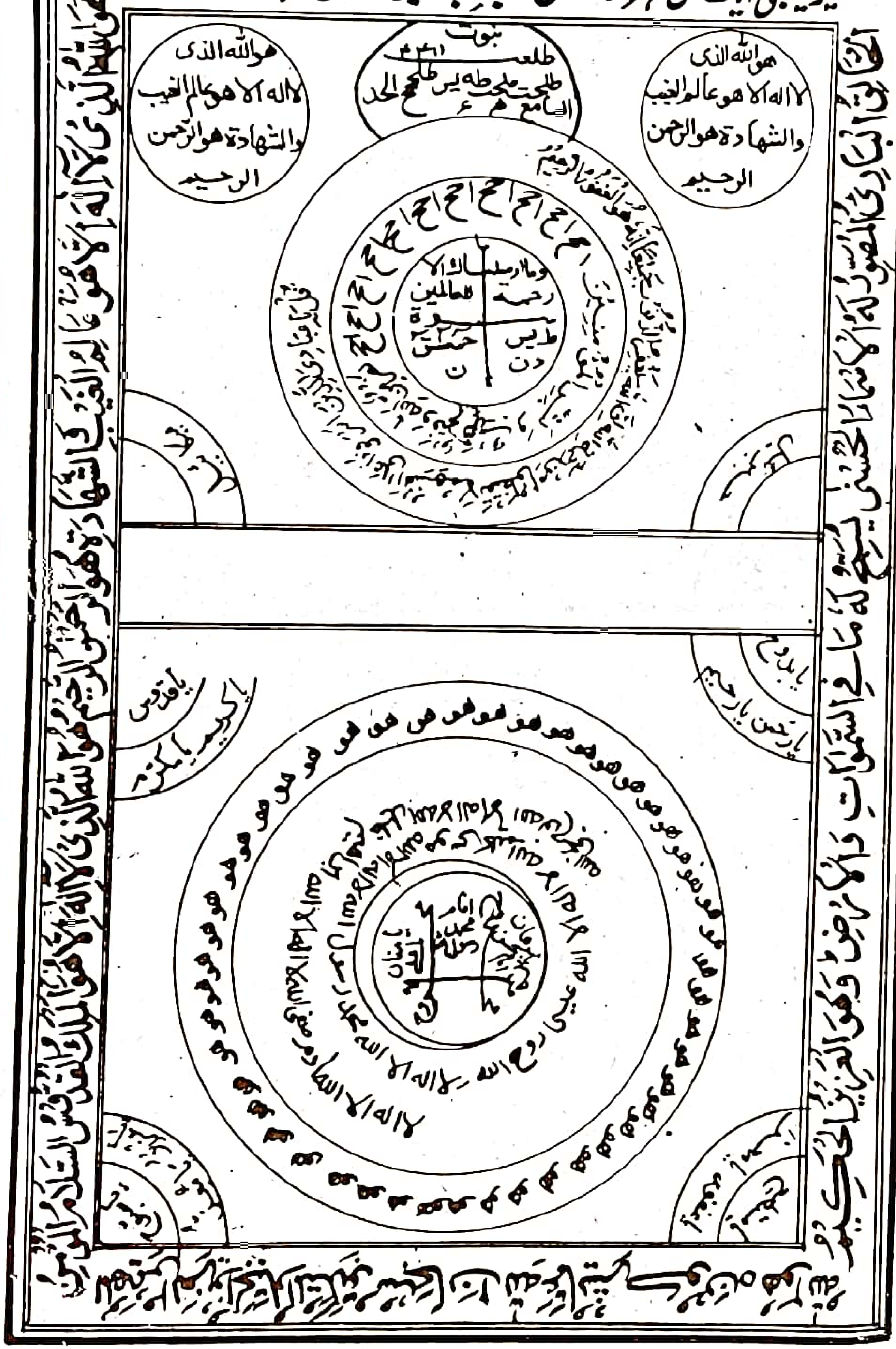

اور یہ شکل مہر نبوت کی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نظر سے گزری ہے

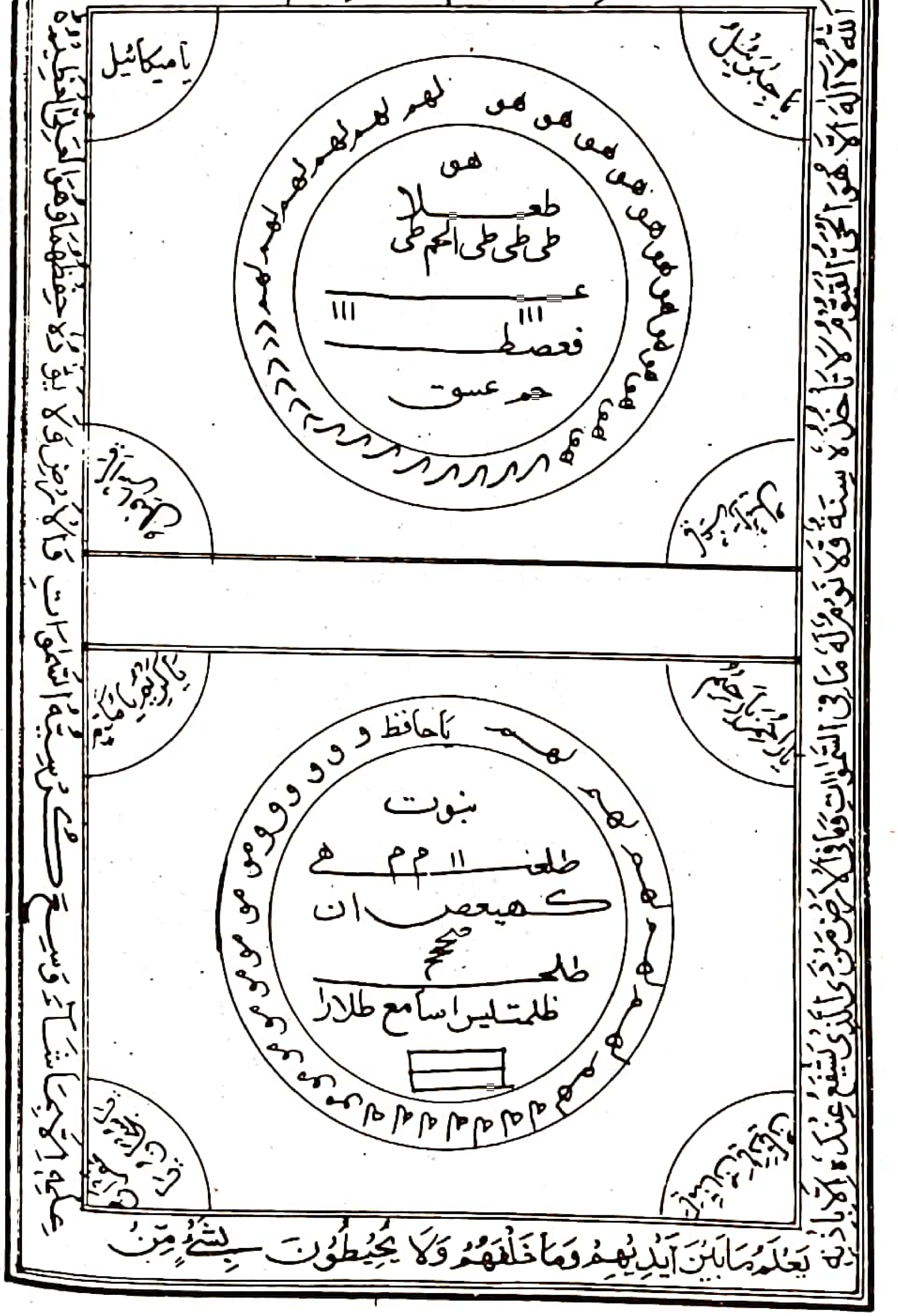

ایضاً صورت مہر نبوت

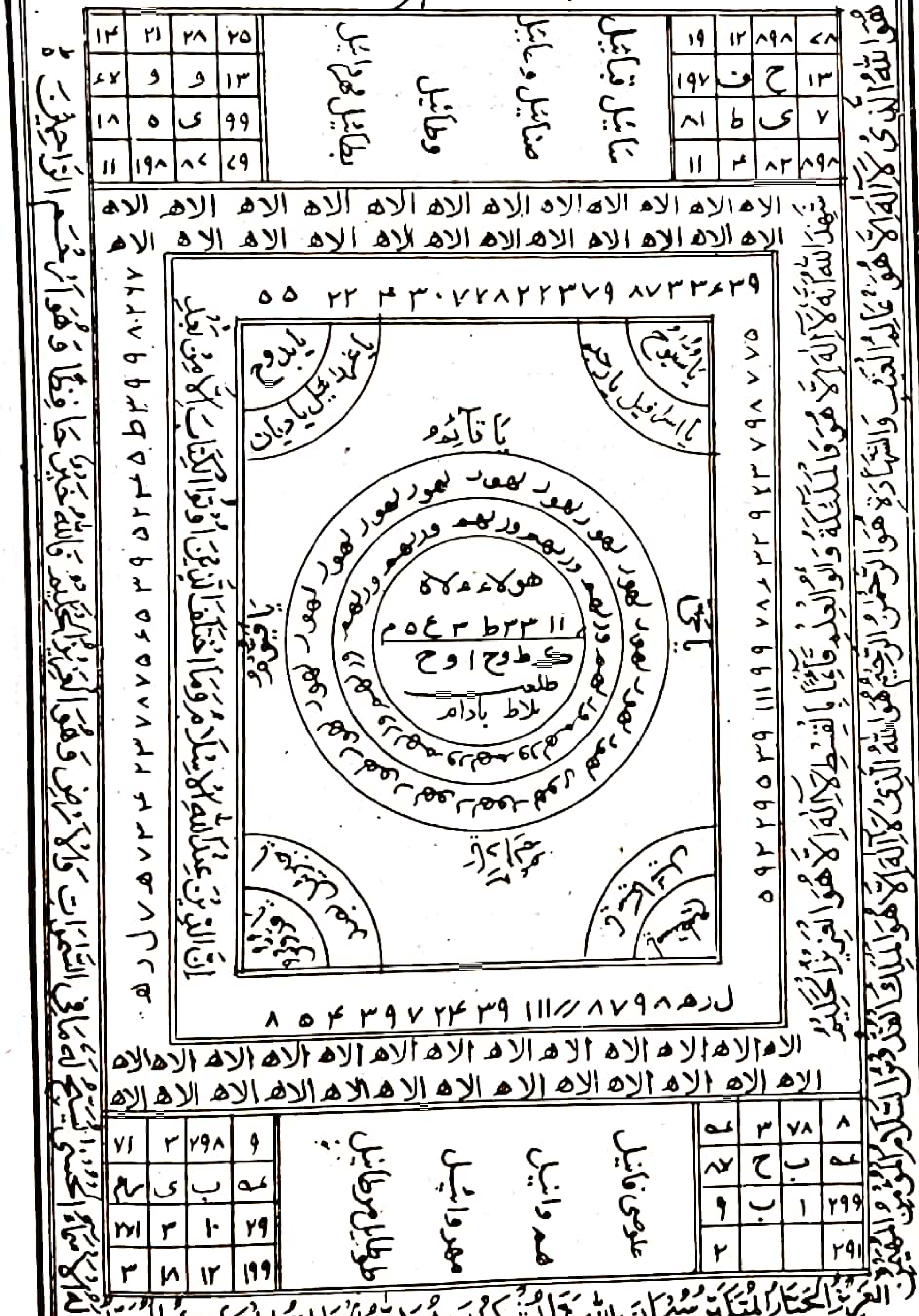

بعض نسخوں میں شکل مہر نبوت کی اس طرح پر لکھی ہے وہ یہ ہے

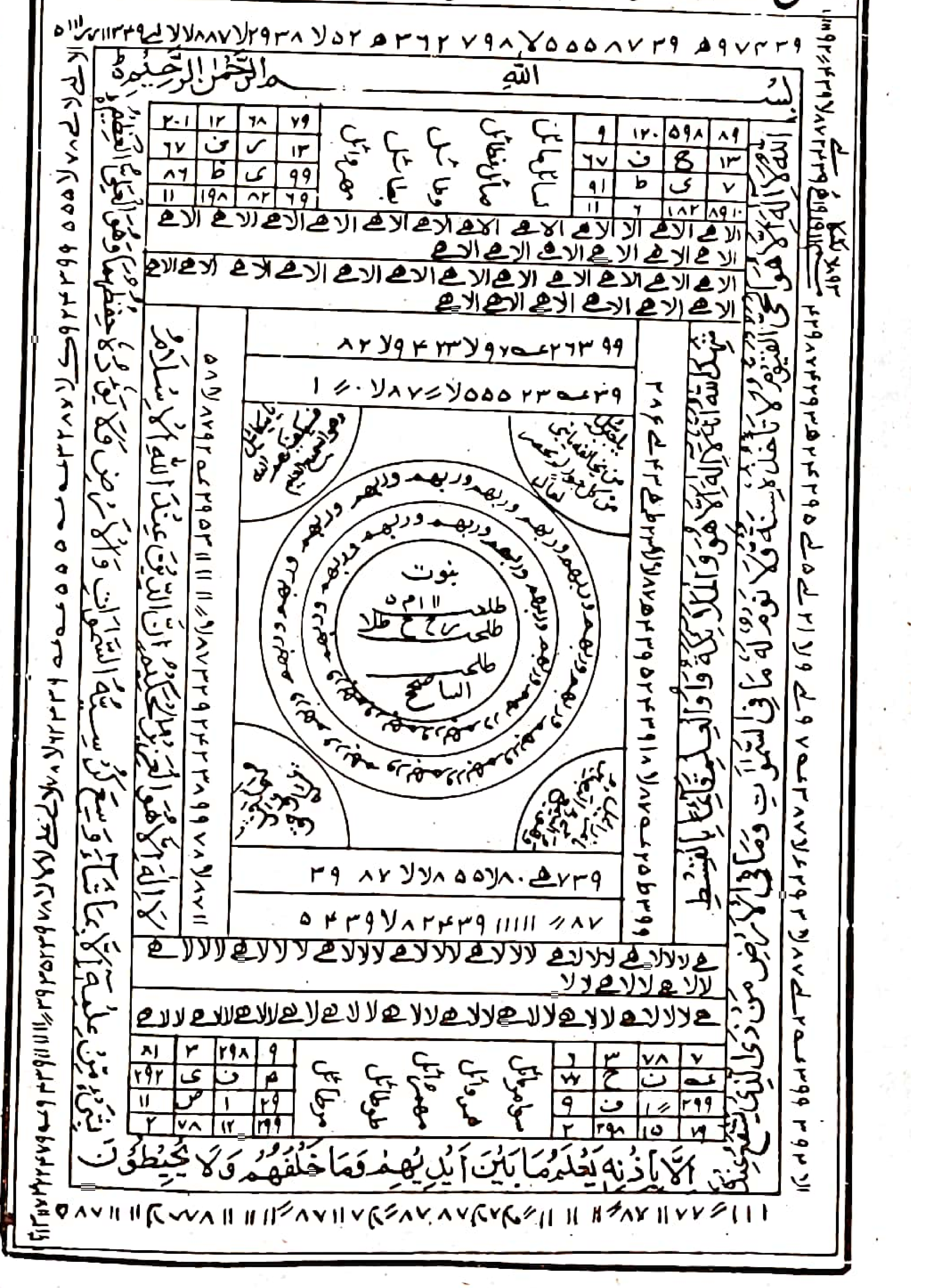

ایضاً صورت مہر نبوت

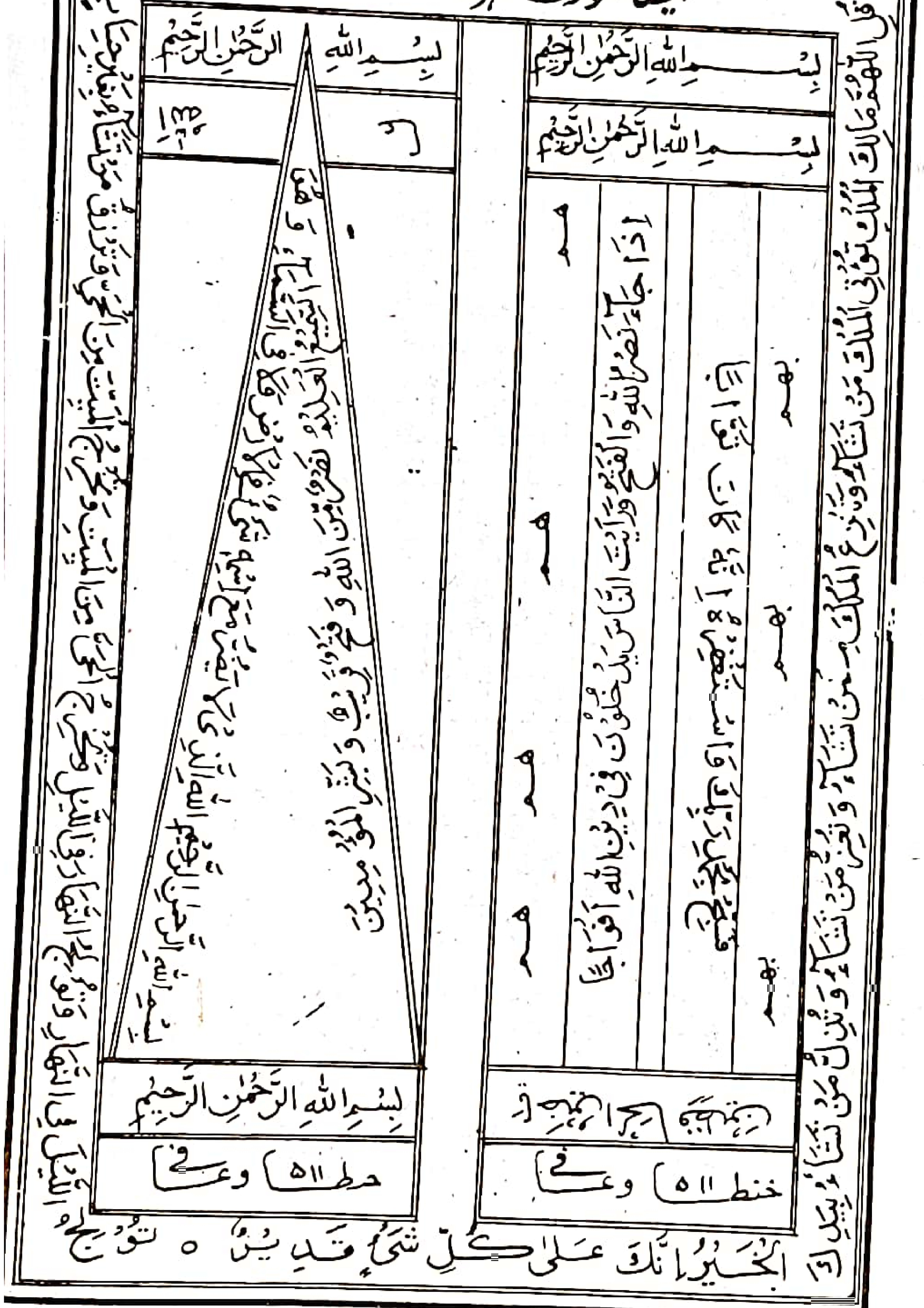

ایضاً نقش مہر نبوت

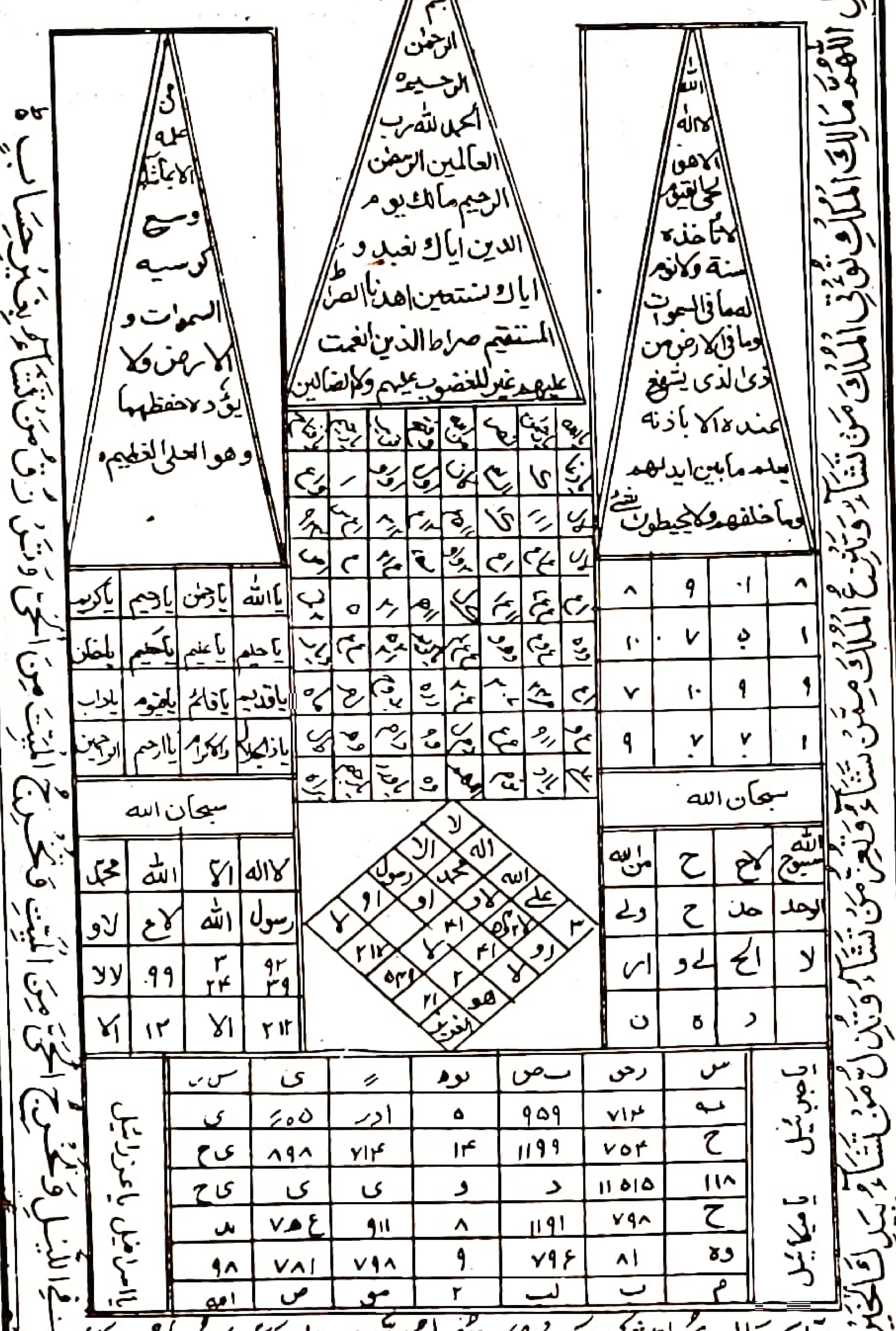

إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ

یہ شکل مبارک مشہور ہے ساتھ شانوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اُسکے دیکھنے مین فوایدِ بسیار اور خواص بیشمار لکھے ہین اور وہ نقش مبارک یہ ہے +

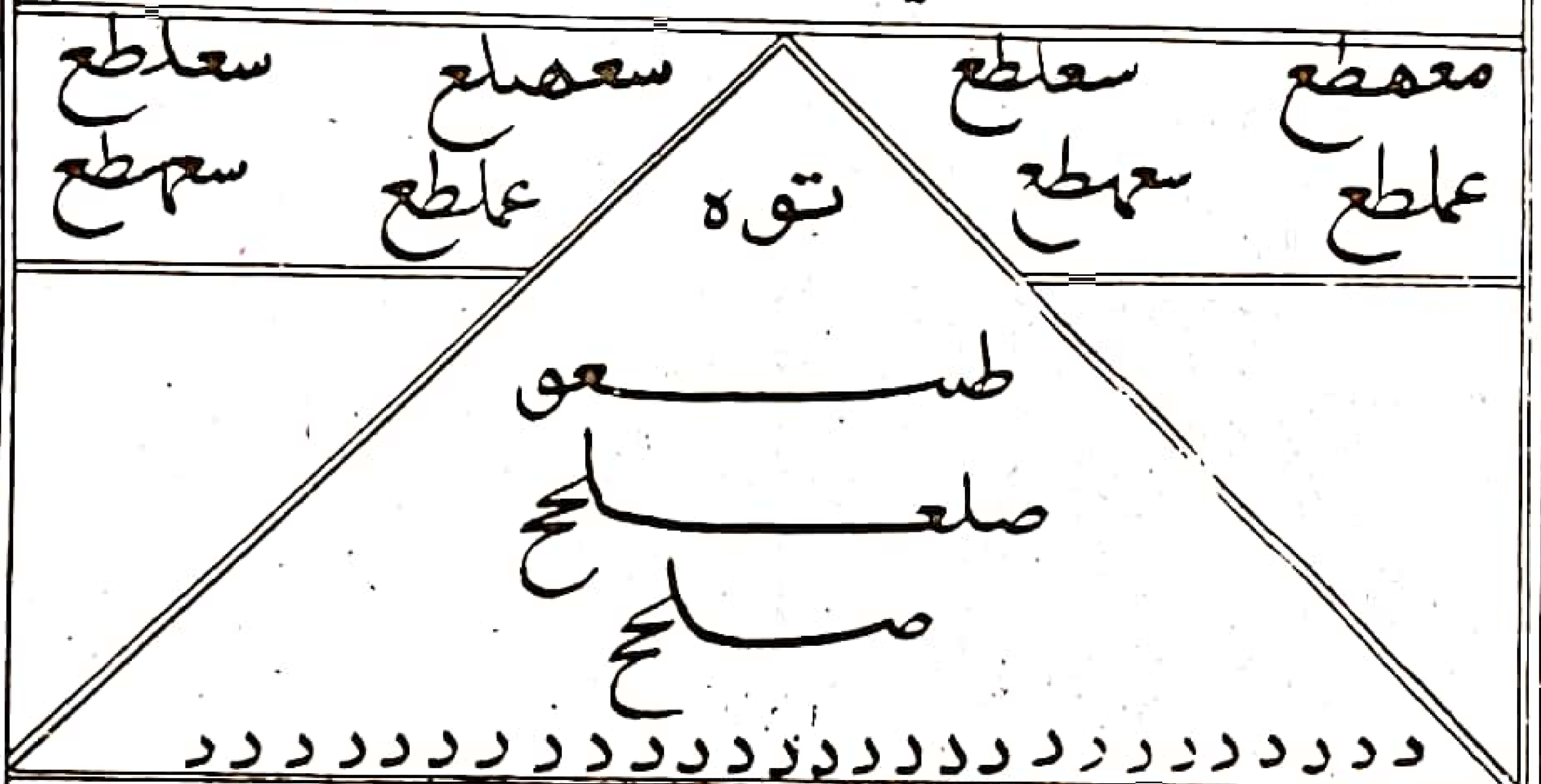

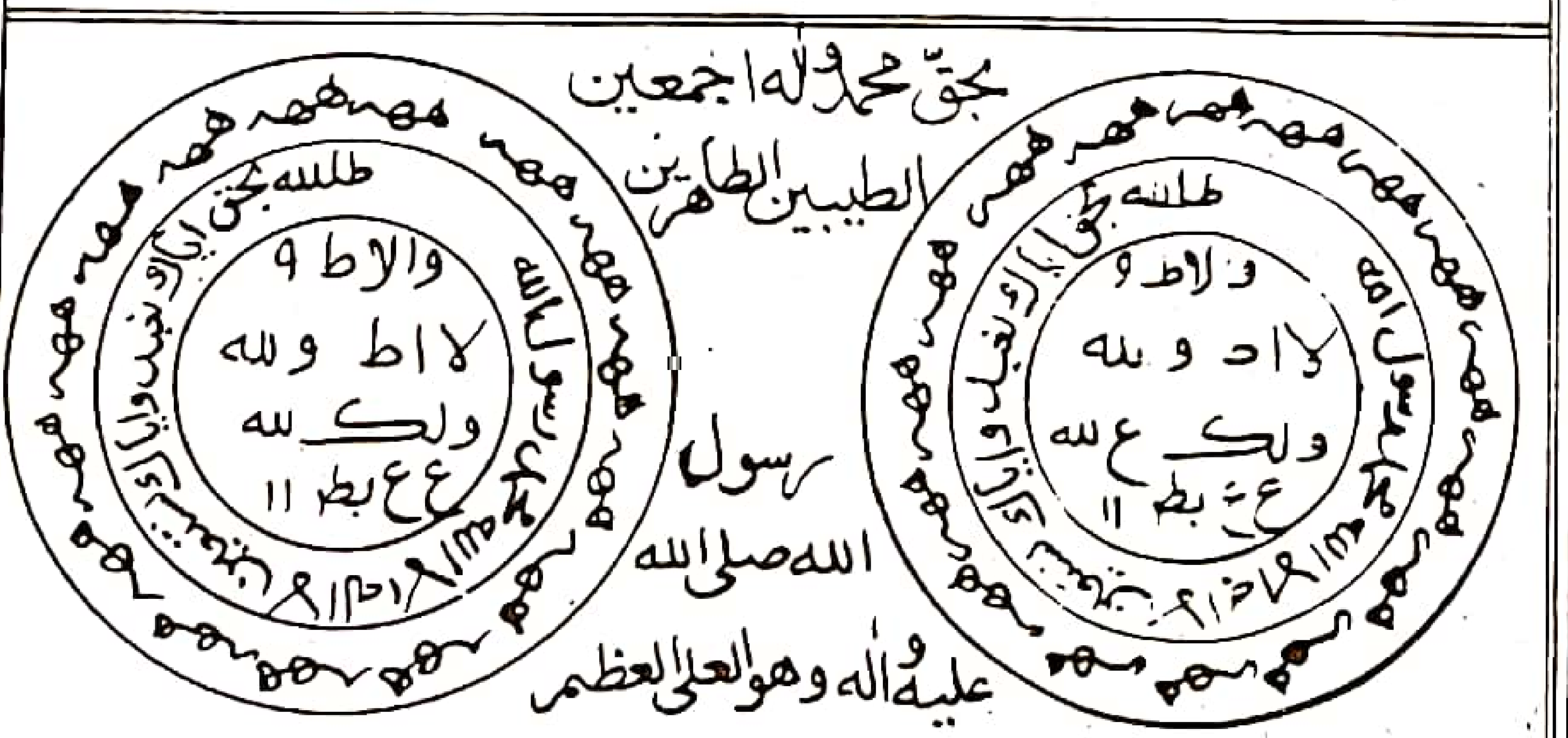

عماطح سعهلع سعطلع عماطح عمهطلع ابح صعهطع

نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ

كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِي بِوَلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ

منقول ہے کہ جو کوئی اس شکل مبارک کو دیکھے کہ یہ مشابہ ہے نعلین شریف جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو گویا اس نے ہزار بندے راہِ خدا میں آزاد کئے اور ہزار دینار تصدق کئے اور ہزار حج بجا لایا۔ یعنی جس قدر کہ ان تینوں عملوں کا ثواب ہے اسی قدر دیکھنے والے ان نقوش مقدس کے نامۂ اعمال میں ثبت ہوگا۔
وہ نقوش معظم یہ ہیں۔

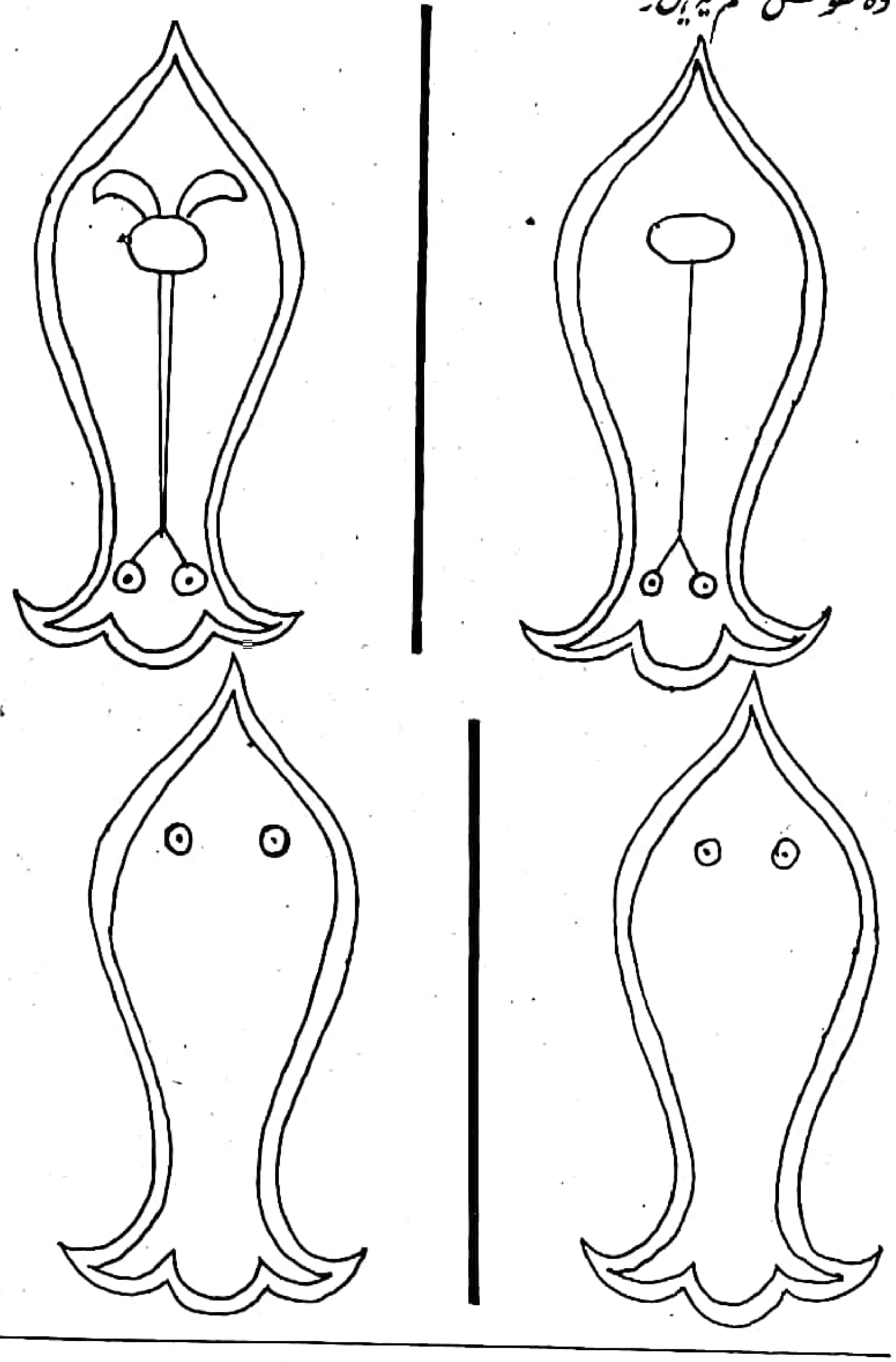

دیگر نقش مہر نبوت صاحب رسالہ حرز الامان لکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بعد نماز فجر اس مہر مبارک کو دیکھے تو اس کو پچاس حج کا ثواب عطا ہوگا اور جو بعد نماز ظہر دیکھے گویا اس نے تین سو حج ادا کئے ہوں اور جو کہ بعد نماز عصر دیکھے تو چار سو حج کا ثواب پائے اور جو شخص بعد نماز مغرب کے دیکھے تو ایسا ہے کہ جیسے اس نے چھ سو حج ادا کئے اور جو بعد نماز عشاء اس مہر مقدس کو ملاحظہ کرے تو نو سو ہزار حج کا ثواب اس کو ملے گا اور جو شخص اس میں شک لاوے وہ کافر ہے اور جو کوئی اس مہر خاتم کو ساتھ اپنے رکھے جمیع بلیات و آفات سے بے خوف ہو اور حضرت مرتضیٰ علیہ السلام ہمیشہ مہر خاتم رسولِ خدا کو اپنے پاس رکھتے تھے۔ چنانچہ بہ برکت اس مہر مبارک کے لڑائیوں میں دشمن پر فتح پاتے تھے اور اس مہر مقدس کی خاصیت یہی ہے کہ رکھنے والا اس مہر نبوت کا ہر طرح کی بلاؤں سے امین ہوگا۔ برکت اس مہر خاتم کے وہ نقش مبارک یہ ہے۔

یارحیم	یا اللہُ یا اللہُ یا لا اِلٰہ اِلا اللہُ محمدٌ رسولُ اللہ	ع	۵	ع	عو
		۲	۳	موعی	۶
یارحیم	یا رحیمُ یا رحیمُ	۲	۳	۳۹	۸
یارحیم	یا اللہُ یا علامُ یا رحمٰنُ یا رحیمُ	۸	۷	خو	حر

دیگر کتاب مذکور میں مسطور ہے کہ بروئے اخبار مہر نبوت درمیان دو کتف رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اور ماہ و خورشید سے زیادہ تر روشن تھی اور اس مہر مبارک ہی کی روشنی کا باعث تھا کہ سایہ قامت باکرامت کا شب ماہ یا دھوپ میں زمین پہ نہ

پڑھنا تھا۔ جو شخص ہر روز اس نقش مہر نبوت پر نظر کرے گویا اسنے جمال باکمال حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کی ہوگی اور پاس رکھنے والا اس مہر نبوت کا اس دنیا سے باہر نہ جائے گا جب تک کہ جگہ اپنی بہشت میں نہ دیکھے گا اور دارندہ اس نقش کا آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھے گا اور جو شخص پیغمبر صلعم خدا کو خواب میں دیکھے وہ گناہوں سے پاک ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو وصیت فرمائی تھی کہ اس مہر کو آپس میں پہنچا دیں اور مسلمانوں سے باز نہ رکھیں اور فاسق کو بھی سکھائیں اور جو شخص اس مہر نبوت کو عزیز رکھے اور ساتھ اپنے نگاہ رکھے۔ یہ نقش مقدس اس کو نظر میں بادشاہوں اور سلاطین کے عزیز و محترم رکھے گا اور رکھنے والا اس مہر نبوت کا جملہ خوف و خطر اور جمیع بلیات سے ایمن ہوگا اور زبان خلائق اس پر بستہ ہوگی اور سحر و جادو اس پر کارگر نہ ہوگا اور اگر منہ اپنا طرف قبلہ کے کرکے اس نقش مقدس کو درمیان دو کتف اپنے کے باندھے اور کسی لڑائی میں آئے اگر سو ہزار آدمی اس کے دشمن ہوں گے بہ برکت اس مہر نبوت کے وہ سلامت رہے گا اور اگر بادشاہ کسی کے واسطے قتل کا حکم دے پس اس نقش کو لکھے اور اپنے بازو پر باندھے اور اس بادشاہ کے سامنے جائے تو غضب بادشاہ کا مبدل بلطف و شفقت کے ہوگا اور سر قتل اس کے سے گزرے گا۔ وہ نقش یہ ہے۔

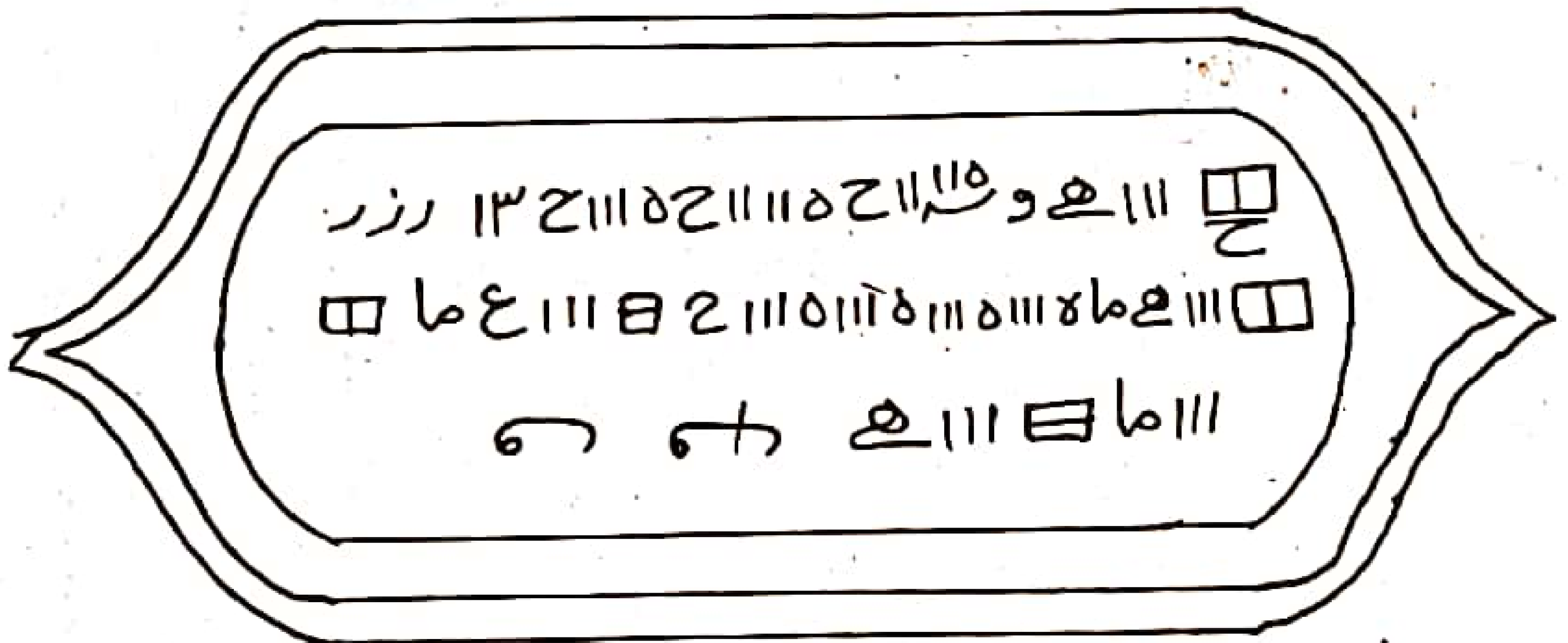

اور ایک نقش مہر نبوت کتاب ضیاء العیون مطبوعہ طہران سے استخراج ہوا ہے اس کی اسناد میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے وارد ہے کہ جو کوئی مہر نبوت کو دیکھے بعد نماز صبح تو گویا اس نے پچاس حج حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ

ادا کیے اور اگر بعد نماز ظہر کے نگاہ کرے تو گویا ستر حج مانند حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بجالایا اور جو کوئی بعد نماز عصر کے دیکھے تو گویا تین سو حج مانند حضرت یونس کے ادا کیے اور بعد نماز مغرب کے سات سو حج مثل حضرت موسیٰ کے بجالایا ہو اور بعد عشاء کے ہزار حج مانند حضرت عیسیٰ کے بجالایا ہو اور مرگ مفاجات اور تنگی قبر سے بچا رہے وہ نقش معظم یہ ہے

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمَانَ وَاِنَّهٗ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰهِ

بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا

دیگر ایک نقش معظم ہے اسکی اسناد میں بحوالہ کتاب السنون میں شیخ ابو عبداللہ بجانی نے نقل کیا ہے کہ جو کوئی ہر روز ستر مرتبہ طرف اس شکل کے نگاہ کرے اور وقت دیکھنے کے آیۃ الکرسی ایک مرتبہ پڑھے خداوند عالم اسکو نظر خلائق میں معزز و مکرم کرتا ہے اور اگر کوئی اس شکل کو لکھ کر اپنے پاس رکھے خدا تعالیٰ اسکو شر ظالموں اور دشمنوں اور بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے وہ یہ ہے۔

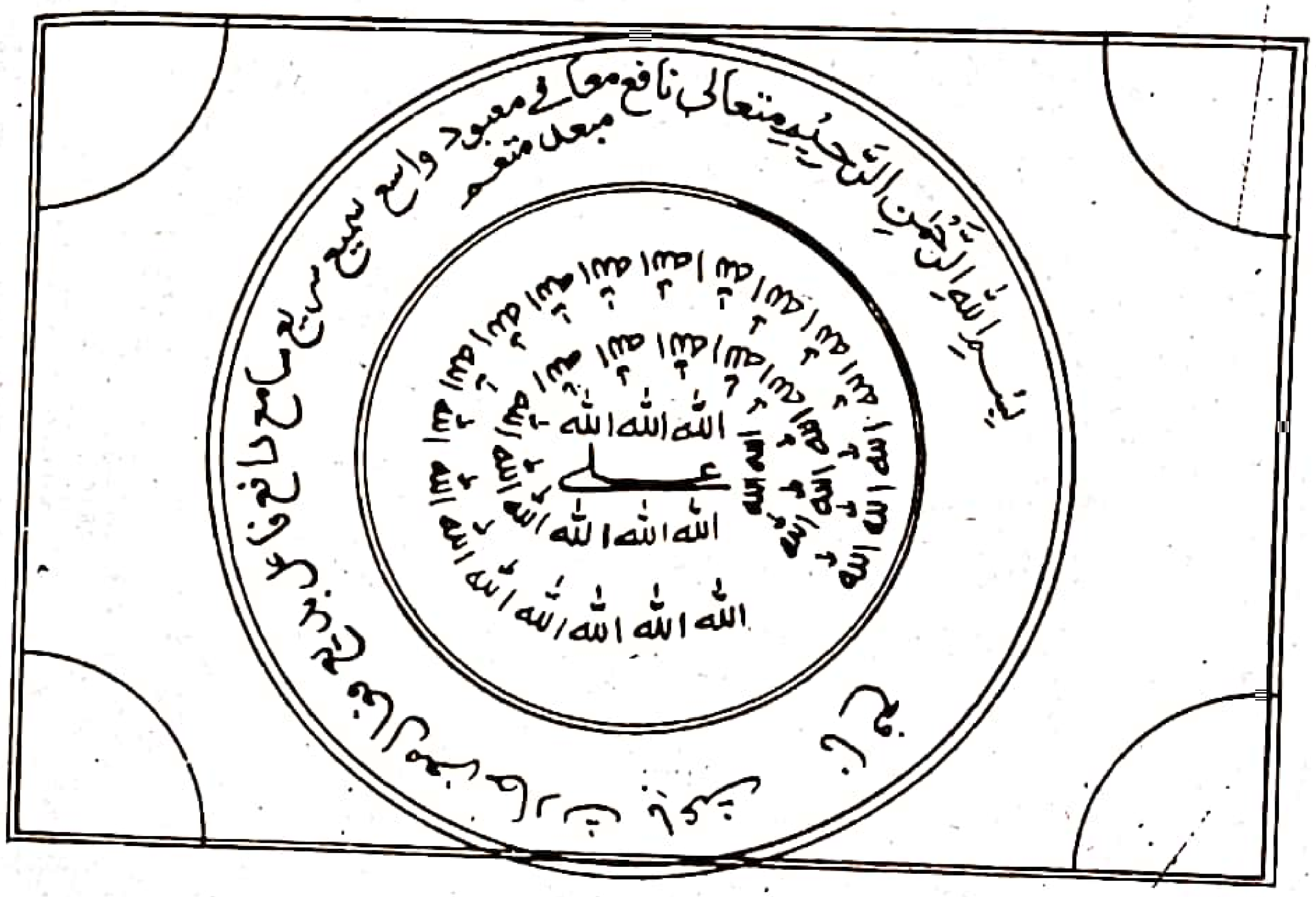

علیؑ ہیں راکب دوش نبیؐ ، علیؑ سرور
علیؑ امیر، علیؑ امیر حق ، علیؑ رہبر
علیؑ وصیؐ بلا فصل ساقیٔ کوثر
علیؑ امام دریٔ مرتضیٰ ، علیؑ حیدر
کوئی علیؑ سا مہابیر کب ہے بھارت میں
خدا ملا ہے اسی دیوتا کی سنگت میں
(ایک غیر مسلم کی نظر میں)

ادعیۂ دوازدہ ساعات، دوازدہ امام علیہم السلام

دعائے نادِ علی کبیر واسطے دشمن کے تیر بہدف ہے اور دیگر مطالب کے واسطے بھی مفید ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ
عَوْنًا لَّكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَّغَمٍّ إِلَى اللّٰهِ حَاجَتِيْ وَعَلَيْهِ مُعَوَّلِيْ
كُلَّمَا رَمَيْتُ مُتَقَاضِيْ فِي اللّٰهِ وَبِيَدِ اللّٰهِ لِيْ وَلِيُّ اللّٰهِ لِيْ أَدْعُوْكَ
كُلُّ هَمٍّ وَّغَمٍّ سَيَنْجَلِيْ بِعَظَمَتِكَ يَا اللّٰهُ وَبِنُبُوَّتِكَ يَا مُحَمَّدُ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبِوَلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ
يَا عَلِيُّ أَدْرِكْنِيْ بِحَقِّ لُطْفِكَ الْخَفِيِّ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ
اللّٰهُ أَكْبَرُ أَنَا مِنْ شَرِّ أَعْدَائِكَ بَرِيْءٌ بَرِيْءٌ بَرِيْءٌ بَرِيْءٌ اللّٰهُ صَمَدِيْ
بِحَقِّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ يَا أَبَا الْغَيْثِ أَغِثْنِيْ يَا عَلِيُّ
أَدْرِكْنِيْ يَا قَاهِرَ الْعَدُوِّ وَيَا وَالِيَ الْوَلِيِّ يَا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ
يَا مُرْتَضٰى عَلِيُّ يَا قَهَّارُ تَقَهَّرْتَ بِالْقَهْرِ وَالْقَهْرُ فِيْ قَهْرِكَ
يَا قَهَّارُ يَا ذَا الْبَطْشِ الشَّدِيْدِ أَنْتَ الْقَاهِرُ الْجَبَّارُ الْمُهْلِكُ

Scanned with CamScanner

الْمُنْتَقِمُ الْقَوِيُّ الَّذِيْ لَا يُطَاقُ انْتِقَامُهٗ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْ
اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ وَالْحُكْمُ لَهٗ وَاحِدٌ لَا اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ط حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ
الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ اَغِثْنِيْ يَا اَرْحَمَ
الْمَسَاكِيْنَ ارْحَمْنِيْ يَا عَلِيُّ اَدْرِكْنِيْ يَا عَلِيُّ اَدْرِكْنِيْ يَا عَلِيُّ
اَدْرِكْنِيْ بِرَحْمَتِكَ وَمَنِّكَ وَجُوْدِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط

شیخ طوسیؒ اور سید ابن باقی اور شیخ کفعمیؒ نے ہر روز کو بارہ ساعتوں پر منقسم کیا ہے اور ہر ساعت کو ایک امام آئمہ اثنا عشر کے ساتھ نسبت دی ہے اور ہر ساعت کے ساتھ ایک دعا ہے۔

ساعتِ اوّل: ہر روز کی طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور اس وقت کی دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الظَّلَامِ وَالْفَلَقِ وَالْفَجْرِ وَالشَّفَقِ وَاللَّيْلِ
وَمَا وَسَقَ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ خَالِقَ الْاِنْسَانِ مِنْ عَلَقٍ اَظْهَرْتَ
قُدْرَتَكَ بِبَدِيْعِ صَنْعَتِكَ وَخَلَقْتَ عِبَادَكَ لِمَا كَلَّفْتَهُمْ
لِعِبَادَتِكَ وَهَدَيْتَهُمْ بِكَرَمِ فَضْلِكَ اِلٰى سَبِيْلِ طَاعَتِكَ
وَتَقَرَّبْتَ فِيْ مَلَكُوْتِكَ بِعَظِيْمِ السُّلْطَانِ وَتَوَدَّدْتَ اِلٰى
خَلْقِكَ بِالْاِحْسَانِ وَتَعَرَّفْتَ اِلٰى بَرِيَّتِكَ بِجَسِيْمِ الْاِمْتِنَانِ
يَا مَنْ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ
شَاْنٍ اَسْئَلُكَ اَللّٰهُمَّ بِمُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ الَّذِيْ نَزَلَتْ
بِهِ الرُّوْحُ عَلٰى قَلْبِهٖ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ
مُّبِيْنٍ ه وَبِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اِبْنِ عَمِّ الرَّسُوْلِ
وَبَعْلِ الْكَرِيْمَةِ الْبَتُوْلِ الَّذِيْ فَرَضْتَ وَلَايَتَهٗ عَلَى الْخَلْقِ وَكَانَ
يَدُوْرُ حَيْثُ دَارَ الْحَقُّ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ
فَقَدْ جَعَلْتُهُمْ وَسِيْلَتِيْ وَقَدَّمْتُهُمْ اَمَامِيْ وَبَيْنَ يَدَيْ

حَوَائِجِيْ اَنْ تَغْفِرَ ذَنْبِيْ وَتُطَهِّرَ قَلْبِيْ وَتَسْتُرَ عَيْبِيْ وَتُفَرِّجَ
كَرْبِيْ وَتُبَلِّغَنِيْ مِنْ طَاعَتِكَ عِبَادَتِكَ نِهَايَةَ اَمَلِيْ وَتَقْضِيَ
لِيْ حَوَائِجَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا رَبَّ
الْعَالَمِيْنَ ه

ساعتِ دوم: طلوع آفتاب سے تا برطرف ہونے زردی بقدر ایک نیزہ بلند ہونے آفتاب کے اور یہ ساعت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور اس وقت کی دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ يَا خَالِقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَالِكَ الْبَسْطِ وَالْقَبْضِ وَ
مُدَبِّرَ الْاِبْرَامِ وَالنَّقْضِ وَمَنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ
السُّوْٓءَ وَجَعَلَ عِبَادَهٗ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ يَا مَالِكُ يَا جَبَّارُ يَا وَاحِدُ
يَا قَهَّارُ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ يَا مَنْ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ
يَا مَنْ لَا يُمْسِكُ مِنْ خَشْيَةِ الْاِنْفَاقِ وَلَا يُقَطِّرُ خَوْفَ الْاِمْلَاقِ يَا كَرِيْمُ
يَا رَزَّاقُ يَا مُبْتَدِعُ بِالنِّعَمِ قَبْلَ اسْتِحْقَاقِهَا وَيَا مَنْ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ
بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ كَبُرَتْ
نِعْمَتُكَ عَلَيَّ وَصَغُرَ فِيْ جَنْبِهَا شُكْرِيْ دَوَامَ غِنَاكَ عَلَيَّ وَعَظُمَ اِلَيْكَ
فَقْرِيْ وَاَسْئَلُكَ يَا عَالِمَ سِرِّيْ وَجَهْرِيْ يَا مَنْ لَا يَقْدِرُ سِوَاهُ عَلٰى
كَشْفِ ضُرِّيْ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدِنِ الْمُخْتَارِ وَحُجَّتِكَ
عَلَى الْاَبْرَارِ وَالْفُجَّارِ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِيْنَ الْاَخْيَارِ وَاَتَوَسَّلُ
اِلَيْكَ بِالْاَنْزَاعِ الْبَطِيْنِ عِلْمًا بِالْاِمَامِ الزَّكِيِّ الْحَسَنِ الْمَقْتُوْلِ سَمًّا
فَقَدِ اسْتَشْفَعْتُ بِهِمْ اِلَيْكَ وَقَدَّمْتُهُمْ اَمَامِيْ وَبَيْنَ يَدَيْ حَوَائِجِيْ
فَاَسْئَلُكَ اَنْ تَزِيْدَنِيْ مِنْ لَّدُنْكَ عِلْمًا وَتَهَبَ لِيْ حُكْمًا وَتَجْبُرَنِيْ
كَسْرِيْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِالتَّقْوٰى صَدْرِيْ وَتَرْحَمَنِيْ اِذَا انْقَطَعَ مِنَ الدُّنْيَا
اَثَرِيْ وَتَذْكُرَنِيْ اِذَا نَسِيَ ذِكْرِيْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ ه

ساعتِ سوم

ساعتِ سوم وقت اس کا برطرف ہونے زردیِ آفتاب سے تا بلند ہونے آفتاب کے ہے تا اوّل چاشت یہ ساعت امام حسین سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور اس وقت کی دعا یہ ہے۔

اللّٰھمّ ربّ الارباب و مسبّب الاسباب و مالک الرّقاب و مسخّر
السّحاب و مسھّل الصّعاب یا علیم یا توّاب یا کریم یا وھّاب
یا مفتّح الابواب یا من حیث ما دعی اجاب یا من لیس لہ حاجب
و لا بوّاب یا من لیس لخزائنہ قفل و لا باب یا من لا یرخی علیہ
ستر و لا یضرب من دونہ حجاب یا من یرزق من یشاء بغیر
حساب یا غافر الذّنب و یا قابل التّوب شدید العقاب قل ھو
اللہ ربّی لا الٰہ الّا ھو علیہ توکّلت و الیہ متاب۔ اللّٰھمّ انقطع
الرّجاء الّا من فضلک و خاب الامل الّا من کرمک فاسئلک
بمحمّد رسولک و بصفیّک علیّ ابن ابی طالب ن الامام التّقیّ
الّذی اشتری نفسہ ابتغاء مرضاتک و جاھد النّاکثین علی صراط
طاعتک فقتلوہ ساعیا ظمآنا و ھتکوا حرمتہ بغیا و عدوانا و حملوا
رأسہ فی الآفاق و احلّوہ محلّ اھل العناد و الشّقاق۔ اللّٰھمّ فصلّ
علی محمّد و آلہ و جدّد علی الباقی علیک مخزیات لعنتک و استقامتک
و مردیات سخطک و نکالک۔ اللّٰھمّ انّی اسئلک بمحمّد و آلہ و
استشفع بھم الیک و اقدّمھم امامی و بین یدی حوائجی
ان لا تقطع رجائی من امتنانک و افضالک و لا تخیّب املی
فی احسانک و نوالک و لا تھتک السّتر المسدل علیّ من جھتک
و لا تغیّر عنّی عوائد طولک و نعمک و وفّقنی لما یقرّبنی الیک
و اصرفنی عمّا یباعدنی و اعطنی من الخیر افضل ممّا ارجوا
و اکفنی من الشّرّ ما اخاف و احذر برحمتک یا ارحم
الرّاحمین ہ

ساعتِ چہارم متعلق با امام زین العابدین علیہ السّلام

ساعتِ چہارم از اوّل چاشت تا اوّل وقت ظہر امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور اس وقت کی دعا یہ ہے:۔

اللّٰھمّ انت الملک المَلیک المالک و کلّ شیء سوی وجھک
الکریم ھالک سخّرت بقدرتک الغیوم السّواھک و علمت ما
فی البرّ و البحر و ما تسقط من ورقۃ فی ظلمات الحوالک و انزلت
من السّماء ماء فاخرجنا بہ من ثمرات مختلفا الوانھا و من
الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانھا و غرابیب سود و
من النّاس و الدّوابّ و الانعام مختلف الوانہ یا سمیع یا بصیر
یا برّ یا شکور یا رحیم یا غفور یا من یعلم خائنۃ الاعین و ما
تخفی الصّدور یا من لہ الحمد فی الاولی و الآخرۃ و ھو الحکیم
الخبیر و فاطر السّموات و الارض جاعل الملٰئکۃ رسلا اولی
اجنحۃ مثنی و ثلاث و رباع یزید فی الخلق ما یشاء۔ انّ اللہ
علی کلّ شیء قدیر اسئلک سؤال البائس الحسیر و التّضرّع الیک
تضرّع الضّریع الحقیر و اتوکّل الیک توکّل الخاشع المستجیر
واقف ببابک وقوف المؤمّل الفقیر و اتوجّہ الیک بالبشیر
النّذیر السّراج المنیر محمّد نبیّنا خاتم النّبیّین و بابن عمّہ
امیر المؤمنین و بالامام علیّ ابن الحسین زین العابدین و امام
المتّقین المخفیّ المتصدّقات و الخاشع فی الصّلوۃ و الدّائب
المجتھد فی المجتھدات ذی الثّفنات ان تصلّی علی محمّد
و آل محمّد فقد توسّلت بھم الیک و قدّمتھم امامی و
بین یدی حوائجی و ان تعصمنی من مواقعۃ معاصیک
و ترشدنی الی موافقۃ ما یرضیک و تجعلنی ممّن یؤمن
بک و یتّقیک و یخافک و یرتجیک و یراقبک و یستحیک و

يتقرب إليك بموالات من يوالیك ويتحبب إليك بمعاداة
من هو يعاديك ويعترف لك بعظيم نعمتك وأياديك برحمتك
يا أرحم الراحمين ؁

ساعت پنجم متعلق بامام محمد باقر علیہ السّلام

ساعتِ پنجم اوّل ظہر سے بقدر چہار رکعت از نافلہ ظہر اور یہ ساعت جناب امام باقر علیہ السّلام کے متعلق ہے اور اس وقت کی دُعا یہ ہے :۔

اللّٰهم أنت الله لا إله إلا أنت الحي القيوم لا تأخذه سنة
ولا نوم هو الله الذي لا إله إلا هو عالم الغيب والشهادة هو
الرحمن الرحيم هو الأول والآخر والظاهر والباطن وهو
بكل شيء عليم فالق الإصباح وجاعل الليل سكنا والشمس
والقمر حسبانا ذالك تقدير العزيز العليم يا غالبا غير مغلوب
وشاهدا لا يغيب يا قريب يا مجيب ذالكم الله ربي عليه توكلت
وإليه أنيب أتذلل عليك تذلل الطالبين وأخضع بين
يديك خضوع الراغبين وأسئلك سؤال الفقير المسكين
وأدعوك تضرعا وخفية إنك لا يحب المعتدين وأدعوك
خوفا وطمعا إن رحمة الله قريب من المحسنين وأتوسل
إليك بخيرتك من خلقك وصفوتك من العالمين الذي
جاء بالصدق وصدق المرسلين محمد عبدك ورسولك النذير
المبين وبوليك وعبدك علي ابن أبي طالب أمير المؤمنين
وبالإمام محمد بن علي ن الباقر علم الدين والعالم
بتاويل الكتب المستبين وأسئلك بمكانهم عندك و
أستشفع بهم إليك وأقدمهم أمامي وبين حوائجي و
أن توزعني شكر ما أوليتني من نعمك فرجا ومخرجا من
كل كرب وغم وترزقني من حيث أحتسب ومن حيث لا أحتسب

ويسر لي من فضلك ما تعينني به على كل مطلب وأقذف
في قلبي رجاءك واقطع رجائي ممن سواك حتى لا أرجوا
إلا إياك إنك تجيب الداعي إذا دعاك وتغيث الملهوف
إذا ناداك وأنت أرحم الراحمين ط

ساعتِ ششم منسوب بجناب امام جعفر صادق علیہ السّلام

ساعتِ ششم اور وہ سابق کے آخر وقت سے تا فارغ ہونے نمازِ ظہر تک ہے اور یہ ساعت متعلق بامام جعفر صادق علیہ السّلام ہے اور اس وقت کی دُعا یہ ہے :۔

اللّٰهم أنزلت الغيث برحمتك وعلمت الغيث بمشيتك
ودبرت الأمور بحكمتك وذللت الصعاب بعزتك ؁ أعجزت
العقول عن علم كيفيتك وحجبت الأبصار عن إدراك صفتك
والأوهام عن حقيقة معرفتك واضطررت الأفهام إلى
الإقرار بوحدنيتك يا من ترحم العبرة ويقيل العثرة
لك الملك والعزة والقدرة لا يعزب عنك في الأرض ولا
في السماء مثقال ذرة أتوسل إليك بالنبي الأمي محمد
رسولك العربي المكي المدني الهاشمي الذي أخرجتنا
به من الظلمات إلى النور وبأمير المؤمنين علي بن أبي طالب
الذي شرحت بولايته الصدور وبالإمام جعفر بن محمد
الصادق في الأخبار المؤتمن على مكنون الأسرار صلى الله
عليه وعلى أهل بيته بالعشي والأبكار اللّٰهم إني أسئلك
بهم وأستشفع بمكانهم لديك وأقدمهم أمامي وبين
يدي حوائجي فأعطني الفرج والصنع القريب والأمان
من الفزع في اليوم العصيب وأن تغفر لي موبقات الذنوب
وتستر علي فاضحات العيوب فأنت الرب وأنا المربوب

وانا الطالب وانت المطلوب وانت الذی بذکرک تطمئن القلوب وانت الذی تقذف بالحق وانت علام الغیوب یا اکرم الاکرمین ویا ارحم الراحمین ویا احکم الحاکمین ویا خیر الفاصلین ہ

ساعتِ ہفتم منسوب بجناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام

ساعتِ ہفتم بعد نمازِ ظہر سے بقدر چار رکعت نافلۂ عصر اور امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس وقت کی دعا یہ ہے :-

اللھم انت المرجو اذا خوب الامور وانت المدعو اذا مس الضر وانت مجیب الملھوف المضطر والمنجی من ظلمات البر والبحر ومن له الخلق والامر وانت العالم بوساوس الصدور والمطلع علی السر غایة کل نجوی والیک منتھی کل شکوی یامن له الحمد فی الاخرة والاولی یامن خلق الارض والسموات العلی الرحمن علی العرش استوی له ما فی السموات وما فی الارض وما بینھما وما تحت الثری وان تجھر بالقول فانه یعلم السر واخفی الله لا اله الا ھو له الاسماء الحسنی اسئلک بمحمد خاتم النبیین خیرتک من خلقک والموتمن علی اداء رسالتک وبامیر المومنین علی بن ابی طالب الذی جعلت ولایته مفروضة مع ولایتک ومحبته مقرونة برضاک ومحبتک وبامام الکاظم موسی بن جعفر الذی اسئلک ان تفرغه لعبادتک وتخلیه لطاعتک فسمعت مسئلته واجبت دعوته ان تصلی علی محمد وال محمد صلوة تقضی بھا عنا واجب حقوقھم وترضی بھا فی اداء فروضھم والتوسل الیک بھم واستشفع بمنزلتھم وقدمتھم امامی وبین یدی حوائجی وان تجزمنی علی

جمیل عوائدک وتمنحنی جزیل فوائدک وتاخذ بسمعی وبصری وعلانیتی وسری وناصیتی وقلبی وعزیمتی ولبی الی ما یعیننی به علی ھواک ویقربنی من اسباب رضاک ویوجب لی نوافل فضلک ویستدیم لی منائح طولک برحمتک یا ارحم الراحمین ہ

ساعتِ ہشتم منسوب بجناب امام علی رضا علیہ السّلام

ساعتِ ہشتم بمقدار چہار رکعتِ نافلۂ عصر سے تا آخر نمازِ عصر اور یہ ساعت جناب علی رضا علیہ السّلام سے تعلق رکھتی ہے اور اس وقت کی دعا یہ ہے :-

اللھم الکاشف للملمات والکافی للمھمات والمفرج للقربات والسامع للاصوات والمخرج من الظلمات المجیب للدعوات الراحم للعبرات جبار الارض والسموات یا ولی یا موالی یا علی یا اعلی یا کریم یا اکرم یا من له الاسم الاعظم یا من علم الانسان ما لم یعلم فاطر السموات والارض وھو یطعم ولا یطعم اسئلک بمحمد المصطفی من الخلق المبعوث بالحق وبامیر المومنین الذی اولیته فالقیته شاکرا وابلیته فوجدته صابرا وبالامام الرضا الذی اوفی بعھدک ووثق بوعدک واعرض عن الدنیا وقد اقبلت الیه ورغب عن زینتھا وقد رغبت فیه ان تصلی علی محمد وال محمد فقد توسلت بھم الیک وقدمتھم امامی وبین یدی حوائجی ان تھدینی الی سبیل مرضاتک وتیسر لی اسباب طاعتک وتوفقنی لابتغاء الزلفة بموالات اولیاءک وادراک الحظوة من معادات اعداءک وتعیننی علی فرائضک واستعمال سنتک وتوفقنی علی الحجة المودیة الی

اَلْعِتْقِ مِنْ عَذَابِكَ وَالْفَوْزِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ہ

ساعت نہم منسوب بجناب امام محمد تقی علیہ السّلام

ساعت نہم بعد نمازِ عصر سے تا گذرنے دو ساعت کے اور یہ ساعت امام محمد تقی الجواد علیہ السّلام کے ساتھ تعلّق رکھتی ہے اور اس وقت کی دُعا یہ ہے :۔

اَللّٰهُمَّ يَا خَالِقَ الْاَنْوَارِ وَمُقَدِّرَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَيَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ اِذَا تَفَاقَمَ اَمْرٌ طُرِحَ عَلَيْكَ وَاِذَا غُلِّقَتِ الْاَبْوَابُ فُتِحَ بَابُ فَضْلِكَ وَاِذَا ضَاقَتِ الْحَاجَاتُ فُزِعَ اِلٰى سَعَةِ طَوْلِكَ وَاِذَا انْقَطَعَ الْاَمَلُ مِنَ الْخَلْقِ يَتَّصِلُ اِلَيْكَ وَاِذَا وَقَعَ الْيَاْسُ مِنَ النَّاسِ وَقَفَ الرَّجَاءُ عَلَيْكَ اَسْئَلُكَ بِمُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاَبْوَابِ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ وَنَصَرْتَهٗ عَلَى الْاَحْزَابِ وَهَدَيْتَنَا بِهٖ اِلٰى دَارِ الْمَاٰبِ وَبِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبِ نِ الْكَرِيْمِ النِّصَابِ الْمُتَصَدِّقِ بِخَاتِمِهٖ فِي الْمِحْرَابِ وَبِالْاِمَامِ الْفَاضِلِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ نِ الَّذِيْ سُئِلَ فَوَفَّقْتَهٗ لِرَدِّ الْجَوَابِ وَامْتُحِنَ فَعَضَدْتَهٗ بِالتَّوْفِيْقِ وَالصَّوَابِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهِ الْاَطْهَارِ وَاَنْ تَجْعَلَ مُوَالَاتَهُمْ وَمَحَبَّتَهُمْ عِصْمَةً مِنَ النَّارِ وَحُجَّةً اِلٰى دَارِ الْقَرَارِ فَقَدْ تَوَسَّلْتُ بِهِمْ اِلَيْكَ وَقَدَّمْتُهُمْ اَمَامِيْ وَبَيْنَ يَدَيْ حَوَائِجِيْ وَتَعْصِمَنِيْ مِنَ التَّعَرُّضِ الْمَوَاقِفِ سَخَطِكَ وَتُوَفِّقَنِيْ بِسُلُوْكِ مَحَبَّتِكَ وَمَرْضَاتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط

ساعت دہم منسوب بامام علی نقی علیہ السّلام

ساعتِ دہم انتہائے ساعت گذشتہ سے تا ایک ساعت پہلے زرد

ہونے آفتاب کے اور یہ ساعت امام علی نقی علیہ السّلام سے متعلق ہے۔ اس وقت کی دُعا یہ ہے :۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدِ وَالْبَطْشِ الشَّدِيْدِ فَعَّالٌ لِمَا تُرِيْدُ يَا مَنْ هُوَ اَقْرَبُ اِلَيَّ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ يَا مَنْ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ يَا مَنْ لَا يَتَعَاظَمُهٗ غُفْرَانُهٗ وَلَا يَكْبُرُ عَلَيْهِ الصَّفْحُ عَنِ الْعُيُوْبِ اَسْئَلُكَ بِجَلَالِكَ وَبِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ مَلَاَ اَرْكَانَ عَرْشِكَ وَبِقُدْرَتِكَ الَّتِيْ قَدَّرْتَ بِهَا عَلٰى خَلْقِكَ وَبِرَحْمَتِكَ الَّتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ وَبِقُوَّتِكَ الَّتِيْ صَغُرَ بِهَا كُلُّ قَوِيٍّ وَبِعِزَّتِكَ الَّتِيْ ذَلَّ لَهَا كُلُّ عَزِيْزٍ وَبِمَشِيَّتِكَ الَّتِيْ صَغُرَ فِيْهَا كُلُّ كَثِيْرٍ وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ رَحِمْتَ بِهِ الْعِبَادَ وَهَدَيْتَ بِهٖ اِلٰى سُبُلِ الرَّشَادِ وَبِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَوَّلِ مَنْ اٰمَنَ بِرَسُوْلِكَ وَصَدَّقَ وَالَّذِيْ وَفّٰى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ وَتَصَدَّقَ وَبِالْاِمَامِ الْبَرِّ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ الَّذِيْ كَفَيْتَهٗ حِيْلَةَ الْاَعْدَاءِ وَاَرَيْتَهُمْ عَجِيْبَ الْاٰيَةِ اِذْ تَوَسَّلُوْا بِهٖ فِي الدُّعَاءِ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ اِسْتَشْفَعْتُ بِهِمْ اِلَيْكَ وَقَدَّمْتُهُمْ اَمَامِيْ وَبَيْنَ يَدَيْ حَوَائِجِيْ وَاَنْ تَجْعَلَنِيْ مِنْ مِنْ كِفَايَتِكَ وَفِيْ حِرْزٍ حَرِيْزٍ وَمِنْ كَلَاءَتِكَ تَحْتَ عَزِيْزٍ وَتُوْزِعَنِيْ شُكْرَ اٰلَائِكَ وَتُوَفِّقَنِيْ لِلْاِعْتِرَافِ بِاَيَادِيْكَ وَنِعَمِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ہ

ساعت یازدہم منسوب بجناب امام حسن عسکری علیہ السّلام

ساعت یازدہم انتہائے ساعت گذشتہ سے جب تک آفتاب زرد ہو اور یہ ساعت بجناب امام حسن عسکری علیہ السّلام سے تعلّق رکھتی ہے اور اس وقت کی دُعا یہ ہے :۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مُنْزِلُ الْقُرْاٰنِ وَخَالِقُ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ وَجَاعِلُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ بِحُسْبَانٍ اَلْمُبْدِئُ بِالطَّوْلِ وَالْمُبْدِئُ لِلْفَضْلِ وَالْاِحْسَانِ وَضَامِنُ الرِّزْقِ بِجَمِيْعِ الْحَيْوَانِ لَكَ الْمَحَامِدُ وَالْمَدَائِحُ وَمِنْكَ الْفَوَائِدُ وَالْمَنَائِحُ وَاِلَيْكَ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ اَظْهَرْتَ الْجَمِيْلَ وَسَتَرْتَ الْقَبِيْحَ وَعَلِمْتَ مَا تُخْفِيْ الصُّدُوْرُ وَالْجَوَانِحُ اَسْئَلُكَ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلِكَ اِلَى الْكَافَّةِ اَمِيْنِكَ الْمَبْعُوْثِ بِالرَّحْمَةِ وَالرَّاْفَةِ وَبِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ الْمُفْتَرَضِ طَاعَتُهٗ عَلَى الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ الْمُؤَيَّدِ بِنَصْرِكَ فِيْ كُلِّ مَوْقِفٍ مَشْهُوْرٍ وَبِالْاِمَامِ التَّقِيِّ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الَّذِيْ طُرِحَ لِلسِّبَاعِ فَخَلَّصْتَهٗ مِنْ مَرَابِضِهَا وَامْتُحِنَ بِالدَّوَابِّ الصِّعَابِ فَذَلَّلْتَ لَهٗ مَرَاكِبَهَا اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ فَقَدْ تَوَسَّلْتُ بِهِمْ اِلَيْكَ وَقَدَّمْتُهُمْ اَمَامِيْ وَبَيْنَ يَدَيْ حَوَائِجِيْ وَاَنْ تَرْحَمَنِيْ بِتَرْكِ مَعَاصِيْكَ اَبَدًا مَا اَبْقَيْتَنِيْ وَتُعِيْنَنِيْ عَلَى التَّمَسُّكِ بِطَاعَتِكَ مَا اَحْيَيْتَنِيْ وَاَنْ تَخْتِمَ لِيْ بِالْخَيْرَاتِ اِذَا تَوَفَّيْتَنِيْ وَتَفَضَّلَ عَلَيَّ بِالْمُبَشِّرَاتِ اِذَا حَاسَبْتَنِيْ وَتَهَبَ لِيَ الْعَفْوَ اِذَا كَاشَفْتَنِيْ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ فَاَضِلَّ وَلَا تُحْوِجْنِيْ اِلٰى غَيْرِكَ فَاَذِلَّ وَلَا تُحَمِّلْنِيْ مَا لَا طَاقَةَ لِيْ بِهٖ فَاَضْعُفَ وَلَا تَبْتَلِنِيْ بِمَا صَبْرَ لِيْ عَلَيْهِ فَاَعْجِزَنِيْ وَاَجْرِنِيْ عَلٰى جَمِيْلِ عَوَائِدِكَ عِنْدِيْ وَلَا تُؤَاخِذْنِيْ بِسُوْٓءِ فِعْلِيْ وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ مَنْ لَّا يَرْحَمُنِيْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

ساعت دوازدہم منسوب بحضرت صاحب الامر عجل اللہ فرجہ

ساعتِ دوازدہم ابتدائے زرد ہونے آفتاب سے تا غروب آفتاب اور یہ ساعت متعلق ہے بامام دوازدہم حضرت صاحب الامر علیہ السلام

کے اور اس وقت کی دُعا یہ ہے :-

اَللّٰهُمَّ يَا خَالِقَ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ وَالْمِهَادِ الْمَوْضُوْعِ وَرَازِقَ الْعَاصِيْ وَالْمُطِيْعِ الَّذِيْ لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ اَسْئَلُكَ بِاَسْمَائِكَ الَّتِيْٓ اِذَا سُمِّيَتْ عَلٰى طَوَارِقِ الْعُسْرِ عَادَتْ يُسْرًا وَّاِذَا وُضِعَتْ عَلَى الْجِبَالِ كَانَتْ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا وَّاِذَا رُفِعَتْ اِلَى السَّمَآءِ تَفَتَّحَتْ لَهَا الْمَغَالِقُ وَاِذَا اُهْبِطَتْ اِلٰى ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ اتَّسَعَتْ لَهَا الْمَضَائِقُ وَاِذَا دُعِيَتْ بِهَا الْمَوْتٰى انْتَشَرَتْ مِنَ اللُّحُوْدِ وَاِذَا نُوْدِيَتْ بِهَا الْمَعْدُوْمَاتُ خَرَجَتْ اِلَى الْوُجُوْدِ وَاِذَا تَرَكَ عَلَى الْقُلُوْبِ وَجِلَتْ وَاِذَا نَزَعَتِ الْاَسْمَآءَ فَاضَتِ الْعُيُوْنُ دُمُوْعًا اَسْئَلُكَ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلِكَ الْمُؤَيَّدِ بِالْمُعْجِزَاتِ وَالْمَبْعُوْثِ بِمُحْكَمِ الْاٰيٰتِ وَبِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ الَّذِي اخْتَرْتَهٗ لِمُوَاخَاتِهٖ وَوَصِيَّتِهٖ وَاصْطَفَيْتَهٗ لِمُصَافَاتِهٖ وَمُصَاهَرَتِهٖ وَبِصَاحِبِ الزَّمَانِ الْمَهْدِيِّ الَّذِيْ يَجْمَعُ عَلٰى طَاعَتِهِ الْاٰرَآءَ الْمُتَفَرِّقَةَ وَتُؤَلِّفُ لَهُ الْاَهْوَآءَ الْمُخْتَلِفَةَ وَتَسْتَخْلِصُ بِهٖ حُقُوْقَ اَوْلِيَآئِكَ وَتَنْتَقِمُ بِهٖ مِنْ شِرَارِ اَعْدَآئِكَ وَتَمْلَاُ بِهِ الْاَرْضَ عَدْلًا وَّاِحْسَانًا وَّتُوَسِّعُ عَلَى الْعِبَادِ بِظُهُوْرِهٖ فَضْلًا وَّامْتِنَانًا وَّتُعِيْدُ الْحَقَّ مِنْ مَّكَانِهٖ عَزِيْزًا جَمِيْلًا وَّتُرْجِعُ الدِّيْنَ عَلٰى يَدَيْهِ غَضًّا جَدِيْدًا اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ فَقَدِ اسْتَشْفَعْتُ بِهِمْ اِلَيْكَ وَقَدَّمْتُهُمْ اَمَامِيْ وَبَيْنَ يَدَيْ حَوَآئِجِيْ وَاَنْ تُوْزِعَنِيْ شُكْرَ نِعْمَتِكَ فِي التَّوْفِيْقِ لِمَعْرِفَتِهٖ وَالْهِدَايَةِ اِلٰى طَاعَتِهٖ وَاَنْ تَزِيْدَنِيْ قُوَّةً فِي التَّمَسُّكِ بِعِصْمَتِهٖ وَالْاِقْتِدَآءِ بِسُنَّتِهٖ وَالْكَوْنِ فِيْ زُمْرَتِهٖ وَشِيْعَتِهٖ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

اَمَّا ادعیہ منسوب بانبیاء و آئمہ ہدیٰ علیہم السّلام مع اسناد اوّل دُعائے حضرت آدم صفی اللہ کہ مصباح کفعمی میں مذکور ہے۔ روایت ہوئی ہے کہ جب آدم علیہ السّلام نے اِس دُعا کو پڑھا تو وحی کی اللہ تعالیٰ نے کہ اے آدمؑ جو کہ حفظ کرے ذرّیت تیری سے اس دُعا کو تو عطا کروں میں اُس کو جو کچھ وہ چاہے اور دُور رکھوں میں اس سے جس چیز کو وہ نہ چاہے۔ اور سلب کروں میں اس کے دل سے دوستیٔ دُنیا کو اور پُر کروں میں سینہ اُس کا دانش و حکمت و مسائلِ دین سے، دُعا یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا تُبَاشِرُبِہٖ قَلْبِیْ وَ یَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَنْ یُّصِیْبَنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَ رَضِّنِیْ مِنَ الْعَیْشِ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ٥

مِصباحُ النجوم
حضرت منجم اعظم قبلہ شاہ زنجانی نے اپنے اب و جد کے وسیع تجربہ اور سالہا سال کے ذاتی مشاہدات سے مرتب کیا ہے زیرِ طبع
قیمت: -/۴۰ روپے

علاج بالنجوم
نرالے موضوع پر ایک انوکھی تصنیف ہے اسلامی اور یونانی حکماء اور ہئیت دانوں کے افادات سے پاک و ہند میں پہلی مرتبہ چھپی ہے طبیب حضرات اور عوام کے لئے ایک نادر ہے۔
قیمت: -/۳۵ روپے

نَادِ عَلِیًّا مَظْھَرَ الْعَجَائِبِ

مظہر العجائب ندائے فرمان الٰہی اور ندائے رسالت پناہی ہے۔ ہر وہ شے عجیب ہوتی ہے جو فہم سے بلند ہو جائے اور لوگوں کی عقل کے خلاف ہو اور وہ چیز تعجب خیز نظر آتی ہے جو عام عقلوں سے فرض کی نافہمی کے خلاف ہو۔ عجائب جمع ہے عجیب کی۔ اور عجیب ہر حیرت خیز چیز کو کہتے ہیں جو دنیا کو حیرت میں ڈال دے اور جب حیرتیں بڑھ گئیں تو وہ عجیب سے عجائب بنی۔ پھر وہ عجیب باتیں کسی سے ظہور پذیر ہوتی ہیں تو ان کا مظہر بنتا ہے اور جب مظہریت بلند ہوتی جائے تو اسی کا نام علی علیہ السلام ہے۔

کاش دنیا عجائب کی فہرست مرتب کر دیتی تو میں یہ بتاتا کہ علیؑ کن کن عجیب چیزوں کے مظہر ہیں۔ نہ دنیا نے اس کی فہرست مرتب کی اور نہ میں کر سکتا ہوں کہ علیؑ کن کن عجائبات کے مظہر ہیں تو جب عجائبات کا شمار نہیں تو علیؑ کی مظہریت کا بھی احاطہ نہیں ہو سکتا۔ جس طرح علیؑ کی مظہریت کا احاطہ ناممکن ہے اثرات نادِ علیؑ کا بھی احاطہ ناممکن ہے۔

مختصر سی فہرست پیش کر کے آگے بڑھنا چاہتا ہو کہ علیؑ کہاں کہاں مظہر بنے گا عجائب کا۔ علیؑ فضاؤں میں مظہر العجائب، خلاؤں میں مظہر العجائب، ہواؤں میں مظہر العجائب، ناسوت میں مظہر العجائب، ارض میں مظہر العجائب، سما میں مظہر العجائب، صحرا میں مظہر العجائب، دریا

ہیں مظہر العجائب، فلک میں مظہر العجائب، بلندی میں مظہر العجائب، پستی میں مظہر العجائب، ویرانے میں مظہر العجائب، انسانوں میں مظہر العجائب، ملائکہ میں مظہر العجائب، جنوں میں مظہر العجائب نبیوں میں مظہر العجائب، ولیوں میں مظہر العجائب۔ اللہ جانے میں اس مختصر فہرست تک پہنچ سکوں گا یا نہیں۔

علیؑ علم میں مظہر العجائب، حلم میں مظہر العجائب، عبادت میں مظہر العجائب، ابتداء میں مظہر العجائب، انتہا میں مظہر العجائب، ازل میں مظہر العجائب، آخر میں مظہر العجائب، ظاہر میں مظہر العجائب، باطن میں مظہر العجائب۔

کارخانۂ قدرت میں مظہر العجائب، بارگاہِ نبوت میں مظہر العجائب، صراط میں مظہر العجائب سبیل نجات میں مظہر العجائب، ہجرت کی رات میں مظہر العجائب، معراج کی رات میں مظہر العجائب اپنوں میں مظہر العجائب، پرائیوں میں مظہر العجائب، دوستوں میں مظہر العجائب، طفلی میں کلمۂ اژدر چیرنے میں مظہر العجائب، جوانی میں خشت ہائے قلعہ خیبر میں مظہر العجائب، نور بہ علی نور ہونے میں مظہر العجائب، جلوہ طور میں مظہر العجائب، تاجدار انما ہونے میں مظہر العجائب، بل اتیٰ کا بادشاہ ہونے میں مظہر العجائب، قل کفیٰ کا عینی گواہ ہونے میں مظہر العجائب، کشتی نوحؑ کو طوفان سے بچانے میں مظہر العجائب، نارِ نمرود کو بجھانے میں مظہر العجائب اور لشکر فرعون کو رودِ نیل میں غرق کرنے میں مظہر العجائب۔

اللہ جانے یہ مظہریت کہاں تک جائے گی۔ ان سب کو میں نہیں عرض کر سکتا اور نہ ہی میرا موضوع مکمل ہو سکتا ہے۔

کائنات کی کتابوں کے ورق نہ الٹیں، دنیا کی تاریخیں نہ دیکھیں۔ اگر دیکھنا اور پوچھنا ہے تو رجب کی ۱۳ تاریخ اس مظہر العجائب کا پتہ دے گی کہ وہ کون تھا جب آفتاب عالمتاب سلطان روز اپنی مملکت کا جائزہ لے کر خیمہ مغرب پر لنگر انداز ہوا اور ستر ہزار فرشتوں کی ہمرکابی میں میزبانی میں افق کا چہرہ فق کر دیا اور رنگ زرد پڑ گیا۔ میزبانوں کی سرد مہری کہیں تاریخ درخشاں کو کبیدہ خاطر نہ کر دے تو اس لئے رات نے اپنی سیاہ چادر افق کے چہرے پر ڈال دی کہ آفتاب بے تاب نہ ہو جائے۔ منتظمین مریخ شب اپنے فریضہ کو بہ احسن وجوہ سرانجام دے رہے تھے۔ آفتاب شب باشی کا لباس پہن رہا تھا۔ مشاطۂ فطرت رات کی زلفوں میں کنگھی کر رہی تھی، انجم کے موتی مانگ میں بکھر رہی تھی۔ کہکشاں کی افشاں

پیشانی پر چھڑکی اور چاندی کا دوپٹہ زیب سر تھا اور سج دھج کے عروس شب شباب کی کروٹ بدل رہی تھی۔ قبلہ کا نصیب بدل رہا تھا۔ جب تمام دنیا محو خواب تھی۔ لا تاخذہ سنہ ولا نوم کا مصداق جاگ رہا تھا اور ابوطالب کے بیت شرف سے ایک بی بی خراماں خراماں کعبہ کی طرف قدم بڑھا رہی تھی اور در کو چھوڑ کر دیوار کی طرف آئی کیونکہ جانتی تھی کہ حیدر آ رہا ہے۔ شہر علم کا دروازہ آ رہا ہے اور در در میں نہیں لگا کرتا ہے اس لئے در چھوڑ کر دیوار کی طرف آئی۔ خانہ کعبہ کا پردہ تھام کر دعا کرتی ہے۔ یہ کون مائی آئی۔ اسد کی بیٹی تھی اور اسد کردگار کی ماں تھی لیکن یہ پہلی مرتبہ کعبہ میں مظہر العجائب بننے نہیں آیا۔ اس سے پہلے شکم اقدس میں ہوتے ہوئے اپنی والدہ کو جناب رسول خدا ﷺ کی تعظیم کے لئے مجبور کر دیتا تھا۔

علماء اسلام کہتے ہیں کہ یہ معجزہ تو جب دیا جاتا ہے۔ مصلیٰ بچھاتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں گڑگڑاتے ہیں تو اللہ مان لیتا ہے۔ یہ محترمہ رسول ﷺ کی تعظیم کے لئے اٹھیں۔ رسول ﷺ یہ کہہ کر بیٹھنے پر مجبور کرتے ہیں کہ آپ بزرگ ہیں ماں کے برابر ہیں آپ میری تعظیم نہ کریں۔

فرماتی ہیں کہ میں کیا کروں یہ بچہ جو میرے شکم میں ہے آپ کی تعظیم کرنے کے لئے مجبور کرتا ہے۔

محرم نوجوانان بنی ہاشم کو مقرر کیا گیا کہ رسول ﷺ کی آمد پر یہ اٹھنے نہ پائیں۔ وہ بازو پکڑ کر دبائے ہوئے تھے اور ادھر رسول ﷺ تشریف لائے تو بازو والوں میں سے کوئی کسی طرف گرا اور کوئی کسی طرف گرا۔ اور فاطمہ بنت اسد پھر مجبور ہو گئیں تعظیم کے لئے۔ شکم مادر سے بھی جوانوں کو مغلوب کر دینا کل غالب کا کام ہے۔ کیا علی علیہ السلام اب دنیا کے لئے مظہر العجائب نہیں ہیں۔

الغرض ابھی ماں کی دعا ناتمام تھی کہ نور امامت نے تجلی ماری' تجلی کا پڑنا تھا کہ پتھروں کا وہ مجموعہ جسے قیامت تک رہنے کے لئے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کے مضبوط ہاتھوں نے بنایا تھا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ یہی نور جب کوہ طور پر چمکا تو کوہ کی ساری بلندی

کافور ہو گئی۔ خود سری سربلندی دور ہو گئی۔ سرمہ بن کر خاک قدم بنا اور اتنا دیوانہ ہوا کہ گریبان جبل چاک ہو گیا۔ دامن کوہ کی دھجیاں اڑنے لگیں۔ خاک بسر' صحرا نورد ہوا اور موسیٰ علیہ السلام نے جو جمال بے مثال دیکھا تو غش کھانے لگے۔

(تفسیر در منشور کی شرح قدسیہ نور صفحہ 315)

(ابتداء میں بھی مظہر العجائب)

حضرت امام کاظم فرماتے ہیں۔

اللہ نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو اپنے عزت اور جلال کے نور سے پیدا کیا اور وہی لاہوتی نور ہے جس سے کائنات کی اور وہی نور ہے جو طور پر چمکا تھا جس سے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام گر پڑے۔ وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی علیہ السلام کا نور تھا۔ ابھی دونوں ایک تھے تقسیم نہیں ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے انھیں ناسوتی شکل میں بھیجا۔

رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعلنی من لدنک سلطانا نصیرا۔

(القرآن)

حاصل کلام ترجمہ: اگر مجھے نکالنا ہے یہاں سے اچھی طرح نکال اور داخل کرنا ہے۔ مکہ میں تو اچھی طرح سے اور بارگاہ سے طاقتور مددگار بھیج۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نہیں فرماتے کہ تو مدد کر۔ فرماتے ہیں طاقتور مددگار بھیج۔

اہل عرفان و بصیرت کے لئے حدود موضوع میں رہ کر بہت کچھ عرض کر دیا ہے۔ ناد علی علیہ السلام عملوں کا سرتاج عمل ہے۔ صدق دل' پاک ایمان' نیک جذبات شرط ہیں۔ تیر بہدف اور سریع الاثر طہارت شرط اول ہے۔ بہت سے اسرار منکشف کرنے سے معذور ہوں۔ عامل حضرات عمل کے فوائد سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ ہر عمل میں اس سے استفادہ حاصل کریں۔ بغیر طہارت نہ پڑھیں۔

نقش ناد علی علیہ السلام کے اعداد کا

یہ نقش ناد علی علیہ السلام کے اعداد کا ہے۔ دافع جمیع آفات و بلیات ہے۔ بازو یا گردن میں باندھے۔ یہ نقش کتب معتبر سے نہیں ملا۔ صاحب تحریر و عامل ناد علی علیہ السلام کا خاص تحفہ ہے۔ نااہل اور سفلیوں سے مخفی رکھیں۔ ہر فتح و نصرت میں تیر بہدف ہے۔

صاحب عمل اور ایمان یقین کی ہر جائز دعا مقبول ہو گی۔ انکشافات اسرار مانع ہیں۔ نقش شرف قمر میں لکھیں۔ سالانہ نقشہ زنجانی جنتری میں ملاحظہ فرمائیں۔

نقش درج ذیل ہے۔

۷۸۶ علی

۱۶۰۳	۱۶۰۶	۱۶۰۹	۱۵۹۶
۱۶۰۸	۱۵۹۷	۱۶۰۲	۱۶۰۷
۱۵۹۸	۱۶۱۱	۱۶۰۴	۱۶۰۱
۱۶۰۵	۱۶۰۰	۱۵۹۹	۱۶۱۰

یاعلیؑ ادرکنی فی سبیل اللہ

ناد علی علیہ السلام کا خاص نقش

ناد علی علیہ السلام مبارک ہے' بیماروں کے لئے شفاء' حاجت مندوں کے لیے درمقصود' طالبان دنیا کے لئے کیمیا' بہادروں کے لئے شمشیر' مظلوموں کے لئے سپر' ڈرنے والوں کے لئے حرز معصوم ہے۔

غرضیکہ جس کام کے لئے بھی بصدق دل و خلوص نیت ان کلمات کو سات مرتبہ زبان پر جاری کر کے بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی مرتضیٰ علیہ السلام اور ان کی آل پاک خدا سے دعا کیجئے مستجاب ہو گی۔ جو کوئی اس نقش معظم کا اپنے پاس رکھے یا ہر روز دیکھے۔ آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رہے اور جادو وغیرہ کا اس پر اثر نہیں ہو گا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔

نقش درج ذیل ہے۔

نَادِ	عَلِيًّا	مَظْهَرَ	العَجَائِبِ	تَجِدْهُ	عَوْنًا لَكَ فِي	النَّوَائِبِ	كُلُّ هَمٍّ
عَلِيًّا	مَظْهَرَ	العَجَائِبِ	تَجِدْهُ	عَوْنًا لَكَ فِي	النَّوَائِبِ	كُلُّ هَمٍّ	وَغَمٍّ
مَظْهَرَ	العَجَائِبِ	تَجِدْهُ	عَوْنًا لَكَ فِي	النَّوَائِبِ	كُلُّ هَمٍّ	وَغَمٍّ	سَيَنْجَلِي
العَجَائِبِ	تَجِدْهُ	عَوْنًا لَكَ فِي	النَّوَائِبِ	كُلُّ هَمٍّ	وَغَمٍّ	سَيَنْجَلِي	بِنُبُوَّتِكَ
تَجِدْهُ	عَوْنًا لَكَ فِي	النَّوَائِبِ	كُلُّ هَمٍّ	وَغَمٍّ	سَيَنْجَلِي	بِنُبُوَّتِكَ	يَا مُحَمَّدُ
عَوْنًا لَكَ فِي	النَّوَائِبِ	كُلُّ هَمٍّ	وَغَمٍّ	سَيَنْجَلِي	بِنُبُوَّتِكَ	يَا مُحَمَّدُ	بِوَلَايَتِكَ
النَّوَائِبِ	كُلُّ هَمٍّ	وَغَمٍّ	سَيَنْجَلِي	بِنُبُوَّتِكَ	يَا مُحَمَّدُ	بِوَلَايَتِكَ	يَا عَلِيُّ
كُلُّ هَمٍّ	وَغَمٍّ	سَيَنْجَلِي	بِنُبُوَّتِكَ	يَا مُحَمَّدُ	بِوَلَايَتِكَ	يَا عَلِيُّ	يَا عَلِيُّ

نقش ناد علی علیہ السلام شرف قمر میں تیار کیا جانا زیادہ بہتر ہے۔ شرف قمر کے اوقات زنجانی جنتری اور البیرونی تقویم میں ملاحظہ فرمائیں۔

سید الشہداء نمبر' بارگاہ حسینی میں گدایان' باب العلم کے عاشقانہ قلوب کا والہانہ نذرانہ ہے۔ زنجانی جنتری نمبر' علوم فلکیات' جفر' رمل' نجوم' اور فراست الید کے کمالات کا مظہر اور فیض روحانیات کا سرچشمہ ہے۔

گولڈن جوبلی میگزین روحانی ماہنامہ آئینہ قسمت لاہور جو گذشتہ 52 سال سے مسلسل ماہ بہ ماہ شائع ہو رہا ہے۔ اس کا مطالعہ آپ کی روحانی تسکین کا باعث بنے گا۔

مزارات مقدسہ کی زیارت

مومنین و مومنات بصد احترام اور تعظیم آئمہ اطہار علیہم السلام کے طریقوں اور سفارشوں کے مطابق زیارات کرتے ہیں کیونکہ ان حضرات نے ان مزارات کی زیارت کے لئے زائرین کو بہت وصیتیں کی ہیں اور خدا کے یہاں سے بہت بڑے صلے پانے کی خاطر زائرین کو ان زیارتوں کی ترغیب دیا کرتے تھے اور اس عمل کو واجب عبادتوں کے بعد بہترین عبادتیں اور خدا کے نزدیک ہونے کے وسیلے سمجھتے تھے۔ وہ ان مزارات کے پہلو کو خدا کی خالص توجہ دینے اور دعا کے قبول ہونے کے لئے بہترین مقام بتاتے تھے۔ وہ تو یہاں تک بتاتے تھے کہ ان قبروں کی زیارت اور تعظیم آئمہ اطہار علیہم السلام سے زائرین کے عہد وفاداری کی تکمیل کرتی ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ۔

لِكُلِّ اِمَامٍ عَهْدًا فِيْ عُنُقِ اَوْلِيَائِهٖ وَرُفَقَائِهٖ وَاِنَّ مِنْ تَمَامِ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَحُسْنِ الْاَدَاءِ زِيَارَةَ قُبُوْرِهِمْ فَمَنْ زَارَهُمْ رَغْبَةً فِيْ زِيَارَتِهِمْ وَتَصْدِيْقًا بِمَا رَغِبُوْا كَانَ اَئِمَّتُهُمْ شُفَعَائَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ہر امام سے اس کے دوستوں اور رفیقوں کا ایک معاہدہ ہوتا ہے' انہیں کاموں میں سے جو معاہدے کو بخوبی تکمیل کرتے ہیں آئمہ اطہار علیہم السلام کے مزارات کی زیارت بھی

زیارت کی جائے۔ لہٰذا جو کوئی شوق و رغبت سے آئمہ علیہ السلام کی زیارت کرے گا اور زیارت کی جو ترغیب دی گئی ہے اس پر اعتقاد رکھے گا تو قیامت کے دن آئمہ علیہ السلام اس کی شفاعت کریں گے۔

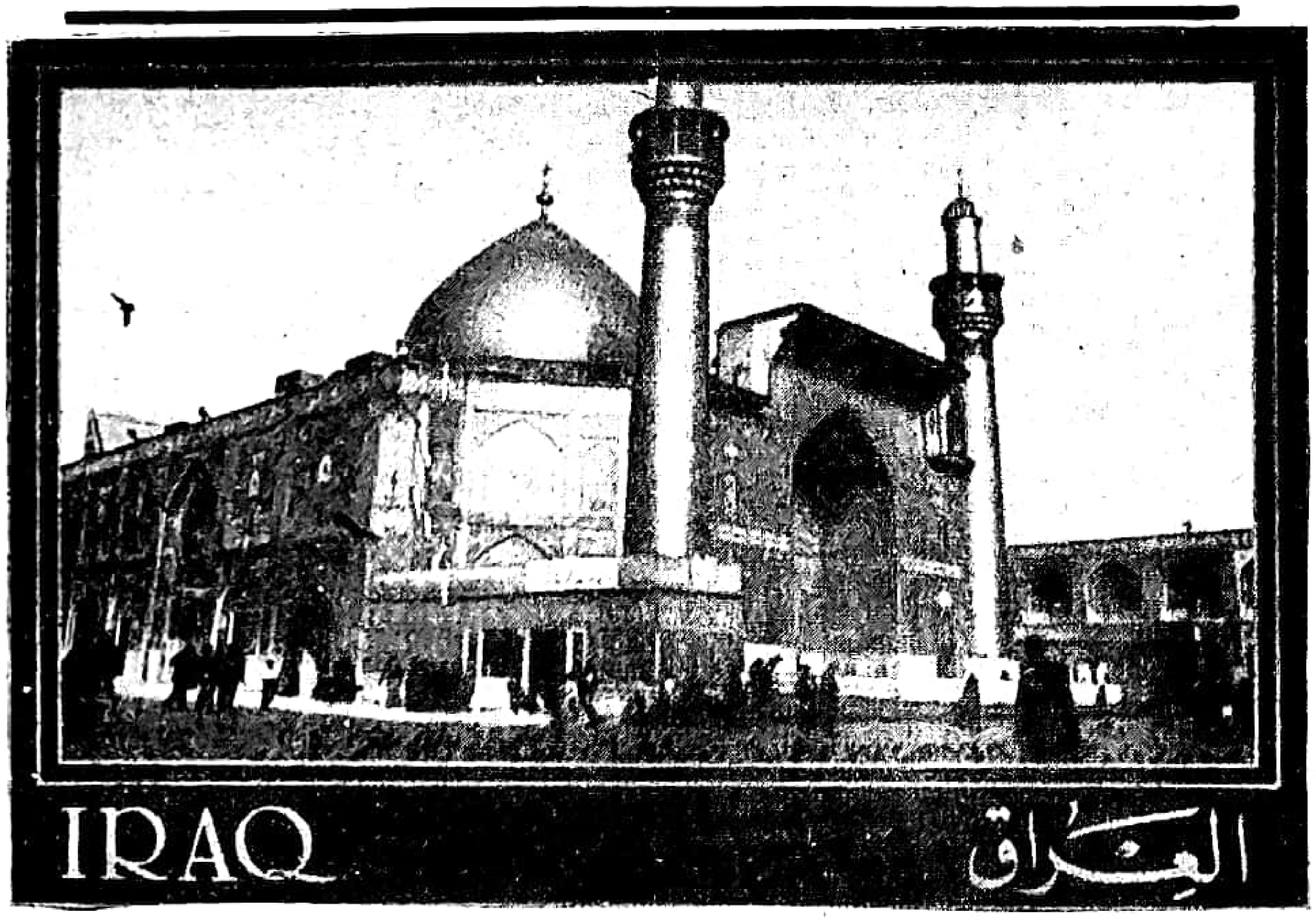

شیخ الطائفہ شیخ طوسیؒ نے روایت کی ہے کہ حسین بن محمد بن مالک سے، انہوں نے اپنے بھائی جعفر سے، انہوں نے اپنے سلسلہ رواۃ سے کہ:

میں امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، اسی اثناء میں امیرالمومنین امام علی بن ابی طالب علیہ السلام کا ذکر ہونے لگا۔ تب ابن مارد نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ جو شخص آپ کے جد امیرالمومنین علیہ السلام کی زیارت کرے اسے کتنا ثواب ہو گا؟

ابو عبداللہ نے فرمایا۔ اے ابن مارد جو کوئی میرے جد کا حق پہچانتے ہوئے ان کی زیارت کرے گا اسے ہر قدم پر ایک مقبول حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ اے ابن

مارد۔ جو پاؤں امیرالمومنین علیہ السلام کی زیارت کو جاتے ہوئے غبار آلود ہوا، چاہے زائر سوار ہو یا پیدل اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اسے چھونے نہیں دے گا۔ اے ابن مارد۔ تم یہ حدیث آب زر سے لکھ لو۔

(تہذیب الاحکام جلد 6 صفحہ 21، 22)

شیخ طوسیؒ ہی کی روایت ہے کہ امام ابوعبداللہ صادق علیہ السلام نے کہا:

جب تم امیرالمومنین علیہ السلام کے مزار کی زیارت کا ارادہ کرو تو پہلے وضو اور غسل کرو، پھر سکون و وقار کے ساتھ چلو اور پھر کہو......الی آخر الحدیث۔

(تہذیب الاحکام جلد 6 صفحہ 25)

شیخ کلینیؒ اور شیخ طوسیؒ نے امام صادق علیہ السلام اور امام ہادی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام کے مزار پر یہ زیارت پڑھو۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ اَنْتَ اَوَّلُ مَظْلُوْمٍ وَاَوَّلُ مَنْ غُصِبَ حَقُّهُ صَبَرْتَ وَ احْتَسَبْتَ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ لَقِيْتَ اللّٰهَ وَاَنْتَ شَهِيْدٌ عَذَّبَ اللّٰهُ قَاتِلَكَ بِاَنْوَاعِ الْعَذَابِ وَجَدَّدَ عَلَيْهِ الْعَذَابَ جِئْتُكَ عَارِفًا بِحَقِّكَ مُسْتَبْصِرًا بِشَاْنِكَ مُعَادِيًا لِاَعْدَائِكَ وَمَنْ ظَلَمَكَ اَلْقٰى عَلٰى ذٰلِكَ رَبِّيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ ذُنُوْبًا كَثِيْرَةً فَاشْفَعْ لِيْ اِلٰى رَبِّكَ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّ لَكَ عِنْدَ اللّٰهِ مَقَامًا مَحْمُوْدًا وَاِنَّ لَكَ عِنْدَ اللّٰهِ جَاهًا وَّ شَفَاعَةً وَّ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى۔

(روضہ الکافی جلد 4 صفحہ 569)

(تہذیب الاحکام جلد 6 صفحہ 28)

فیضان

حضرت بابا سید جیون شاہ زنجانی قدس سرہ العزیز

(دادا بزرگوار شہزادہ سید انتظار حسین شاہ زنجانی)

چیف ایڈیٹر گولڈن جوبلی میگزین ماہنامہ آئینہ قسمت لاہور

حضرت بابا صاحبؒ زنجانی سید اولاد نہم حضور سیدنا محمد جواد التقی علیہ السلام تھے۔ بیعت آپ کی سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں تھی۔ آپ کو حضور نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ سے ایک خاص نسبت حاصل تھی۔ جس کی وجہ ایک شاید یہ بھی تھی کہ دونوں بزرگ امام نہم علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔

حضرت بابا صاحبؒ نے پنجاب کے اندرونی علاقوں میں جہاں موٹر گاڑی پچھلے وقتوں میں نہیں جا سکتی تھی پیدل سفر کر کے تبلیغ اسلام کی اور وہ جانگلی اقوام جو بالکل وحشیانہ زندگی گزار رہی تھیں مسلمان کیا۔ اس طرح بابا صاحبؒ نے اولیاء الرحمان کی سنت ادا کی۔ حضرت بابا صاحبؒ خود بھی اپنے عہد کے ولی تھے۔ میں نے باوجود خورد سالی کے آپ کی کرامات اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور عوام میں اب بھی ایسے سینکڑوں لوگ موجود ہیں جنہوں نے حضرت بابا صاحبؒ کی کرامات کا نظارہ کیا ہے۔

حضرت قبلہ کی چند خاص الخاص مشقیں میرے پاس ایک قلمی نسخہ کی صورت میں موجود ہیں جنہیں میں امت محمدیہ ﷺ اور محبان محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کے استفادہ کے لئے شائع کر رہا ہوں۔ دعا ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کے فیضان سے امت کماحقہ فیض پائے۔ آمین۔

دعائے دافع امراض و بلیات

عنصر باد کو امراض کے پھیلانے میں بڑا دخل ہے۔ جدید ریسرچ یہی بتاتی ہے کہ امراض مختلف قسم کی گیسوں سے بھی پھیلتے ہیں۔ ان گیسوں میں مختلف قسم کی ناری مخلوق کے جراثیم وغیرہ ہوتے ہیں جو بیماریاں پھیلاتے ہیں چنانچہ حضرت بابا صاحب علیہ الرحمہ کی مندرجہ ذیل دعا ہر مرض کا علاج ہے۔

بسم اللّٰہ شافی بسم اللّٰہ کافی بسم اللّٰہ الوافی بسم اللّٰہ الوالی بسم اللّٰہ العالیٰ بسم اللّٰہ المتعالی بسم اللّٰہ خیر الاسماء بسم اللّٰہ ربّ الارض ورب السماء بسم اللّٰہ الذی لا یضرُّ مَعَ اسمہٖ شئی فی الارض ولا فی السّماء و ھوالسّمیع العلیم یااللّٰہ یااللّٰہ یاستّار یاغفّار یاقہّار یاالٰھی لِکُلّ اسمائک بستم بستم سرخ بادرا' سیاہ بادرا' سفید بادرا' سبز بادرا' قبود بادرا' آخیرہ بادرا' آخورہ بادرا' اماس بادرا' شقاق بادرا' صرح بادرا' جدرنگ بادرا' فرہنگ بادرا' فلنج بادرا' سرسام بادرا' سلسل بادرا' طاعون بادرا' بستم بستم بستم زہر مار را و زہر عقرب را و زہر ہزار پایہ ارا و زہر ہشت پیر را و زہر سگ را و زہر شغال را و زہر خوک را و زہر غوق را و زہر جملہ حیوانات را زہرے را بستم بستم بستم' در زخم آہن را و زخم سنگ را و در جملہ زخم ہا را و ہر درد کہ بدبو دہد و ہر بلائے کہ عقیم بود بستم بستم بستم ہر درد و بلائے و آفت از دیو و پری و نظر و سحر و جادو زہر دہر زہر رنج کہ باشد بستم بستم بستم دفع کردم دور کردم و بدر کردم از رگ' پوست و گوشت و پنجہ و استخواں و مغز و شکم و آنچہ درد ورد فلاں بن فلاں باشد دفع کردم دور کردم و بدر کردم بحق کٓھٰیٰعٓصٓ بحق حٰمٓعٓسٓقٓ بحق نُنَزّل مِنَ القُرآن ماھوا شفاءٌ و رحمتٌ لِلمُومِنِیْن ولا یزید الظالمین اِلاّ خسارا و بحق القرآن ولوَاَنّ قرآناً سیّرتِ بہ الجبال او قُطّعَتْ بہ الارضُ او کلّم بہ الموتیٰ ۝ حل اللّٰہ الا مرجمیعا ۝ وَاللّٰہُ خَیْر حَافِظًا ۝ وَ ھُوَ اَرحَم

الرَّحِمِین لو انزلنا ھذا القرآن علیٰ جبلِ الرَّاَیتَہ خاشعًا مُّتصدّعًا مّن خشیۃِ اللّٰہ وَما اللّٰہ بِغافِلٍ عَمّا یعملون اُخرُجُ اُخرُجُ ایھا الوباء وسمّ العقرب وسم کُلِ شئی الارض ضراً والعل والاٰفات و السحر والوسواس من الانس والجنّ و من شرّ کل ذی شرٍ واذیً بحق اولیاء اللّٰہ تعالیٰ یَا اللّٰہ یَا اللّٰہ یَا اللّٰہ یَا محمّد یَا رحمٰن یَا رحیم وانہ من سلیمٰن بِن داوٗد علیہ السّلام وانہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرَّحیم ؕ الاّ تعلو علیّ وَاتونی مسلمین لک ومن ذریّتنا امۃً مسلمۃً لّک وارِنا مناسِکنا وتب علینا انّک انت التّواب الرحیم بحق سلیمان بن داوٗد علیہ السلام حاضر شو بحق لَا اِلٰہَ اِلاّ اَنتَ سُبحٰنَکَ اِنّی کُنتُ مِنَ الظّالِمِیۡن حاضر شو حاضر شو حاضر شو۔

اس عمل کا وقت عصر اور مغرب کے مابین ہے۔ اس دعا میں حضرت بابا صاحبؒ نے اجنہ کے دفیعہ کے لئے علاج بھی رکھا ہے۔ اجنہ بھی تو ناری مخلوق اور متعلق بہ عنصر باد ہے۔

مندرہ بادی (برائے ہوائی و سحری اثرات)

مندرہ بادی قلندری طریقہ کا ایک خاص الخاص عطیہ ہے۔ حضرت بابا سید جیون شاہ صاحبؒ قبلہ زنجانی قدس سرہ العزیز کو قلندری رفیق بھی حاصل تھا لہٰذا آپ کی بخشش خاص مندرہ بادی ایک تیر بہدف علاج ہے۔ مصائب کی آندھیوں کا اور امراض بدنی' سحری' آسیبی کے دفیعہ کے لئے تو یہ ایک حتمی علاج ہے لہٰذا ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ الٰہی دی خیر' محمد ﷺ دی بادشاہی دی خیر' شیر مصطفےٰ دی خیر' چار پیر چوداں خنوادیاں دی خیر' بارہاں اماماں دی خیر' چوداں ولیاں دی خیر' خاندان دی خیر' زمین آسمان دی خیر' ماتا پتا دی خیر' چند سورج دی خیر' مکی مدنی دی خیر' دھول راجے دی خیر اندر راجے دی

خیر' جن بنھاں' بھوت بنھاں' دیو بنھاں' ڈین بنھاں' جوگن بھناں' تپ بنھاں' سرت بنھاں' دھدری تے مروڑی بنھاں' پون بنھاں' پانی بنھاں' زمین تے آسمان بنھاں' کوہیدا چنگار بنھاں' آہرن دا لوہار بنھاں' ٹھٹھ دا سردار بنھاں' آوے دا کمھیار بنھاں' اگی تیری لاٹ بنھاں' کھان دی دھار بنھاں اور بنھاں سیہاری بنھاں' گڈھ تے تصویر بنھاں' بچے مائی کالکاں' بچیے کالے پیر' سترنے جوگن' بونجہ سے پیر' گوگرے سرمنگیا' جموں سرور تارا' رتھ رکھاواں سیر' پھوریئے مائی کالکاں' تیرا ویری' بھیروں کرے الکھ بہت بیر' ستار بیر' احمد بیر' محمد بیر' کل نارسنگ بھوت کلہ دا ھاری' سبھ بلا ماری حاکن' ڈاکن اور سہاری' بھروں سندے چکر ماریئے' تات کرے پھٹ مری' کم سو جو اللہ اور محمد ﷺ صاحب آپ کرے' جیہے تیل دیوا بلے' پاکنڈ کنجی قلف تناں نون پاواں گنڈ اوٹ' اوٹ' جناں اور بھوتاں کوں' ہیگنے پھڑ پھوٹ' سلطان ناتگا اپنا طلہ' اپنا ناتگا شاہ سیدا خیر پیدا' شاہ سید جمال بخاری' ماریئے کچی توڑیئے کفار' دین محمد ﷺ صاحب کا برقرار قہر جمالو' کمال صلوٰۃ بر محمد ﷺ درود بر علی علیہ السلام فقر موجود کلمہ درود برحق لَآ اِلٰہَ اِلاّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہ نور محمد سہال محمد' راجہ لکھی پنجہ سلطان احمد کونجر فتوح العدالتے بچی تیری پالکی سے کوہاندے وسن والیا میں سوالی تیرا' توں سوالی رب دا' جیوڑا' چھوڑا (تمت تمام شد مندرہ بادی۔)

کڑا (حصار) برائے ہر مطلب

مندرہ کی طرح کڑا بھی قلندری فیضان کی ایک بخشش ہے اور امت کے لئے حضرت بابا صاحبؒ کا ایک خاص عطیہ ہے۔ اس کڑے کو محمد ﷺ و آل محمد ﷺ کے محبان ہر مطلب کے حصول کے لئے' ہر مصیبت کے دفیعہ کے لئے ہر مرض کے علاج کے لئے ورد کرسکتے ہیں۔ کڑا ملاحظہ ہو۔

الیکن الیکن' لیکن لیکن' مہرا نما ہرا' حلامس بہ یا سماعیل خاں بیرچے' یا حرکسا بیرچے یا جلو قدری' یا انت القہار یا قہر یا قہار' یا حامدہ بیرجی' یا نصیر خاں بیرجی' حاضر شو' حاضر

شو' مائی کالکاں بیٹرہ بھورن تیرا نام' حاضر ہویں مسان چی' دلکی پکڑ پچھان' قسم تینوں ہے گورانگی دیویں نہ رام' پہلی چونکی تدی بیڑھیاں وچہ تمام' جدوں ونگاراں تدھ نوں جتھے سٹاں چا فساد کریں گھر اوسدے دیویں دھم مچا' اگ لگے گھر اوسدے زحمت پوندی نت جادو گنڈا اہلیا بہوتے ہوئے زح' انشاء اللہ مرے گا برکت ایس کلام' ایہہ مڈ چلدوں واسطے ہویا ایہہ بیان' آویں نارسنگ بیرجی وڈا توں بلونت دہرم پچھان اپنا تابع ہوون' ہنوتت' قسم تینوں ہے گورانگی آویں کالے بیر' بل لاؤ تسیں اپناں حاضر ہوں بیر' آویں لینکڑا بیرجی رہن ہمارے پاس' لونگاں دی لو باشناں کم ہون سب راس' حاضر کرنا ایہناں نوں اندر اک سے رات دیکھ چلاکی انہاں دی اوس ویلے پربھات' نواں حقہ کے کے نیچہ نواں' سڑھیاں دے وچ جمالیکے پکہ قدم کا' نارسنگ بیرکوں باندھ' بھیرن بیرکوں باندھ' کالی بیرکوں باندھ' لینکڑا بیرکوں باندھ' السلام و علیکم السلام' نیلا گھوڑا نیلا پلان' بان پھٹی ہنومان کی کڑکے جدوں مسان' گھر گھر کسن بکرے گھر گھر تیرا نام' جس گھر پہرہ تدھ دا ہووے چوڑ مکان' ولی بہادر توں ہیں' وڈا ہیں پہلوان' برکت کھینچے گھراندی' کجھ نہ رہندا جان' ڈھیم ڈھلا پھرہڈ بھی چاہیں دے ورھا' قوت ایسے بیرتوں دیندا دھم مچاء' چوڑ چپٹ کر ماردا ایسا بھیروں بیر' دیکھ چلاکی ایس دی آویں نارسنگ بیر' بھوت ماتا بھوت پتا' بھوت سرور نار' نین چلے چلے گھانسری گورو گورکھ ناتھ چلے راہ کا بھوت پکڑ لیاداں مہاں بھوت یاں بھوت اوتھے سٹاں جتھے سوا لکھ لاکا بھوت' پیڑ بنھاں' پڑب بنھاں' نظر بنھاں' پٹار بنھاں' چلدی کی چال بنھاں' بارہ کوس دا ادم بنھاں' جن بنھاں' بھوت بنھاں' مڑھی بنھاں' مسان بنھاں' تپ بنھاں' سراف بنھاں' سنسار بنھاں' نظر بنھاں' دیو بنھاں' ڈین بنھاں' چڑیل بنھاں' جوگن کوں باندھ' ٹونے ٹانی کوں باندھ' رتھ کوں باندھ' گرد غبار اندھیری کوں باندھ' دھوبی بھٹیاری کوں باندھ' دشمن کی زبان کوں باندھ' الغوزی بین کوں باندھ' تنبورے رباب کوں باندھ' نوے (90) بونجہ (52) بیرکوں باندھ' کل مائی جوگیاں کوں باندھ عمر اجنبے دیے کشنوں ناریں دیو کوں باندھ' مائی گورجاں بھگوان دیبی کوں باندھ' گنگا کے نیرکوں باندھ' جل پری او تھل پری کوں باندھ' شاہ پری حسن پری کوں باندھ' چوہدری خبیث کوں باندھ'

تیر و تفنگ شمشیر خنجر و کٹاری کوں باندھ' لٹھ مہترکوں باندھ' مندرا نارسنگ بیرجی جادو بغض سبھی سحرکوں باندھ' پہاڑ سنگ دربار سنگ کوں باندھ' یااللہ یا محمد ﷺ یا وکیل یاطاہر یالاحول ائیل یا عمائیل وَمَا رمیت اذرمیت ولکن اللّٰہ وما اقتلت نفسً بغیر نفسٍ بحق یاجبرائیل قہر کر یا میکائیل مار کر یا اسرافیل اثر کر بحق یا بدوح توں حاضر کر بحق لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ حاضر شو حاضر شو حاضر شو (مندرہ آتشی برائے آسیب و ہر مطلب مفید است۔)

مندرہ حضرت علی کرم اللہ وجہ

حضور سیدنا مولائے کائنات امام المشارق و المغارب مظہر العجائب غالب علیٰ کل غالب علی ابن ابی طالب نفس رسول ثانی اثنین علیہ التحیات والصلوٰہ والسلام کا فیض ہی حقیقتاً فیضان محمدیہ ﷺ ہے۔ قلندریہ طریقہ میں مندرہ شاہ مرداں ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے سامنے بڑے سے بڑا نہیں ٹھہر سکتا۔ مندرہ حضرت علی علیہ السلام بھی اسی قبیل کا ایک ورد ہے اس کے فیضان کا اثر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ دربار سیانوالہ میں چارپائیوں' کندھوں' تختوں پر لد کر بیمار لوگ آتے تھے اور مندرہ کی بدولت اپنے پاؤں سے چل کر واپس جاتے۔ بڑے سے بڑا شاہ جنات اس مندرے کے سامنے ٹھہرتا نہ تھا۔ بلائیں اس کے فیض کی برکت سے دم دبا کر بھاگ جاتی تھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چہار سرزمین تیرا نام یا علی علیہ السلام ۔ دیہو میری مراد تیرا نام یا علی علیہ السلام ۔ خارجی کوں رد کرو تیرا نام یا علی علیہ السلام ۔ دریا و لہر بہر سمندر یا علی علیہ السلام ۔ مردان شاہ علی علیہ السلام کا دھیان باندھ کھینچ مار۔ سید احمد کبیر کا' زنجیر تاں باندھ مار۔ ایاک سرب سید سے سبھے نشان مار۔ استاد گور کی ڈھیر سے ہفت مسان مار۔ نارسنگ بیرکوں پکڑ کے بچھاڑ مار۔ گورگیان کی پتلی سینی سب جادو کرتے ہیں تمام' اوڈتے ہیں کچے مسان سے کہتے ہیں رام' رام نازل ہوا

جب سینئی مرشد کی لب کا جام' جنات دیو بیر خدمت منتے ہیں مدام۔ ہنومنت کی دم لپیٹ بھیروں کی کان مار' راون کولیاؤ پکڑ دہ رکھتا ہے۔ سیس وس' ارجن پانڈو' بھیموں کہاں ہیں بت پرست۔ ماروں جبر میں ٹھو کر جاویں' زمین میں دھنس' ایسی ضرب لگاؤں جیسی وجے دممس رام اور لچھمن سیتا کوں دھیان مار۔ مندرہ پڑھ کے باندھ کروں باندھ سبھ بھگت نانک بڑا مچھندر' گورکھ میں کیا سنگت' زنجیر طوق ڈال کے باندھ کروں' سبھ جگت' کیا سورماں بچارہ بھیکھ سورپٹ' وگتیا اگیا کوں پکڑ کے زبان مار' شمشیر تیر باندھ اور کمان باندھ۔ گولی طبق کوں باندھ کے خنجر و کٹار باندھ۔ بھالہ چھری سٹ کالٹھ اور متھر کوں باندھ اور سمندر سولانکا گیاں مار' ریوب سے باندھ جمناں سومتی کوں باندھ' کشناں کو پکڑ چمل گوماں منی کو باندھ' سامر منی کی پور سے سیتا پتی کوں باندھ' مقراض باندھ' سوزن حوا کے لعل باندھ۔ ترتا ترت شتاب سے آج کالی باندھ' فتنہ فریب کے بھیت سے کل دال وال باندھ' کشتی ڈوبا ندہ واؤسے ماہی کا جال باندھ' بے بوج شاعروں کا تاج اور نشان مار۔ کفایت مندرہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب کے نام کا کئی لاکھ اسی ہزار پیغمبر تمام کا معجزہ حسن علیہ السلام حسین علیہ السلام باراں امام کا' طور سے اور طریق قرآن کلام کا کل سحران کی زبان کو باندھ' جادو اور طلسمات کا کل سحراں کوں باندھ' دوہائی مندرہ تجھے حمیر و حمید کی' دوہائی مندرہ تجھے غوث الاعظم پیران پیر کی۔ شیر علی علیہ السلام کا مندرہ کل ہوس جہاں کی باندھ مار۔ (تمت تمام شد مندرہ حضرت علی علیہ السلام کرم اللہ وجہہ۔) اس مندرہ کا عمل یہ کہ پانی کے قریب 41 دن ہر روز 41 بار پاک و صاف ہو کر پرہیز جلالی و جمالی کے ساتھ پڑھیں۔

ضروری نوٹ : ان جملہ عملیات کے لئے ختم پنجتن پاک و آئمہ ظاہرین علیہ السلام کی نیاز دینی لازم ہے اور فاتحہ حضور بابا سید جیون شاہ صاحب زنجانی قدس سرہ العزیز والد بزرگوار سید ناظر حسین شاہ زنجانی کا دلوانا بھی نہایت ضروری ہے کہ اس کے بغیر حصول فیضان کا حق بھی نہیں پہنچتا۔ خواہاں ہوں تو خصوصی اجازت نامہ بھی لے سکتے ہیں۔

گنہگار عامل سید انتظار حسین شاہ زنجانی

11-04-1998